# حضور قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ

(احوال و مناقب)

تالیف

پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی

چشتیہ اکادمی فیصل آباد پاکستان



# حضور قبلۂ عالم رضؔ

## احوال و مناقب

سلسلۂ عالیہ چشتیہ

حضور

# قبلۂ عالم

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہ

احوال و مناقب

حسب ارشادِ گرامی

حضرت میاں نور جہانیاں صاحب چشتی محمودی مہاروی مدظلہ العالی

سجادہ نشین، درگاہِ معلٰی چشتیاں شریف،

تالیف


پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی



چشتیہ اکادمی فیصل آباد پاکستان

سلسلۂ مطبوعاتِ چشتیہ (نمبر ۱۲)




کتاب ــــــ حضور قبلۂ عالمؒ ـ احوال و مناقب

تالیف ــــــ پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی

صفحات ــــــ ۴۸۰

کتابت ــــــ محمد اکرم جاوید (احسن کتابت فیصل آباد)

سائز کتاب ــــــ ۲۳×۳۶/۱۶

تعداد ــــــ گیارہ سو (۱۱۰۰)

سالِ اشاعت ــــــ ۱۴۱۲ھ (۱۹۹۲ء)

ناشر ــــــ چشتیہ اکادمی فیصل آباد

قیمت ــــــ 150/-

طباعت ــــــ الرفیق افضالی پرنٹنگ پریس فیصل آباد

بسعی و اہتمام

حلقۂ چشتیہ صمدیہ سلیمانیہ

فیصل آباد

ملنے کا پتہ

۱۔ سجادہ نشین درگاہِ معلّٰی چشتیاں شریف، ضلع بہاول نگر، پاکستان

۲۔ مکتبہ الفوائد، فرحت منزل، چنیوٹ بازار، فیصل آباد، پاکستان

# مندرجات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ
لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

## ترجمہ

سُنو! بے شک اَولیاءَ اللہ کو نہ
کوئی خوف ہے اور نہ وُہ غمگین ہوں
گے۔ یہ وُہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور
پرہیزگاری کرتے رہے۔ انہیں کیلئے دنیوی
زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے اللہ تعالیٰ
کی باتیں نہیں بدلتیں۔ یہی
بڑی کامیابی ہے۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بُو
آں کہ از خاکش بروید آرزُو
یا ز نُورِ مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اورا بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم است

(اقبالؒ)



بیا اے ہم نفس باہم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفے بر مُرادِ دل بگویم
بپائے خواجہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چشماں را بمالیم

(اقبالؒ)



# حضور قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ

## کی خدمت میں

تُو ہے محیطِ بیکراں میں ہُوں ذرا سی آبجو!
یا مجھے ہمکنار کر یا مجھے بے کنار کر!

خادم الفقراء

افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی

# امامِ چشتیاںؒ

## قبلۂ عالم حضرت شیخ المشائخ خواجہ نُور محمدؒ مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

قائدِ راہِ طریقت، مُرشدِ پیرو جواں!
راحتِ جاں، عارفِ کامل، امامِ چشتیاں

رہبرِ دُنیا و دیں ہے دہر میں اُن کا وجُود
رہنمائے جنّ و اِنساں، نائبِ فخرِ جہاںؐ

آپ کے دم سے فروزاں چشتیوں کی انجمن
سرزمینِ چشتیاں ہے رفعتوں کا آسماں

ماہِ ذوالحج میں ہُوا ہے حق تعالیٰ سے وصال
ہو گئے خواجہؒ، حبیبِ کبریا، شاہِ جہاں

آستاں پر ہر گھڑی ہوتا ہے رحمت کا نزول
مرقدِ پُر نُور سے فیضِ مسلسل ہے رواں

آرزُو انور کی ہے، چشمِ کرم اس پر بھی ہو
ہے زمانے میں کرم آثار تیرا آستاں

از پروفیسر محمد انور بابر چشتی
ایم اے

# انتسابؒ

## بنام

قدوۃ السالکین، زُبدۃ العارفین، عُمدۃ الواصلین

فخر الاولیاء، شیخ الاتقیاء، امام الصُوفیاَ

مخدومی و مُرشدی و آقائی

حضرت خواجہ

میاں نُور جہانیاں صاحب محمُودیؒ چشتی مہاروی دامت برکاتہ

سجّادہ نشین

درگاہِ مُعلّیٰ چشتیاں شریف

نثار تم پہ ہیں پروانہ ساں ہزاروں دِل

کہ شمعِ محفلِ صاحب دِلاں تمہیں تو ہو

# فخرِ چشت

مخدومی و مرشدی
حضرت خواجہ میاں نورِ جہانیاں صاحب مدظلہ العالی
سجادہ نشین درگاہِ معلیٰ چشتیاں شریف

نورِ جہانیاں مرے حضرت ہیں ذی وقار
رُوح و روانِ چشت ہیں، گلشن کی ہیں بہار

خاموش طبع، رہبرِ کامل، متاعِ عشق؛
آنکھوں کا نور، دل کی ضیاء، رُوح کا قرار؛

پیکر محبتوں کے، ادب کی بہارِ نو؛
حُسن و جمال جیسے گلستاں پہ ہو نکھار

اسرارِ باطنی سے نوازے گئے ہیں آپ
مسند نشینِ قبلۂ عالمؒ، شہہ مہار

قطبِ زماںؒ کے قرب میں سائیں ہیں جلوہ گر
اِس آستانِ پاک سے دُوری ہے ناگوار

خلوت گزیں، مگر ہے غلاموں سے رابطہ
درد و الم میں اپنے پرایوں کے غمگسار؛

تابندہ تا ابد رُخِ انور ہو آپ کا؛
ہم کو ہے 'فخرِ چشت' پہ حد درجہ افتخار

من جانب: پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی

قُدوۃُ السالکین ، زُبدۃُ العارفین

# حضرت خواجہ میاں نورِ جہانیاں صاحب محمودیؒ مہاروی دامت برکاتہٗ

سجادہ نشین درگاہِ معلّٰی، چشتیاں شریف

**ولادت:-** حضرت میاں نورِ جہانیاں صاحب دامت برکاتہٗ کی ولادت باسعادت ۱۴، ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ کو ہوئی۔ آپ کا نامِ مبارک نورِ جہانیاں، والدِ گرامی کا اسمِ مبارک میاں محمود بخشؒ اور دادا جان کا اسمِ گرامی حضرت میاں محمد یوسفؒ ہے۔

**حفظِ قرآن:-** عمر مبارک چار سال چار ماہ اور چند دن کی ہوئی تو بسم اللہ شریف کرائی گئی۔ ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ سب سے پہلے کلام پاک حفظ کیا پہلے سولہ پارے حافظ نبی بخش صاحب سے اور بقیہ پارے حافظ محمد بخش صاحب سے حفظ کر کے تکمیلِ کلام پاک فرمائی۔

**علوم:-** عربی، فارسی اور دیگر علومِ ظاہری کی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ فارسی کی ابتدائی تعلیم مہار شریف میں مولوی نور احمد صاحب سے اور مزید تعلیم مولانا محمد نواز صاحب سے حاصل کی۔ صرف و نحو کی تعلیم بھی مولانا محمد نواز صاحب سے حاصل کی۔ مولانا محمد امیر صاحب کے ہاں شرح مُلّا، شرح وقایہ اور ہدایہ کی تکمیل کی۔ بخاری شریف، مسلم شریف اور تفسیر مدارک التنزیل کی کتب بھی مولانا محمد امیر صاحب سے پڑھیں۔

## ارادت و خلافت:

آپ کی بیعتِ ارادت حضرت خواجہ محمود تونسویؒ سے ہے۔ جو آستانہ عالیہ سلیمانیہ تونسہ شریف کے پہلے سجادہ نشین حضرت کریم، سلیمانِ ثانی، خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ کے فرزندِ دلبند اور خلیفۂ مجاز تھے۔ انہیں سے آپ کو خلافت و اجازت بھی حاصل ہے۔ آپ کو اپنے شیخ و مرشد کے ساتھ بے پناہ عقیدت ہے اور آپ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں اپنے والدِ گرامی حضرت خواجہ میاں محمود بخش مہارویؒ سے بھی آپ کو سندِ خلافت و اجازت ملی ہوئی ہے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کی رُوحانی نعمت و دولت کے بھی آپ ہی وارث ہیں۔

والدِ گرامی حضرت میاں محمود بخش صاحب مہارویؒ کا وصال ۳ صفر ۱۳۷۴ھ کو ہُوا تو آپ مسندِ سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ کے آٹھویں سجادہ نشین ہیں۔ جو اپنے آباؤ اجداد اور مشائخ عظّام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس مبارک فریضہ کو بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

## حج و عُمرہ:

آپ کو حج و عُمرہ و زیارت کا بے حد شوق ہے متبرک مقامات اور اپنے مشائخ کے مزارات کی زیارت سے بھی قلبی لگاؤ ہے۔ آپ کو پہلا حج مبارک ادا کرنے کی سعادت ۱۹۵۱ء میں حاصل ہوئی۔ اس مبارک سفر میں حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے دُوسرا حج ۱۹۷۴ء میں کیا۔ اس دفعہ حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ سجادہ نشین تونسہ شریف آپ کے رفیقِ سفر تھے۔

آپ درگاہِ معلّٰی سے دُوری ہرگز برداشت نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ سفر بہت کم کرتے ہیں۔ البتہ سفرِ حجاز کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

حرمین الشریفین کی حاضری و زیارت کا بے حد شوق ہے۔ ہر سال حاضر ہونا آپ کا معمول ہے۔ کبھی ناغہ ہو جائے تو اور بات ہے۔

عمرہ اور زیارت کی خاطر آپ نے متعدد بار حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل کی ہے۔ آپ ۱۹۷۶ء و ۱۹۷۹ء و ۱۹۸۱ء و ۱۹۸۵ء و ۱۹۸۶ء و ۱۹۸۷ء اور ۱۹۹۰ء ۱۹۹۱ء میں عمرہ و زیارت کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ آپ نے متعدد متبرک مقامات کی زیارت بھی حاصل کی ہے۔ آپ کو اپنے سلسلے کے مشائخ کرام کے مزارات کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہے۔ اس سلسلہ میں دہلی معلیٰ، اجمیر القدس، احمد آباد شریف، پیران پٹن شریف اور اورنگ آباد شریف کی حاضری و زیارت کی سعادت بھی آپ کو حاصل ہے۔

## درگاہ معلیٰ

مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہونے کے بعد آپ نے درگاہِ معلیٰ چشتیاں شریف کی تعمیر و ترقی میں بہت دلچسپی لی۔ روضہ شریف کے اندرونی و بیرونی سنگِ مرمر کی تجدید کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ درگاہ معلیٰ کی متعدد دیگر تعمیرات بھی آپ ہی کی زیرِ نگرانی مکمل ہوئی ہیں۔ درگاہ شریف کی مزید تعمیر و ترقی کے سلسلہ میں آپ کی ذاتِ بابرکات ہمیشہ کوشاں رہتی ہے۔ زائرین اور مہمانوں کی رہائش، خوراک و آرام اور دیکھ بھال میں ہمہ وقت مشغول رہتے ہیں۔ آپ نے اپنے دورِ سجادگی میں درگاہِ معلیٰ کے لئے جو نمایاں کام سرانجام دیئے ہیں ان کا مختصر سا خاکہ آئندہ صفحات میں دیا جا رہا ہے۔

درگاہ معلیٰ حضرت قبلۂ عالمؒ اگرچہ کچھ عرصہ سے محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے، مگر تمام انتظامی امور میں بہتری کے لئے آپ ہمیشہ فکر مند رہتے ہیں۔ انتظامی امور اور صفائی و پاکیزگی میں معمولی سی کمی بھی حضرت والاجاہ کی طبیعت

پر بے حد اثر انداز ہوتی ہے۔ درگاہ شریف کے انتظامی اُمور میں آپ کی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ آپ ہمہ وقت شب و روز درگاہ شریف میں قیام پذیر ہیں اور کسی اہم ضرورت کے علاوہ درگاہِ معلّٰی سے ذرا سا بھی دور ہونا آپ کو گوارا نہیں ہے۔ فرمایا کرتے ہیں :

ے کہ بنا ہُوا ہے بیدم اِسی خاکِ آستاں سے

**معمولات :-** آپ نمازِ پنجگانہ ہمیشہ درگاہ شریف کی جامع مسجد میں ادا کر کے زیادہ وقت اپنے بزرگوں کے مزاراتِ عالیہ پر گزارتے ہیں۔ درگاہِ شریف میں تمام عرائس مبارک اور دیگر تقاریب اپنی زیرِ نگرانی حُسن و خوبی سے منعقد کراتے ہیں۔ مدرسہ فخرالاسلام، درسِ قرآن و حدیث، ختمِ خواجگان اور لنگر شریف کے جملہ انتظامات پر آپ کی گہری نظر رہتی ہے۔ آپ کی زیرِ سرپرستی حضرت قبلۂ عالمؒ کا سلسلۂ رُوحانی اور فیضانِ عام ہر وقت جاری ہے۔

**تصنیف و تالیف :-** سلسلۂ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کی توسیع و اشاعت ہر دم آپ کے پیشِ نظر رہتی ہے۔ تعلیماتِ مشائخ چشت کو عام کرنے اور اُن نفوسِ قدسیہ کے ملفوظات کی اشاعت کے لئے ہمیشہ فکر مند رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے متعدد کتابچے، رسائل اور شجرے طبع کروا کے افادۂ اہلِ سلسلہ کے لئے شائع کئے ہیں۔ آپ ہی کی توجہ خاص سے اور آپ ہی کی زیرِ نگرانی درجِ ذیل تالیفات و تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں :

سب سے پہلے آپ نے حضرت قبلۂ عالمؒ کے مشہور و مستند ملفوظات "خلاصۃ الفوائد" کا اردو میں ترجمہ کرایا اور اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اسی کے بعد آپ نے "گلشنِ ابرار" کا خود بھی ترجمہ کیا اور پھر اس کی تکمیل کرا کے اسے شائع کرایا۔ "مخزنِ چشت" کے اردو ترجمہ میں بھی آپ نے گہری دلچسپی لی۔ اسی

کی تکمیل واشاعت آپ ہی کے فیضان کا نتیجہ ہے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کی ایک سوانح حیات کی تالیف، ترتیب اور اشاعت بھی مدّتوں سے آپ کے پیشِ نظر تھی۔ موجودہ تصنیف "حضور قبلۂ عالمؒ۔ احوال و مناقب" آپ کی توجہ، دُعا اور کوشش سے ہی مرتب ہو کر شائع ہوئی ہے۔

## محاسن

آپ متقی و پرہیز گار اور عابد و زاہد بزرگ ہیں سادگی وانکساری کا مرقع ہیں۔ علائقِ دُنیا سے بالکل کنارہ کش ہیں۔ اپنے قبلۂ عالمؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دُنیا اور دُنیا داروں سے تعلق اور لگاؤ نہیں رکھتے۔ جیسا کہ پیر پٹھان حضرت خواجہ محمّد سلیمان تونسویؒ کا بیان ہے کہ

"قبلۂ عالم را از صحبتِ دُنیاداراں بسیار نفرت بودے"۔

اِسی طرح آپ بھی دُنیا داروں کی صحبت سے گریزاں رہتے ہوئے فقیرانہ و درویشانہ روش رکھتے ہیں۔ محبّت و شفقت اور انکسار و تواضع کا پیکر ہیں۔ اپنے معمولات کے پابند ہیں اور شب و روز یادِ خُدا میں مگن رہتے ہیں۔ غرضیکہ عصرِ حاضر میں آپ اپنے آباؤ اجداد اور مشائخ کرام کا مثالی نمونہ ہیں۔

## اولاد

آپ کو اللہ تعالیٰ نے چھ فرزند عطا کئے ہیں۔ سب سے بڑے فرزند حضرت صاحبزادہ میاں غلام معین الدّین صاحب دامت برکاتہٗ ہیں، جن کی ذاتِ گرامی کسی تعریف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ ہمہ صفت موصوف ہیں اور اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے کوشاں ہیں۔

اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ فرزندِ اکبر صاحبزادہ میاں غلام معین الدّین صاحب نظامی دامت برکاتہٗ

۲۔ فرزندِ دوئم صاحبزادہ میاں محمّد کلیم اللہ صاحب نظامی دامت برکاتہٗ

۳۔ فرزندِ سوئم صاحبزادہ میاں محمد سلیم اللہ صاحب نظامی دامت برکاتہ'
۴۔ فرزندِ چہارم صاحبزادہ میاں شمس الدین صاحب نظامی دامت برکاتہ'
۵۔ فرزندِ پنجم صاحبزادہ میاں محمد یوسف صاحب نظامی دامت برکاتہ'
۶۔ فرزندِ ششم صاحبزادہ میاں ریاض قاسم صاحب نظامی دامت برکاتہ'

تمام صاحبزادگانِ عالی مقام ہر وقت اپنے آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پہ چلنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ اپنے مشائخ کرام کے مزاراتِ عالیہ پر حاضری اور عرائسِ مبارکہ میں شرکت کرتے ہیں۔ زیارت و عمرہ اور دیگر زیارات سے بھی مشرف ہوتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ یہ نورانی خاندان ہمیشہ چمکتا دمکتا رہے۔ یہ سب صاحبزادگان ستاروں کی مانند روشنی دیتے رہیں تاکہ بھٹکے ہوئے مسافر اپنی منزل کو پاسکیں۔

---

# کلماتِ خیر

از: حضرت میاں نورِ جہانیاں صاحب محمودی مہاروی مدظلہ العالی
سجادہ نشین درگاہِ معلیٰ، چشتیاں شریف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ المشائخ، غیاث العاشقین، سند الواصلین، قطبِ زماں، قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہ کے ملفوظات خلاصۃ الفوائد اور خیر الاذکار فارسی زبان میں برسوں قبل مرتب کئے گئے۔ آپ کے احوال و مناقب پر جو کتابیں تصنیف کی گئیں تھیں، وہ بھی فارسی زبان میں تھیں یعنی مخزنِ چشت، مناقب المحبوبین اور گلشنِ ابرار۔

میری دلی آرزو تھی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے احوال و مناقب اور تعلیمات اہلِ سلسلہ تک اُردو زبان میں پہنچیں تاکہ وہ اسے سمجھ سکیں اور عمل کر سکیں۔ فارسی زبان عصرِ حاضر میں عام فہم زبان نہیں ہے۔ اُردو زبان میں چند کتابوں میں آپ کے احوال موجود تو تھے مگر ضرورت تھی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے احوال و مناقب پر ایک مکمل تصنیف اُردو زبان میں شائع ہو۔

اس کارِ خیر کے لئے میں نے پروفیسر افتخار احمد چشتی سلیمانی کا انتخاب کیا۔ وہ اس سے قبل مناقب المحبوبین اور مخزنِ چشت کا اُردو ترجمہ پیش کر چکے تھے اور یہ دونوں ترجمے اہلِ سلسلہ اور اہلِ علم نے پسند کئے تھے۔

آخر میری دلی آرزو پوری ہوئی۔ محبی پروفیسر چشتی صاحب نے اپنی مسلسل علالتِ طبع کے باوجود اس کتاب — قبلۂ عالمؒ احوال و مناقب — کو ترتیب دیا اور شائع کیا۔

فقیر دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چشتی صاحب کو اس کارِ خیر کا اجر دونوں جہانوں میں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

دُعاگو

سائیں نور جہان محمودیؒ

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ

# ابتدائیہ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔
ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔
جو معتوب نہیں ہوئے اور جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

(الفاتحہ ۱ : ۴-۷)

# حرفِ اوّل

افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و مناقب پر اُردو زبان میں ایک تصنیف مخدومی و مرشدی حضرت میاں نُور جہانیاں صاحب محمودیؒ مہاروی دامت برکاتہ کی ایک دیرینہ آرزو تھی۔ آپ نے اِس خاکسار کو حکم دیا کہ یہ خدمت مَیں بجا لاؤں۔ آپ اگر چاہتے تو مہاروی، کوٹوی اور تونسوی حضرات سے یا دیگر ذیلی خانقاہوں کے اہلِ علم و اہلِ قلم حضرات میں سے کسی کو بھی یہ حکم دے سکتے تھے۔ مگر سائیں کی ذرّہ نوازی ہے کہ یہ اعزاز مجھ کم علم و ہیچمدان کو بخشا:

مَیں گلیاں دا رُوڑا کُوڑا محل چڑھایا سائیاں

اِس کتاب کی ترتیب و تالیف میں بنیادی طور پر جن ملفوظات سے مدد لی گئی ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ تکملۂ سیر الاولیاء

۲۔ مخزنِ چشت

۳۔ خلاصۃ الفوائد

۴۔ خیر الاذکار

۵۔ مناقب المحبوبین

۶۔ گلشنِ ابرار

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ جن اور کتابوں سے مدد لی گئی ہے ان کا مختصر تذکرہ اِس تالیف کے آخری باب میں کیا گیا ہے۔

محبّ النبی (حضرت مولانا فخرِ جہاں دہلویؒ) کے محبوب (حضرت قبلۂ عالم مہارویؒ)

کا سراپا کیسے پیش کروں۔ میں تو حُسنِ ظاہری کا احاطہ بھی نہیں کر سکتا۔ حُسنِ باطنی کا خاکہ کس طرح کھینچوں کہ ان گہرائیوں تک میری رسائی نہیں ہے۔ بلکہ میرے خیال میں کوئی بھی اہلِ علم و اہلِ قلم اس محبوبِ چشتیاں کے دلکش حُسن کی تصویر کشی نہیں کر سکے گا:

گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

یہ کتاب ایک علمی و تحقیقی تصنیف نہیں ہے۔ اکابرین نے حضرت قبلۂ عالمؒ کے مذکورہ بالا ملفوظات فارسی زبان میں جمع کئے تھے۔ ان کے اردو تراجم بھی موجود تھے، جن میں سے دو تراجم اس خادم الفقراء نے بھی کئے تھے۔ اس کتاب میں ان تمام تراجم ملفوظات سے احوال و مناقب لئے گئے ہیں۔ گلستانِ مہاروی کے ہر بوٹے سے پھول چن چن کر ایک گلدستہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ مگر گلدستہ بنانا بھی تو ایک فن ہے۔ یہ بے ہنر تو شاید یہ کام بھی بجا طور پر نہیں کر سکا۔ سائیں کا حکم تھا، سائیں کی توجہ تھی، کہ خرابیٔ صحت کے باوجود میں یہ کتاب ترتیب دے سکا۔ بہرحال یہ سادہ و بے ترتیب تالیف پیشِ خدمت ہے سائیں قبول فرمالیں تو ذرہ نوازی ہوگی:

مرا سر من ہمہ عیبم بدیدی و خریدی تو!
زہے کالائے پر عیب و زہے لطفِ خریدارے

# دیباچہ

از پروفیسر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ، صدر شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمدُ للّٰہِ ربِّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المرسلین وخاتم النّبیین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واولیاءِ امّتہٖ اجمعین ہ

امّا بعد اینکہ تصوف و طریقت بہترین اور مؤثر ترین راہِ ہدایت ہے۔ انبیاء، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے بعد اولیائے اُمّت اور مشائخ ملّت نے اس طریقہ کی بدولت عالمِ انسانیّت کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے کا فریضہ انجام دیا۔ بعض مشائخ عالی مرتبت نے اس مقصد کے حصول کی خاطر باقاعدہ سلاسل طریقت کی بنیاد رکھّی اور اپنے شجراتِ طیّبات کو حضور نبیِ کریم رؤف الرحیم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے متصل کیا۔

حضرت داتا گنج بخش سیّد علی ہجویری لاہوریؒ نے پانچویں صدی ہجری میں تصوّف کی معتبر اور مشہور کتاب "کشف المحجوب" میں بارہ سلاسل کا ذکر کیا ہے[۱] جن کی تعداد میں امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہا۔ حضرت شیخ احمد علی چشتیؒ نے تیرھویں صدی ہجری میں "قصرِ عارفاں" میں تصوّف کے ایک سو پندرہ خانوادوں کا تذکرہ لکھا ہے۔[۲] پیر شرافت نوشاہیؒ نے موجودہ دور میں ۴۳ "سلاسلِ فقرا" کے کوائف درج کئے ہیں[۳]

برِّ صغیر پاکستان و ہند میں تصوفِ اسلامی کے چار سلسلے زیادہ معروف ہوئے: چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ اور نقشبندیہ۔ ان میں سے چشتیہ اور سہروردیہ مقامات (جگہوں) کی نسبت سے موسوم ہیں جبکہ قادریہ اور نقشبندیہ مؤسسین سلاسل کے ناموں کے ساتھ منسوب ہیں۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ کی ابتدا خواجہ ابواسحاق

شامی چشتیؒ سے ہوئی۔ برّصغیر میں اس کے سرخیل خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہیں، جن کا سلسلۂ طریقت چھ واسطوں سے حضرت خواجہ ابو اسحاق چشتیؒ سے ملتا ہے۔ ؎

خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اجمیر شریف میں چشتیہ کا مرکز قائم کرکے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام نہایت احسن طریقہ سے انجام دیا۔ اس لحاظ سے خواجہ اجمیریؒ کو سرزمینِ ہند میں دیگر مشائخ اور مبلغین پر فوقیت حاصل ہے۔ صاحبِ سیر الاولیاء میر خورد کرمانیؒ نے ان کو "نائبِ رسول اللہ فی الہند" قرار دیا ہے۔ ؎ ہندوستان میں خواجہ اجمیریؒ کی تشریف آوری کے بعد کہ جو حقیقت میں معین الدین تھے، اس ملک کی ظلمت، نورِ اسلام سے روشن اور منور ہوئی۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں کہ خواجہ اجمیریؒ کی زندگی بہت سادہ لیکن دلکش تھی۔ ہندوستان کے سب سے بڑے سماجی انقلاب کا یہ بانی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں ایک پھٹی ہوئی دوتہی میں لپٹا ہوا بیٹھا رہتا تھا۔ پانچ مثقال سے زیادہ کی روٹی کبھی افطار میں میسر نہ آتی۔ لیکن نظر کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ جس کی طرف دیکھ لیتے معصیت کے سوتے اس کی زندگی میں خشک ہوجاتے۔ رسالہ احوال پیرانِ چشت میں لکھا ہے:

| | |
|---|---|
| نظرِ شیخ معین الدینؒ بر ہر | شیخ معین الدینؒ کی نظر جس |
| فاسقے کہ افتادے، در زمان تائب | فاسق پر پڑ جاتی وہ تائب ہوجاتا اور |
| شدے، باز گرد معصیت نگشتے۔ | پھر کبھی گناہ کے پاس نہ جاتا۔ ؎ |

پھر یہ کہ خواجہ اجمیریؒ کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور خواجہ حمید الدین صوفی سوالی ناگوریؒ جیسے مخلص مصاحب اور مرید ملے، جنہوں نے اُن کے تبلیغی مشن کو چار چاند لگا دیئے۔ آگے چل کر حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ، خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ، خواجہ مخدوم علی احمد صابر کلیریؒ، حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ اور سید محمد گیسو درازؒ بالترتیب اس سلسلہ کے گوہرہائے گرانمایہ شمار ہوئے

اُنہوں نے نہ صرف برِصغیر میں بلکہ برِصغیر سے باہر بھی عرفانِ چشتیہ کو پھیلا دیا۔ اِس طرح خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ہندوستان تشریف لانا ایک زبردست رُوحانی اور سماجی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہُوا۔ جو حضرت چراغ دہلویؒ پر آکر ختم ہو گیا۔ اُن کا وصال درحقیقت چشتیہ سلسلہ کے دورِ اوّل کا خاتمہ تھا۔ ؎

چنانچہ دینی، عرفانی، تبلیغی، تربیتی اور اصلاحی خدمات کے اعتبار سے سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کے دو ادوار نہایت اہمیت کے حامل ہیں:

دورِ اوّل: خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ تک۔

دورِ ثانی: شاہ کلیم اللہ شاہ جہان آبادیؒ سے خواجہ شمس الدین چشتی سیالویؒ تک۔

حضرت چراغ دہلویؒ کے بعد چشتیہ سلسلہ کا مرکزی نظام درہم برہم ہو گیا تھا اور صوبوں میں مرکز سے غیر متعلق خانقاہیں قائم ہو گئی تھیں۔ اگرچہ سید گیسو درازؒ حضرت نور قطب عالمؒ، علامہ کمال الدینؒ اور دیگر مشاہیر نے سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت میں بڑی جد و جہد کی تھی لیکن سلسلہ کو ایک "کل ہند ادارہ" کی حیثیت سے زندہ نہ کر سکے۔ ؎

شاہ کلیم اللہؒ کو سلسلہ چشتیہ کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت اور عظمت اسلئے حاصل ہے کہ ان کے زمانے سے چشتیہ کا دورِ تجدید و احیاء شروع ہُوا۔ اُنہوں نے اِس سلسلہ کے بے ترتیب نظام میں دوبارہ باقاعدگی پیدا کی اور متقدمین صُوفیاء کی نہج پر تبلیغِ اسلام، اصلاحِ اخلاق اور تربیتِ باطن کا کام شروع کیا۔ انہوں نے مُلک کے دُور دراز علاقوں میں اپنے خلفاء بھیجے اور ان کے ذریعے ایک گرتی ہُوئی سوسائٹی کو انتشار اور ابتری سے بچایا۔ اُن کے خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ نے دکن میں سلسلہ چشتیہ کی نشر و اشاعت میں بے پناہ کوشش کی۔ اُن کی خانقاہ میں ہزاروں گم گشتگانِ راہِ طریقت جمع ہوتے

اور اپنی روحانی پیاس بجھاتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے فرزند اور مرید حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کو قطب وقت اور مجدّدِ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کا رتبہ حاصل ہے۔ آپ کی صحبت جادو کا اثر رکھتی تھی۔ جو شخص ایک مرتبہ آپ کی خانقاہ میں آجاتا، وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جرائم پیشہ لوگ پناہ تلاش کرنے خانقاہ میں آتے اور ولی بن کر نکلتے۔ خواجہ نور محمد مہارویؒ، حضرت مولانا فخر الدینؒ کے محبوب ترین خلفاء میں سے تھے۔

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اپنے مرشد حضرت مولانا صاحبؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کے بعد کم و بیش ستائیس اٹھائیس سال تک ان کی خدمت و صحبت میں مقیم رہے۔ حضرت مولاناؒ بھی آپ پر ایسی نظرِ کرم رکھتے تھے کہ دوسرے ارادتمند رشک کرتے تھے۔ مناقبِ فخریہ میں آپ کو حضرت مولاناؒ کا انیسِ روز و شبانہ اور ہمدم و محرمِ راز لکھا ہے۔ آپ سفر حضر میں ہر وقت حضرت مولاناؒ کے ساتھ رہتے تھے۔[1] مرشدِ طریقت نے مرید مخلص کی تربیتِ باطنی فرما کر انہیں غوثِ یگانہ اور قطبِ زمانہ کے منصب پر فائز کر کے آبائی وطن مہار شریف میں مستقر کر دیا۔ خانقاہِ مہارویہ میں ہزاروں عقیدتمند حاضر ہوتے اور کسبِ فیض کرتے۔ آپ کی مجلس ہر وقت گرم رہتی تھی۔ تکملہ سیر الاولیاء میں مرقوم ہے: "واکثر در عالمِ محفل آرائی بودند" یعنی اکثر محفل میں جلوہ افروز ہوتے تھے۔[2]

امرِ واقعہ یہ ہے کہ سرزمین پنجاب میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے سلسلۂ چشتیہ کی تبلیغ و ترویج کی جو داغ بیل ڈالی تھی اس کی آبیاری میں اس سلسلۂ عالیہ کے کسی بزرگ نے اتنی سعی نہیں کی جتنی بارھویں صدی ہجری میں حضرت قبلۂ عالمؒ نے کی۔ یہ آپؒ ہی کے چشمۂ فیض کا نتیجہ ہے کہ آج تونسہ، گولڑہ، مکھڈ، جلال پور، ملتان، چاچڑاں، کوٹ مٹھن اور احمد پور کی خانقاہیں مرجع خلائق ہیں اور لاتعداد تشنگانِ معرفت ان سرچشموں سے سیراب اور فیضیاب ہو رہے ہیں۔

مناقب المحبوبین میں اس حقیقت کا اظہار یوں کیا گیا ہے:

"پس پہلی عظیم شخصیت جس نے حضرت بابا فرید گنج شکرؒ
اور اُن کی اولاد و خلفاء کے بعد اس مُلک پر اپنا سکہ جمایا،
حضرت خواجہ نُور محمد مہاروی تھے۔ آپ کا رُوحانی فیض پنجاب
وسندھ میں اس قدر جاری ہُوا کہ ہر شہر، قصبہ اور گاؤں میں
آپ کے، اور آپ کے غلاموں کے اِس شان کے درویش
اور غلام پیدا ہو گئے کہ جن میں سے ہر ایک صاحبِ ذوق و وجد
وسماع اور صاحبِ خانقاہ تھا۔ اور جوق در جوق عُلماء کے گروہ
اُن کی خدمت میں آکر آنجناب کی خدمت اور غُلامی کا جُوا پورے
اعتقاد کے ساتھ اپنی گردن میں ڈال کر سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں
داخل ہو جاتے تھے۔" ۱۲

مؤلفِ کتاب "حضورِ قبلۂ عالمؒ احوال و مناقب" محقق ارجمند استادِ بزرگوار جناب
پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی صاحب کی نسبت اِسی سلسلۂ چشتیہ نظامیہ
فخریہ نوریہ سلیمانیہ" سے ہے اور وہ حضرت قبلۂ عالمؒ کی ذاتِ بابرکات سے اور
ان کے منتسبین، متوسلین، متعلقین اور لواحقین سے خاص عقیدت رکھتے ہیں۔
پروفیسر صاحب اس جدید دور میں اسلاف اور متقدمین کی یادگار کا درجہ رکھتے
ہیں۔ وہ ایک طرف باطنی اصلاح و تربیت کا درس دیتے ہیں تو دوسری طرف
روحانی اسلوب میں تصنیف و تالیف کے کام میں بھی سرگرمِ عمل رہتے ہیں ضعف
و کبرسنی کے باوجود انہوں نے اِن آخری چند سالوں میں سرکاری ملازمت سے
ریٹائرمنٹ کے بعد نہ صرف بیسیوں کتابیں ترتیب دی ہیں بلکہ ان کو اپنے زیرِ نگرانی
زیورِ طباعت سے بھی آراستہ فرمایا ہے۔

مناقب المحبوبین اور مخزنِ چشت جیسے ضخیم چشتیہ تذکروں کے اُردو تراجم
کر کے بطور تلخیص بھی اور مکمل صورت میں بھی اپنے قائم کردہ اِدارہ چشتیہ اکادمی
فیصل آباد کے توسط سے شائع کئے ہیں۔ رسالہ فخر الحسن کا عربی سے اُردو ترجمہ

بھی ان کے زیرِ ترتیب و انتظام ہے اور اُن کی بڑی خواہش ہے کہ وہ ان کی زندگی میں اشاعت کے مراحل طے کرے۔ تذکرہ خواجگان تونسوی اور زیرِ نظر کتاب "قبلۂ عالم۔ احوال و مناقب" ان کے گرانقدر اور پُرارزش کارنامے ہیں۔ بعض اہم چشتیہ تصانیف مثلاً تذکرہ فریدیہ اور مکتوباتِ مُرشدی کو اُنہوں نے اپنی نظرِ ثانی اور ترتیب کے ساتھ تجدید چھاپ کر کے دُور و نزدیک پہنچایا ہے۔ ماہنامہ روحانی پیغام عرصۂ دراز سے آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کی شہادت دے رہا ہے۔

پروفیسر صاحب موصوف نے فیصل آباد جیسے کاروباری، صنعتی اور مصروف ترین شہر (جو بقول خلیق قریشی تکلوں اور تکلیفوں کا شہر ہے) کے اندر اپنا حوزۂ تصوف قائم کر رکھا ہے۔ اور آپ اس میں بڑی استقامت کے ساتھ قرآن و سُنت اور سلوک و طریقت کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔ اس مقصد کی خاطر اُنہوں نے فیصل آباد میں جامعہ چشتیہ، چشتیہ اکادمی، اسلامک اکیڈمی ٹرسٹ (اسلامی مرکز) اور مکتبۃ الفوائد کی طرز پر تعلیمی، دینی، تربیتی، فلاحی اور اشاعتی ادارے قائم کر کے دین و تصوف کے ساتھ اپنی والہانہ دلبستگی کا عملی ثبوت فراہم کیا ہے۔ راقم الحروف کی اطلاع کے مطابق ان میں سے "جامعہ چشتیہ" حضرت موصوف کا خاندانی ادارہ ہے۔ چشتیہ اکادمی آپ کا ذاتی خانقاہی طرز کا تربیتی ادارہ ہے۔ اسلامک اکیڈمی ٹرسٹ آپ کے حلقۂ احباب کا مشترکہ اسلامی ورثہ ہے۔ اور مکتبۃ الفوائد آپ کے چھوٹے صاحبزادے میاں ہارون احمد چشتی کی معاونت کا نتیجہ ہے۔ ان میں سے مؤخر الذکر تینوں ادارے آج بھی آپ کے زیرِ نگرانی اور مشفقانہ راہنمائی میں بخیر و خوبی کام کر رہے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ کی شخصیتِ عالیمقام کی بدولت شہر کی رُوحانی رونق دوبالا ہے۔ روزانہ، ہفتہ وار، ماہانہ اور سالانہ محافلِ میلاد کا باقاعدہ انعقاد اور مشائخِ چشت کے عُرسوں کا اہتمام آپ کا سرمایۂ حیات ہے۔ آپ تقریر و تحریر دونوں طریقوں سے احیائے سُنت اور اشاعتِ معرفت میں کوشاں رہتے ہیں۔ فیصل آباد کے

کالجوں، یونیورسٹیوں، بڑے ہالوں، مساجد اور احباب کے دولت خانوں میں اکثر آپ کا طوطی بولتا نظر آتا ہے۔ اور آپ کی تقاریر کی صدائے بازگشت سُنی جاتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب "حضور قبلۂ عالمؒ۔ احوال و مناقب" حضرت میاں نُور جہانیاں صاحب محمُودیؒ مہاروی سجّادہ نشین درگاہِ مُعلّٰی چشتیاں شریف (پنجاب، پاکستان) کے حسب الحکم آپ نے سارے کام ترک کر کے تحریر فرمائی ہے۔ بیشتر ازیں اس موضوع پر ایک مختصر کتابچہ بھی بنام "قبلۂ عالمؒ" آپ کئی بار چھاپ کر چشتیہ اکادمی فیصل آباد کے توسط سے تقسیم کر چکے ہیں۔ کتابِ حاضر کی ترتیب و تنظیم اور مواد کی جمع آوری میں آپ نے انتہائی عرق ریزی اور جانفشانی سے کام لیا ہے۔ حضرت مہارویؒ کے ملفوظات بالخصوص گلشن ابرار، خیر الاذکار اور خلاصۃ الفوائد سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ مناقب المحبوبین اور مخزن چشت میں منقول آپ کے ملفوظات، مقالات، فرمودات، ارشادات، تعلیمات، تلقینات، حالات، واقعات، مقامات، مناقبات، کمالات اور کرامات سے بھی بعض باتیں اخذ کر کے بالاختصار درجِ کتاب کی ہیں۔ علاوہ ازیں اور بہت سی کتابیں بھی اس ضمن میں آپکے زیرِ مطالعہ رہی ہیں۔

آپ نے اس کتابِ لطیف کی تدوین کا کام برضا و رغبت بڑے شوق سے شروع کیا۔ مگر دورانِ تسوید میں آپ کی طبیعت بہت ناساز ہو گئی۔ آپ نے ناسازئ طبع کے باوجود اس کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عزمِ مصمم قائم رکھا کہ مبادا یہ کام ادھورا رہ جائے اور بزرگوں کے حضور شرمساری کا موجب بنے چونکہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کی اس شاخ سے آپ کی نسبتِ ارادت ہے اِسلئے زندگی بھر آپ کی تحقیقات و مطالعات کا خاص میدان یہی رہا ہے۔ اور آپ اِس ضمن میں بلاشبہ ایک متخصص کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ نُور محمّد مہارویؒ چشتیہ سلسلہ کی اس شاخ کے ایک سرکردہ راہنما اور عالی پایۂ پیشوا تھے، آپ نے بنظرِ غائر اُن کی تعلیماتِ صادقہ اور

ملفوظاتِ عالیہ کا مطالعہ کیا اور اُن کا نچوڑ اس کتاب میں منتقل کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ گرانقدر تصنیف آپ کی زندگی کا ماحصل شمار ہو گی۔ البتہ آپ کی بیماری اور گرانیٔ طبع کے باعث بعض مقامات پر قاری کو شاید تشنگی کا احساس ہو۔

دُعا ہے کہ اللہ کریم پروفیسر صاحب کو ہمیشہ صحت و تندرستی کی نعمت سے نوازے اور ان کی طفیل فیصل آباد کے مرکزِ چشتیہ سُلیمانیہ کو دوام بخشے۔

الٰہی بحقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الرسُول
دُعا ہم گنہ گاروں کی کر قبول!

## حواشی

۱۔ بہ تصحیح ژوکوفسکی، مؤسسہ مطبوعاتی امیر کبیر تہران، ۱۳۳۶ھ۔ش، ص ۱۶۴؛ اور ملاحظہ کیجئے: مخزنِ چشت، تالیف خواجہ امام بخش مہارویؒ، قلمی ص ۷۴-۷۵؛ مکمل اُردو ترجمہ بقلم پروفیسر افتخار احمد چشتی، چشتیہ اکادمی فیصل آباد ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۶-۱۲۷ کہ چودہ سلاسل کے نام مذکور ہیں۔

۲۔ مترجم اُردو علامہ اقبال احمد فاروقی نے مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۸۸ء کے مطبوعہ نسخہ کی مجلد پر اس طرح رقم کیا ہے۔

۳۔ شریف التواریخ، ادارۂ معارف نوشاہیہ، ۱۹۷۹ء جلد اوّل، ص ۱۴۵-۱۷۲

۴۔ اولیائے بہاولپور، مسعود حسن شہاب، اُردو اکیڈمی بہاولپور ۱۹۸۲ء، ص ۵۲-۵۴

۵۔ ترجمہ اعجاز الحق قدوسی، مرکزی اُردو بورڈ لاہور، طبع اوّل ۱۹۸۰ء، ص ۱۲۷

۶۔ تاریخ مشائخ چشت، مکتبہ عارفین کراچی، ۱۹۷۵ء، ص ۱۴۶

۷۔ تاریخ مشائخ چشت، ص ۱۴۴، ۱۸۶

۸۔ تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۶۶ - ۳۶۷

۹ تاریخ مشائخ چشت، ص ۵۲۰؛ رقعاتِ مرشدی، چشتیہ اکادمی فیصل آباد ۱۹۹۱ء، ص ۴۳

۱۰ اولیائے بہاولپور، مسعود حسن شہاب، اردو اکیڈمی بہاولپور ۱۹۸۴ء، ص ۱۱۲-۱۱۳

۱۱ تکملہ سیر الاولیاء، خواجہ گل محمدؒ، ترجمہ مسعود حسن شہاب، بہاولپور ۱۹۷۸ء، ص ۱۴۳

۱۲ حاجی نجم الدین چشتی سلیمانی، مکمل اردو ترجمہ بقلم پروفیسر افتخار احمد چشتی سلیمانی چشتیہ اکادمی فیصل آباد، ص ۲۱۸؛ اور ملاحظہ کیجئے: اولیائے بہاولپور، ص ۱۱۸-۱۱۹

۱۳ جسے آپ نے اندرون شہر اپنے ذاتی رہائشی مکان میں قائم کر رکھا ہے۔ اور اس میں تنگ دامانی کے باوجود فقرا کی خانقاہوں کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔

# پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

برِّصغیر پاکستان و ہند میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت مُسلمان بادشاہوں عُلمائے اسلام اور صوفیائے کرام کی مرہونِ منّت ہے۔ مگر انفرادی و اجتماعی زندگیوں کو قرآن و سُنّت، اُسوۂ حسنہ اور صبغتہ اللّٰہ کے رنگ میں رنگنے کا شرف صُوفیاء و مشائخ کو حاصل ہے۔

غیر مُسلموں نے ہر دور میں اسلام اور مُسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اسلامی اقدار کو مسخ یا کمزور کرنے کی کوشش کی مگر صوفیاء کرام کی رُوحانی و اخلاقی کوششوں کے سامنے اُن کا زور نہ چل سکا۔ لہٰذا ہر کربلا کے بعد اسلام زندہ ہوتا رہا۔"

"حُسن وہ جس کی سَوکن گواہی دے" ایک معروف غیر مُسلم دانشور پروفیسر گب نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف 'اسلامک کلچر' میں اِس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> "تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے کہ اسلام کے کلچر کا شدّت سے مقابلہ کیا گیا۔ لیکن بایں ہمہ وُہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ صُوفیاء کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اُس کو اِتنی قوّت و توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اُس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔"

صوفیائے کے تمام سلاسل نے اپنے اپنے انداز میں ہر مُلک میں، بالخصوص اِس مُلک میں قابلِ قدر اسلامی خدمات سرانجام دیں۔ مگر جس حُسن و خوبی سے یہ فریضہ مشائخِ چشت نے انجام دیا، اُس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسلام کی بنیاد اللّٰہ تعالیٰ جَلّ جلالہٗ کی شدید محبّت اور عشقِ رسُول صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر ہے۔ اِسی سے ادب

اور اطاعت کے مقامات حاصل ہوتے ہیں اور پھر انہیں کے وسیلہ سے ایک مومن "فَاتَّبِعُوْنِیْ" کے مقام سے آگے بڑھتا ہوا "یُحْبِبْکُمُ اللہ" کے اعلیٰ و ارفع مقام تک پہنچ جاتا ہے۔

اسلام دینِ محبت ہے اور سلسلۂ چشتیہ طریقِ محبت ہے۔ لہٰذا مشائخِ چشت نے صرف مقامِ بندگی ہی نہیں سکھایا، مقامِ عاشقی سے بھی روشناس کرایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ کے متوسلین نے نسبتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد حاصل کر لیا۔

مقامِ بندگی دیگر مقامِ عاشقی دیگر
زنوری سجدہ مے خواہی زخاکی بیش ازاں خواہی

(اقبالؒ)

پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد فاروقی دہلوی نے اپنے ایک پُر مغز مقالہ "چشتی تعلیمات اور عصرِ حاضر میں اُن کی معنویت" میں نہایت خوب صورتی کے ساتھ تعلیماتِ چشتیہ کی خدمت کی وضاحت کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"ہر سلسلہ کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں، 'طریقِ چشتیہ' کی خصوصیت سوزِ عشق ہے" اور "یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ" انہیں کی شان ہے۔"

چنانچہ انہیں صفات و کمالاتِ خصوصی کی بنا پر سلسلۂ چشتیہ کو زیادہ کامیابی و شہرت حاصل ہوئی۔

چشتیہ سلسلہ کی بنیاد تو حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈالی۔ مگر برِصغیر میں اس کی توسیع و ترقی اور ترویج و اشاعت کا کام نائب الرسول فی الہند، خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے مکمل ہوا۔ آپ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق ہندوستان میں تشریف لائے اور اجمیر شریف کو مرکز بنا کر تبلیغِ اسلام اور

توسیعِ سلسلہ کا ایسا کارنامہ سرانجام دیا جو تاریخ اسلام کا سنہری باب ہے۔

حضرت خواجہ معین الدّین چشتیؒ کے بعد اسلام اور سلسلہ کی تبلیغ و ترویج میں حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ، حضرت بابا فرید الدّین گنج شکرؒ، حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء محبوب الٰہیؒ، حضرت مولانا محمّد فخر الدّین دہلویؒ اور قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمّد مہارویؒ اور اُن کے خلفائے عظّام کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

پاکستان میں مشائخ چشت کے قافلہ سالار حضرت بابا فرید الدّین گنج شکرؒ ہیں۔ آپ نے تبلیغ اسلام، احیائے ملت، نفاذِ شریعت اور تزکیۂ نفوس کا اہم فریضہ جس مؤثر اور دلنشیں انداز میں انجام دیا، وُہ تاریخ اسلام میں زرّیں حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے، آپ نے برّصغیر کے اس حصّہ میں، جو آج پاکستان ہے۔ شریعت و طریقت کے وہ چراغ جلائے، جن کی روشنی سے آج پورا پاکستان منوّر ہے۔ یہ ایک حقیقتِ مسلّم ہے کہ پاکستان کا انتظامی مرکز اسلام آباد ہے، علمی مرکز لاہور ہے اور روحانی مرکز پاکپتن شریف ہے۔

حضرت بابا فرید الدّین گنج شکرؒ کے بعد اس خطّۂ پاک میں تعلیم کتاب، تعلیم حکمت، اور تزکیہ کا فریضہ جس شخصیتِ عظیم نے کماحقہٗ سرانجام دیا، وُہ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نُور محمّد مہارویؒ کی ذاتِ گرامی ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی تاریخ مشائخ چشت میں اس حقیقت کا یوں اعتراف کرتے ہیں؛

"حضرت شاہ نُور محمّد مہارویؒ شاہ فخر الدّین دہلویؒ کے محبوب ترین خلفاء میں سے تھے ــــــ پنجاب میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ کی تبلیغ و ترویج اُن ہی کی پُرخلوص جدّوجہد کا نتیجہ ہے۔ حضرت بابا فرید الدّین گنج شکرؒ کے بعد پنجاب میں چشتیہ سلسلہ کے کسی بزرگ نے ترویجِ سلسلہ میں اس قدر کوشش نہیں کی، جتنی اٹھارویں صدی میں حضرت شاہ نُور محمّد مہارویؒ نے کی تھی۔"

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نُور محمّد مہارویؒ نے جس دور میں مہار شریف میں اپنی

خانقاہ قائم کی، وُہ دَور مُسلمانوں کے لئے بڑا پُر خطر تھا۔ ہندوستان میں مُسلمانوں کی کئی سو سالہ حکومت اپنے آخری دموں پر تھی۔ ہندوستان میں مرہٹوں نے اور پنجاب میں سکھوں نے شورش برپا کر رکھی تھی۔ افغانستان کی مسلمان حکومت حکمرانوں کی باہمی نااتفاقی کی وجہ سے انتشار کا شکار تھی۔ انگریز ہندوستان پر مستقل قبضہ کرنے کے لئے اپنی عیارانہ چالیں چل رہے تھے۔

یہ وُہ دَور تھا جب عوام و خواص میں دینِ اسلام سے بیگانگی پیدا ہو رہی تھی۔ اسلامی قدریں پامال ہو رہی تھیں۔ بے راہ روی زندگی کے ہر شعبہ پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ نئے نئے فرقے جنم لے رہے تھے۔ عُلماء و مشائخ کا احترام اُٹھ رہا تھا۔ ایسے دَور میں مُسلمانوں کو رُوحانی دستگیری و رہنمائی کی اشد ضرورت تھی۔

اِس دَور میں ایک پنجابی کا ظہور ہُوا، جو قطبِ دوراں بھی تھے اور قبلۂ عالم بھی۔ اِس دورِ پُر فتن میں قبلۂ عالم، قُطبِ زماں، آفتابِ مُلکِ ولائیت، وارثِ مُلکِ نبوّت حضرت خواجہ نُور محمدؒ مہاروی رحمتہ اللہ علیہ نے اسلام کے احیاء اور دینی اقدار کے بقا کے لئے شب و روز ایسی بھرپُور کوشش کی کہ پھر سے ایک ایسا رُوحانی انقلاب آگیا، جس کی مثال نہیں ملتی۔

حضرت قبلۂ عالمؒ کے احوال و مناقب اور دینی و ملّی خدمات کا اعتراف و تعارف ہمارا اخلاقی فریضہ ہے۔ حیاتِ مستعار کے اِن آخری ایّام میں اِس کتاب کی ترتیب و تالیف میری ایک ایسی سعادت ہے، جو یقیناً زندگی کے اِن بقیہ دِنوں میں میرے لئے شمعِ نُور اور سفرِ آخرت کے لئے زادِ راہ ہے۔ مگر یہاں اِس حقیقت کا اعتراف کرنا میری اخلاقی فریضہ ہے کہ یہ تالیف حضرت قبلۂ عالمؒ کے احوال و مناقب پر ایک مکمل تصنیف نہیں ہے بلکہ محض ایک تعارف ہے۔

حرفِ اوّل میں ذکر کیا ہے کہ بنیادی طور پر مَیں نے جن ملفوظات سے مدد لی ہے، وُہ قدیم ترین و ثقہ ترین ہیں۔ ان ملفوظات میں سے دو یعنی گلشنِ ابرار اور مخزنِ چشت حضرت خواجہ امام بخش مہارویؒ کی تصنیف ہیں۔ خواجہ امام بخش مہارویؒ

حضرت قبلۂ عالمؒ کے پڑپوتے ہیں اور عالم بے مثال، فاضل جلیل اور صوفی کامل ہونے کے ساتھ ساتھ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ تحفۂ سیر الاولیاء، مناقب المحبوبین، خلاصتہ الفوائد اور خیر الاذکار کو حضرت قبلۂ عالمؒ کے احوال و مناقب میں سند کا درجہ حاصل ہے۔ شجرۃ الانوار پوری کوشش کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی۔ علاوہ ازیں جن ملفوظات، تالیفات اور تصنیفات سے مدد لی گئی ہے، اُن کا مختصر تذکرہ اس کتاب کے آخری باب میں کر دیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب میں حضرت قبلۂ عالمؒ کا جو تعارف پیش کیا گیا ہے وہ بھی آپ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ آپ کے مقام و مناقب کا تعارف تو وہ کرائے جو آپ کا مرتبہ دان ہو۔ درگاہِ معلّٰی کے عقیدت مندوں، حضرت قبلۂ عالمؒ کے ارادت مندوں اور آپ کے خلفائے عظام کی خانقاہوں کے عالموں اور فاضلوں میں بے شمار ایسی ہستیاں موجود ہیں جو یہ فریضہ مجھ سے بہتر سر انجام دے سکتی تھیں۔ ذرّہ نوازی و بندہ پروری کی معراج ہے کہ مخدومی و مرشدی حضرت میاں نور جہانیاں صاحب دامت برکاتہٗ نے مجھے منتخب فرمایا۔ یہ کرم نہیں تو کیا ہے؟

اِس کتاب کی ترتیب میں جن بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں نے ہر طرح سے تعاون کیا، میں اُن سب کا دلی طور پر شکر گزار ہوں۔ خاص طور پر اپنے والدین، مشائخ اور اساتذہ کا، جن کی دُعاؤں سے میں اِس قابل ہوا ہوں۔

"وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم"

مہاروی حضرات میں سے حاجی کریم بخش صاحب مہاروی، میاں عبد الصمد صاحب مہاروی اور میاں محمد اشرف صاحب نظامی نے تحریری طور پر راہ نمائی فرمائی۔ چشتی حضرات میں سے پیر محمد اجمل صاحب چشتی فاروقی نے بھی چند ملفوظات عطا کئے اور تحریری مشورے دیئے۔ خاص طور پر میاں محمد اشرف نظامی صاحب کا بے حد ممنون ہوں، جن کا تعاون اوّل تا آخر حاصل رہا۔ حضور قبلۂ عالمؓ کی

اولادِ عالی مقام کے بارے میں ایک باب گلستانِ مہاروی آپ ہی نے ترتیب دیا ہے جسے میں از خود ہرگز ترتیب نہیں دے سکتا تھا۔

برادرانِ طریقت میں سے پروفیسر ڈاکٹر عبد المجید صاحب چشتی، حاجی اصغر علی طاہر صاحب نظامی، محمد طارق ظہور صاحب چشتی اور پروفیسر محمد انور بابر صاحب چشتی نے بھی تعاون کیا۔ ڈاکٹر عبد المجید چشتی صاحب نے تو تحریر و ترتیب اور کتابت و طباعت کے جملہ مراحل میں ایسا بھرپور ساتھ دیا، جس کے بغیر یقیناً میں اس کتاب کو مکمل نہیں کر سکتا تھا۔

رفقائے محترم میں سے پروفیسر ڈاکٹر سید معین الرحمٰن صاحب، پروفیسر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید صاحب نے قلمی معاونت فرمائی۔ فرزندانِ عزیز میاں اقبال چشتی، میاں ظفر چشتی اور میاں ہارون چشتی نے بھی اپنے اپنے انداز میں ساتھ دیا۔

میں مندرجہ بالا سب حضرات و رفقاء و عزیزان کا دلی طور پر شکر گزار ہوں۔ سب کے تعاون نے مجھے حوصلہ دیا اور یہ کتاب ترتیب و کتابت و طباعت کے مراحل سے گزر کر حضرت میاں صاحب قبلہ کی خدمتِ عالیہ میں پیش ہو سکی۔

اِس کتاب کو بارہ ابواب میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شروع میں ابتدائیہ اور سب سے آخر میں ایک باب اختتامیہ کا ہے۔ چشتیہ بہشتیہ سلسلہ کی نظامی فخری شاخ کا تعارف پہلے باب میں پیش کیا گیا ہے جبکہ دوسرے باب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مولانا فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک اکابرینِ سلسلہ کے مختصر احوال ہیں. قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی اوائل زندگی تیسرے باب میں اور روحانی تربیت چوتھے باب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ آپ کے احوال پانچویں باب کی زینت بنے جبکہ چھٹے باب میں آپ کے ارشاداتِ عالیہ درج ہیں جنہیں تین مستند کتابوں سے لیا گیا ہے۔ کرامات کا مختصر ذکر ساتویں باب میں ہے۔ آخری ایام، علالت اور وصال آٹھویں باب کے شروع میں بیان کیے

گئے ہیں۔ جبکہ باقی چونتیس ۳۴ صفحوں پر آپ کی اولاد امجاد کا ذکرِ خیر ہے۔ خلفاء ذی احتشام نویں باب کی زینت بنے جبکہ دسواں باب درگاہِ معلّیٰ کے احوال بشمول تبرّکات ومکتوبات کیلئے مختص کیا گیا۔ منظوم شجرہ ہائے طریقت اور منظوم مناقب کو گیارھویں باب میں جمع کر دیا گیا ہے اور آخری باب میں ان کتابوں کے کوائف پیش کئے گئے ہیں جن میں صاحبِ تذکرہؒ کے احوال ومناقب درج کئے گئے ہیں۔ آئینۂ ایام۔ ماہ وسال اختتامیہ میں دیا گیا ہے۔

آخر میں ایک بار پھر اعتراف کرتا ہوں کہ میں اس کتاب کو ہرگز ہرگز مکمل نہ کر پاتا اگر مخدومی ومرشدی حضرت میاں نور جہانیاں صاحب دامت برکاتہٗ کی دعائیں ہر وقت میرے شاملِ حال نہ ہوتیں۔ یہ سب آپ کی توجہ باطنی وروحانی سے ہو سکا ہے۔ یہ کتاب آپ کی آرزو، آپ کی توجہ، آپ کی راہ نمائی اور آپ کے فیضانِ نظر سے ہی مکمل ہوئی ہے۔ لہٰذا میں اسے آپ ہی کی خدمتِ عالیہ میں بصد عجز ونیاز پیش کرتا ہوں:

گر قبول افتد زہے عزّ وشرف

---

خادم الفقراء

**افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی**

عفی عنہ

کاشانۂ چشتیہ، فرحت منزل،
چنیوٹ بازار، فیصل آباد۔ پاکستان،
۱۸ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
۲۳ مارچ ۱۹۹۲ء پیر مبارک

# پہلا باب

بیشک وُہ جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور پھر وُہ اس پر
ثابت قدم بھی رہے۔ اترتے ہیں ان پر فرشتے کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو تمہارے
واسطے خوشخبری ہے اس جنّت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ دنیوی
زندگی اور آخرت دونو میں ہم تمہارے دوست ہیں۔ اس میں تمہارے واسطے
ہر وُہ چیز ہے جو تمہارا جی چاہے اور ہر وُہ شئے بھی جو تم مانگو۔ یہ میزبانی بہت
ہی بخشنے والے اور ہمیشہ رحم فرمانے والے کی طرف سے ہے۔
(حٰمٓ السجدۃ ۴۱ : ۳۰ تا ۳۲)

الٰہی تا بود خورشید و ماہی

چراغِ چشتیاں را روشنائی

# سلسلۂ چشتیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## صراطِ مستقیم

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بہتر مخلوق انسان ہے اور انسانوں میں سب سے افضل انبیاء و رُسل ہیں۔ تمام نبیوں اور رسولوں میں سب سے افضل سید الکونین، رسول الثقلین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین، احمدِ مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ اسلام اللہ کا آخری دین ہے۔ قرآن پاک اللہ کی آخری کتاب ہے اور ہم اللہ کی آخری اُمت ہیں۔

اُو رُسل را ختم ما اقوام مارا
(اقبالؒ)

قرآن پاک کی پہلی سورت الفاتحہ میں ہے:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ"

اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو انعام کیا۔

سورۃ النساء میں انعام یافتہ لوگوں کی وضاحت فرمائی ہے۔ ارشاد ہے:

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝"

"اور جو اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاءؑ اور صدیقین اور شہداؑ اور صالحین۔ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔"

صراطِ مستقیم ایک ہی ہوتا ہے۔ دو کبھی نہیں ہوتے۔ سیدھا راستہ ایک ہی ہوتا ہے۔ باقی سب ٹیڑھے راستے ہوتے ہیں (جس طرح خطِ مستقیم ایک ہی ہوتا ہے اور باقی سب خطوطِ منحنی۔ یعنی ٹیڑھے خط)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا راستہ ہی، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے مطابق صراطِ مستقیم ہے۔ اور پھر اسلام میں صدیقین، شہدا اور صالحین بھی اسی سیدھے راستے پر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ"

(میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ تم جس کی بھی پیروی کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔)

**خرقۂ خلافت** ۔ مخزنِ چشت میں ہے کہ صوفیاء کے چاروں سلاسل چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ کا اصل سرچشمہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ سلسلۂ نقشبندیہ البتہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاری ہوا۔ لیکن یہ سلسلہ بھی حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پیوست ہو جاتا ہے۔

مخزنِ چشت میں بحوالہ راحت القلوب، سیر الاولیا، فوائد الفواد، اور دیگر ملفوظات مرقوم ہے کہ شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ معراج سے واپس تشریف لانے کے بعد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چاروں اصحاب خاص رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے مجھے یہ خرقۂ خلافت ملا ہے۔ یہ تم میں سے کسی کو دینا چاہتا ہوں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "یہ خرقہ اگر تمہیں دے دوں تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ "میں صدق اختیار کروں گا"، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ "میں عدل کروں گا"، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ "میں سخاوت کروں گا" بعد ازاں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ "اگر یہ خرقہ تمہیں مل جائے تو تم کیا کرو گے؟" آپ نے جواب دیا کہ "میں پردہ پوشی اختیار کروں گا" چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خرقۂ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ "مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا تھا کہ جو شخص یہ جواب دے، یہ خرقہ اس کے حوالے کرنا۔ یوں خرقۂ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔

## کلاہِ چہار ترکی

افضل الفوائد میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے چار کلاہ لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چاروں اصحاب رضی اللہ عنہم کو ایک ایک کلاہ عطا فرمائی اور فرمایا کہ "تم چاروں کو خلافتِ الٰہی مبارک ہو"۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو کلاہ عطا کی گئی وہ کلاہِ چہار ترکی تھی۔

خزینۃ الاصفیا (مرتبہ مفتی غلام سرور لاہوری) میں ہے کہ کلاہِ چار ترکی سے مراد چار ترک کی کلاہ ہے اور چار ترک یہ ہیں۔ اوّل ترکِ دُنیا۔ دوم ترکِ عُقبیٰ، (یعنی سوائے ذاتِ حق کے اور کوئی مقصود نہ رہے۔) سوم کھانا اور سونا ترک کرنا مگر اس قدر جو ضرورت کے لئے کافی ہو۔ چہارم خواہشِ نفس کو ترک کرنا۔ یعنی جو نفس کہے، اس کی مخالفت کی جائے۔ جو شخص ان چاروں چیزوں کو ترک کر لیتا ہے وہ کلاہِ چار ترکی پہننے کا حقدار ہے۔

اُردو ترجمہ تکملہ سیر الاولیاء میں ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے جس وقت حضرت خواجہ معین الدین سنجریؒ کو بیعت کیا تو آپ کے سر پر کلاہِ چہار ترکی رکھی اور فرمایا "یہ کلاہِ چہار ترکی جو تمہارے سر پر رکھی گئی ہے اس سے مراد چار ترک ہیں۔ اوّل اہلِ دُنیا سے متنفر رہو۔ دوسرے ہوا و حرص سے دُور رہو۔ تیسرے جو دِل چاہے اس کے برعکس کرو۔ چوتھے رات کو سونے کی بجائے عبادت میں مشغول رہو۔ اگر یہ چیزیں ترک نہ ہوئیں تو "کلاہِ چہار ترکی" کے سزاوار نہیں ہو سکے۔

مناقب المحبوبین میں ہے کہ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمدؒ مہارویؒ نے فرمایا کہ چار ترک سے مُراد ہے "قلتِ طعام۔ قلتِ نوم، قلتِ کلام اور قلتِ صحبت مع الانام۔ یہ چار ترک اختیار کرنے والا "کلاہِ چہار ترکی" کا حق دار ہے۔

## خلافت کبریٰ

مطلوب الطالبین میں ہے کہ خلافتِ کبریٰ حضرت علیؓ کو ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تھا کہ اسرارِ باطنی طلبِ صادق کے بغیر کسی کے حوالے نہ کریں۔ کافی عرصہ گزر گیا۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال میں تھے کہ شاید یہ اسرارِ باطنی کی نعمت مجھے اپنے ساتھ ہی لے جانی پڑے کہ اتنے میں حضرت علیؓ تشریف لائے۔

ہُوا یہ کہ اُسی دِن حضرت علیؓ پر غیب سے یہ ظاہر ہُوا کہ ہم لوگ شریعت کے احکام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرتے ہیں۔ یعنی ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علمِ ظاہر ملا ہے، علمِ باطن نہیں ملا۔ حالانکہ باطن کے معاملات میں بھی ہم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت واجب ہے۔ حضرت علیؓ کمالِ صدق سے فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اے علی مجھے اللہ کی طرف سے حکم ہُوا ہے کہ ولائیت کے اسرار و رموز اسی شخص کو بتلاؤں جو اس معاملہ میں پُختہ و مخلص و صادق ہو۔ الحمدُ للہ کہ تم آ گئے۔ یہ نعمتِ باطنی تمہارے مقدر

میں تھی۔" چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسرارِ باطنی یعنی ولایت کے اسرار حضرت علیؓ کو ارشاد فرمائے اور حکم دیا کہ یہ سلسلۂ طریقت (شریعت اسرارِ ظاہری کا نام ہے اور طریقت اسرارِ باطنی کا نام) سینہ بہ سینہ تا قیامت جاری رہنا چاہیئے۔ حضرت علیؓ نے یہ خلافتِ کبریٰ اور ولایتِ عظمیٰ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو عطا فرمائی۔ جہاں سے یہ سینہ بہ سینہ آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ جب تک دُنیا میں ایک بھی ولی موجود ہے قیامت نہیں آئے گی۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغِ چشتیاں را روشنائی

**سلسلہ چشتیہ بہشتیہ**:- سیر الاولیاء میں ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ حضرت علیؓ نے انہیں خرقہ عنایت فرمایا تھا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات میں عطا ہوا تھا۔ آپ سے یہ نعمت ولایت سینہ بہ سینہ بہر سلسلۂ چشتیاں حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتیؒ تک پہنچی۔ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتیؒ پہلے بزرگ ہیں جن کے نام کے ساتھ چشتی لکھا گیا ہے۔

خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ جب حضرت خواجہ اسحاق شامیؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ کی خانقاہِ عالیہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟" عرض کیا "ابواسحاق شامیؒ"۔ فرمایا "آج سے لوگ تم سے ہدایت پائیں گے اور ہر وہ شخص جو تیرے سلسلۂ ارادت میں داخل ہوگا، اُس کو قیامت تک چشتی کہہ کر پکاریں گے۔"

بعد ازاں حضرت خواجہ دینوریؒ نے خواجہ ابواسحاق چشتیؒ کو تبلیغ دین کیلئے چشت روانہ کر دیا جہاں انہوں نے ایک عظیم الشان سلسلہ کی بنیاد ڈالی اور شب و روز کی ریاضت و محنت سے چشت کو ایک عالمی روحانی مرکز بنا کر

چشت شریف بنا دیا۔ چشت شریف سے یہ نعمت سینہ بہ سینہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ تک پہنچی اور اُن سے خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے سینۂ مبارک میں منتقل ہوئی۔

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کو الہام غیبی سے معلوم ہوا کہ سلسلۂ چشتیہ میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا وجودِ مسعود اہلِ سلسلہ کے لئے نجات کا موجب ہوگا۔ اُس شخص کی علامت یہ ہوگی کہ ایک وقت اُس پہ ایک خاص قسم کی استغراقی حالت طاری ہوگی اور اس حالت کی نشان دہی بھی کر دی۔

چنانچہ حضرت عثمان ہارونیؒ مدت تک تلاش میں رہے مگر ان کے مریدوں اور دوستوں میں وہ صورت نظر نہ آئی۔ انہوں نے اپنے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کو وصیت فرمائی کہ اگر ان کے مریدوں اور دوستوں میں ایسی صورت و علامت نظر آئے تو اُن سے تمام اہلِ سلسلہ کے حسنِ خاتمہ کے لئے دُعائے خیر کرائیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنی زندگی میں وہ صورت نہ دیکھی تو اُنہوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو وصیت کی۔ یہاں تک کہ سلسلہ بہ سلسلہ یہ وصیت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ تک پہنچی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بھی اُس صورت کی تلاش میں تھے کہ ایک دن حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کو حوض کے کنارے بیٹھے دیکھا۔ اُن کے دونوں پاؤں پانی میں تھے، استغراق کا عالم تھا اور وہی علامات اُن پر وارد تھیں، جن کی نشان دہی کی گئی تھی۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے جونہی وہی علامات دیکھیں، حضرت چراغ دہلیؒ کی طرف اتنی جلدی بھاگے کہ دوسرے کنارے سے کپڑوں سمیت حوض میں داخل ہو گئے اور خواجہ نصیر الدینؒ کے پاؤں پکڑ لئے۔

خواجہ نصیر الدینؒ جب قدرے ہوش میں آئے اور اپنے شیخ و مرشد کو اپنے پاؤں پکڑے دیکھا تو پاؤں کھینچنے چاہے۔ حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ کام از خود نہیں کیا۔ بلکہ ہمیں حضرات خواجگان چشتؒ سے یہ وصیت پہنچی ہے۔ میں نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ سلسلہ چشتیہ میں داخل ہونے والوں (از اوّل تا آخر) کے لئے حُسنِ خاتمہ، نجات اُخروی اور رضائے خداوندی کی دُعا نہ کریں۔ پس اُنہوں نے دُعا کی۔ اس سلسلہ کو سلسلۂ چشتیہ بہشتیہ کہنے کی وجہ تسمیہ یہی ہے۔

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی مرتضیٰؓ، خواجہ حسن بصریؒ، خواجہ ابو اسحاق شامی چشتیؒ اور خواجہ عثمان ہارونیؒ سے سینہ بہ سینہ یہ نعمتِ ولایت حضرت خواجۂ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتیؒ تک پہنچی۔ آپ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق ۵۶۱ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور اجمیر شریف کو مرکز رشد و ہدایت بنا کر تبلیغ اسلام، احیاء ملّت، اعلاءِ کلمۃ الحق، نفاذِ شریعت، تعلیم مکارمِ اخلاق اور تزکیۂ نفوس کا اہم فریضہ اتنے دِل نشین انداز میں ادا کیا کہ ہندوستان کی کایا ہی پلٹ گئی۔

صاحبِ سیر الاولیاء نے آپ کو "نائب الرّسول فی الہند" لکھا ہے۔ اور واقعی آپ نے اس لقب و مقام کا حق ادا کر دیا۔ لاکھوں غیر مسلم آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام لائے۔ آپ کی نظرِ مبارک جس فاسق پر پڑ جاتی، وُہ تائب ہو جاتا اور پھر کبھی گناہ کے قریب نہ جاتا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ "جو مرید میرا اور میرے مرید کا مرید ہو گا اور قیامت کے دن از روئے شجرہ میرے پاس پہنچے گا، میں اُس وقت تک بہشت میں قدم نہ رکھوں گا، جب تک اُسے اپنے ہمراہ نہیں لے جاؤں گا۔"

آپ ہی کی دُعا اور توجہ باطنی سے شہاب الدین غوری نے غزنی سے آکر رائے پتھورا کو زندہ گرفتار کیا۔ حضرت خواجۂ بزرگؒ کا یہ قولِ مبارک تمام اہم

ملفوظات میں موجود ہے کہ آپ نے فرمایا تھا :

"پتھورا زندہ گرفتیم و دادیم بہ لشکرِ اسلام"

اِسی تاریخ سے ہندوستان میں اشاعتِ اسلام کا آغاز ہوا۔ اِسی دِن سے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ دی گئی۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے اُس دِن سے لیکر زوالِ مغلیہ تک کئی سو برس ہندوستان پر حکومت کی۔ درحقیقت یہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدّین چشتیؒ کا ہی احسان ہے کہ اِس ملک میں مُسلمانوں کو مملکتِ بادشاہی بھی ملی اور مملکتِ ولایت بھی۔ عصرِ حاضر میں مملکتِ پاکستان بھی بہ فیضانِ خواجۂ بزرگ "خواجگانِ چشتیہ" قائم ہوئی ہے اور قائم رہے گی۔ اِنشاءاللہ تعالیٰ

اجمیر شریف سے یہ نعمت دہلی شریف منتقل ہوئی۔ آپ کے خلیفۂ مجاز و قائم مقام حضرت خواجہ قطبُ الدّین بختیار کاکیؒ نے دہلی شریف کو مرکز بناکر رشد و ہدایت کا جو مثالی نظام قائم کیا، اُس کے بارے میں تاریخ مشائخ چشت میں مرقوم ہے کہ :

"قطب صاحبؒ کا دہلی میں قیام چشتیہ سلسلہ کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا۔ دہلی اب اسلامی ہند کا قلب و جگر بن چکی تھی۔ وُہ تمام عناصر جو آئندہ صدی میں مُسلمانوں کی دینی اور ثقافتی زندگی پر اثر انداز ہونے والے تھے، یہاں موجود تھے۔ ان ہی میں سے چشتیہ سلسلہ کی تحریک کو کامیاب بنانے کا سامان فراہم کرنا تھا۔ قطب صاحبؒ نے دارالسلطنت کے مہلک اثرات سے اپنا دامن بچا لیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہاں کے حالات سے پُورا فائدہ اُٹھایا اور تصوّف کے خیالات ہر طبقہ کے کانوں تک پہنچا دیئے۔"

دہلی شریف سے یہ نعمت پاکپتن شریف منتقل ہوئی۔ حضرت خواجہ قُطب الدّین

بختیار کاکیؒ کے خلفاء میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کا بلند ترین مقام ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا: "بابا قطب الدین شاہبازے عظیم در دام آوردکہ بجز سدرۃ المنتہیٰ آشیانہ نمے گیرد۔" انہوں نے پاکپتن شریف کو مرکز بنا کر رشد و ہدایت، تبلیغ دین اور اشاعت سلسلہ کا ایسا مؤثر نظام اصلاح و تربیت قائم کیا، جو تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے تو بھی کم ہے۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے خلفاء میں دو خلفاء خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ پہلے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ اور دوسرے حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیریؒ۔ تکملہ سیرالاولیاء میں ہے کہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے خواجہ نظام الدینؒ کے بارے میں فرمایا کہ "ہمارے خانوادے میں مشائخ کرام مدت سے ایک محبوبِ الٰہی کی بشارت دیتے آئے ہیں۔ اور مجھے نظام الدین میں شانِ محبوبیت کا جلوہ نظر آیا ہے۔" حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ نے دہلی شریف کو مرکز بنا کر اِس سلسلہ کو معراجِ کمال تک پہنچا دیا۔

تاریخ فیروز شاہی میں مرقوم ہے کہ

"خداوند تعالیٰ نے شیخ نظام الدینؒ کو پچھلی صدیوں میں
شیخ جنیدؒ اور شیخ بایزیدؒ کے مثل پیدا کیا تھا۔"

امیر خسروؒ اُن کی شان میں یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

بر درِ او ہر کہ ارادت نمود!
زندۂ جاوید شد ار مُردہ بود!

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے بعد یہ نعمت سلسلہ بہ سلسلہ محب النبی حضرت مولانا فخرالدین دہلویؒ تک پہنچی۔ آپ جب اورنگ آباد سے ہجرت کر کے دہلی میں مستقل طور پر مقیم ہو گئے تو یہاں ایک دینی مدرسہ اور روحانی خانقاہ کی ایسی بنیاد رکھی کہ دہلی ایک بار پھر مرکزِ رشد و ہدایت بن گیا

اُنہوں نے چشتیہ سلسلہ کو نئی زندگی بخشی اور مُلک کے گوشہ گوشہ میں اپنے خلفاء بھیج کر ہر جگہ درس و تدریس اور رشد و ہدایت کے مراکز قائم کرائے۔ آپ یقینی طور پر سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے مجدّد ہیں۔

حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کے خلفاء میں حضرت خواجہ نورِ محمد مہارویؒ شاہ نیاز احمد بریلویؒ اور مولانا ضیاء الدین جے پوریؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ البتہ حضرت خواجہ نورِ محمّد مہارویؒ کا ایک خاص ہی مقام ہے۔ حضرت مولانا ضیاء الدین جے پوریؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ

"ہم جیسے مُریدوں نے سخت محنت و مجاہدہ سے نعمت حاصل کی۔ مگر حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنی نعمتِ خاص خواجہ نورِ محمّد مہارویؒ کو خود عطا فرمائی اور وہی حضرت مولانا صاحبؒ کے قائم مقام ہیں"

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نورِ محمّد مہارویؒ نے ہندوستان کے ہر گوشہ میں خاص طور پر شمالی ہند میں اور خاص الخاص طور پر مُلک کے اُس حصّہ میں جسے آج پاکستان بننے کا شرف حاصل ہے۔ چشتیہ سلسلہ کو مقامِ عروج تک پہنچا دیا۔ چشتیاں شریف، حاجی پور شریف، تونسہ شریف، کوٹ مٹھن شریف، چاچڑاں شریف، مُلتان شریف، بہاول پور شریف، خیر پور شریف، توگیرہ شریف نیز مکھڈ شریف، کلاچی شریف، سیال شریف، گولڑہ شریف، جلال پور شریف گڑھی شریف، مرولہ شریف، میرا شریف، چاچڑ شریف، بھیرہ شریف اور دیگر تمام مقامات کی چشتیہ خانقاہوں کے چراغ حضرت قبلۂ عالمؒ کے ذریعے ہی روشن ہوئے۔ بقول صاحبِ مناقب المحبوبین،

"پنجاب، سندھ، بہاولپور، سرحد، بلوچستان اور افغانستان میں ہر جگہ ان کے خلفاء نے خانقاہیں قائم کیں اور حالت یہ ہو گئی کہ دوسرے تمام سلسلوں کی رونق چشتیہ سلسلہ کے سامنے

اس طرح گم ہوگئی جیسے آفتاب کے سامنے ستاروں اور
چراغوں کا نور گم ہوجاتا ہے۔"

برزمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

---

اے نبی (مکرم)! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے
والا بنا کر، اللہ کی اجازت سے اس کی جانب دعوت دینے والا بنا کر،
اور روشن کرنے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔

(الاحزاب ۳۳ : ۴۶ - ۴۵)

# فیوضِ سلاسل

سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے مشائخ کرام کو اپنے سلسلہ کے علاوہ دیگر تین سلاسلِ عالیہ نقشبندیہ، قادریہ اور سہروردیہ کا فیض بھی حاصل ہے۔ اسی نسبت سے ہمارے مشائخ چاروں سلسلوں میں خلافت بھی دیتے تھے۔ دوسرے سلاسل کا فیض جن مشائخ سے پہنچا، اُن کے اسمائے گرامی تحریر کئے جا رہے ہیں۔

(۱)

سلسلہ نقشبندیہ کا فیض حضرت شیخ امیرِ محترم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے سلسلہ میں حضرت خواجہ شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ کو پہنچا۔

(۲)

سلسلہ قادریہ کا فیض حضرت شیخ محمد غیاث نور بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ سے ہمارے سلسلہ میں شیخ الاتقیاء حضرت شیخ حسن محمد رحمتہ اللہ علیہ کو پہنچا

(۳)

سلسلہ سہروردیہ کا فیض حضرت شیخ قادن رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے سلسلہ میں حضرت خواجہ شیخ محمود راجن رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا۔

---

# القابِ مشائخِ چشت

مناقب المحبوبین، گلشن ابرار اور خیر الاذکار میں مرقوم ہے کہ ایک دن مولوی محمد گہلوی (صاحب خیر الاذکار) سلسلۂ چشتیہ ہاتھ میں لے کر حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ القاب مشائخ کے بارے میں کچھ شکوک ہیں، براہِ کرم رفع فرما دیں، تاکہ تسلی ہو جائے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے مشائخ چشت کے اسماء و القابات کے بارے میں یوں وضاحت فرمائی

## حضرت خواجہ قدوۃ الحق والدین بن فرسافہ چشتیؒ

فرمایا کہ واقعی نفحات الانس کے حاشیہ پر لفظ فرسافہ کے بارے میں مُلّا عبد الغفور لاہوری نے لکھا ہے کہ لفظ فرسافہ ف اوّل کی زبر، ر کی زیر، س مہملہ ساکن، نون استادہ یعنی کھڑا اور آخر میں ف کے ساتھ تحقیق شدہ ہے۔ لیکن مجھے حضرت مولانا صاحبؒ سے ف کی زیر، ر مہملہ کی زیر، س معجمہ ساکن، اوپر نقطوں والی ت فوقانیہ مثنیات اور آخر میں ف، بطور سند پہنچا ہے۔ اور بعض اس لفظ کے آخری حرف ف کو ق سے بدل دیتے ہیں۔ مگر میرے لئے وہی لفظ ممتاز ہے اور مستند بھی جو میں نے اپنے شیخ و مرشدؒ سے سنا ہے۔

## حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ

فرمایا لفظ دینوری خواجہ ممشادؒ کا لقب ہے۔ یہ د مہملہ کی زیر اور ن کی زبر کے ساتھ ہے۔ نہ کہ د کی زبر اور ن کی پیش کے ساتھ۔

# حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ

فرمایا کہ لفظ ہارونی ہا اور رَ کی زبر کے ساتھ ہے۔ ہارون دو زبروں کے ساتھ خواجہ عثمانؒ کا مولد ہے، جو ولایت عراق میں نیشاپور کے نواح میں واقع ہے۔ فرمایا کہ رُ کی پیش اور وْ ساکن کے ساتھ غلط العوام ہے۔

# خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدّین چشتیؒ

فرمایا کہ منتخب اللغات میں اس طرح آیا ہے کہ سنجر ایک شہر کا نام ہے جو موصل سے تین دن کی راہ پر ہے اور سلطان سنجر کا مولد ہے۔ ملفوظات مشائخ میں لکھا ہے کہ سنجار عراق کے ایک قصبہ کا نام ہے، جو بغداد شریف سے سات دن کے راستہ پر ہے۔ اور سنجری اس قصبہ کی نسبت سے ہے اس لئے کہ حضرت خواجہ معین الدّین چشتیؒ کے والدِ بزرگوار حضرت سیّد حسنؒ کا وطن ہے۔

# حضرت خواجہ قطبُ الدّین بختیار کاکی چشتیؒ

حضرت خواجہ قطبُ الدّینؒ کے القابات وکیل الباب، بختیار، اوشی اور کاکی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ وکیل الباب کے معنی عام ہیں۔ یعنی باب علم کا وکیل، بابِ رحمت کا وکیل، بابِ جنّت کا وکیل اور فلاح و کامرانی کے باب کا وکیل۔ اُوشی ہمزہ (الف) کی پیش کے ساتھ ہے۔ اوش ایک شہر ہے جو ولائت ماوراُالنہر میں ہے اور آپ کا مولد و مسکن ہے۔ بختیار آپ کا اصلی نام ہے یا لقب ہے۔ کاکی اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی کرامت سے آپ کی اہلیہ محترمہ ضرورت کے وقت مہمانوں اور اہلِ خانہ کے لئے گھر کی ایک

مخصوص جگہ سے روٹیاں وصول کر لیتیں۔ جو گرم بھی ہوتیں اور باریک و نرم بھی۔ کاک باریک روٹی کو کہتے ہیں۔ لہٰذا آپ کو کاکی بھی کہا جاتا ہے۔

## حضرت بابا فریدُ الدّین گنج شکرؒ

فرمایا کہ پاکپتن کا اصل نام اَجودھن ہے۔ حضرت بابا فرید الدینؒ نے جب وہاں خانقاہ قائم کی تو ہر طرف سے عُلماء و مشائخ کی آمدورفت شروع ہو گئی۔ بعد میں جب آپ کا مزارِ پُرانوار بھی وہیں بن گیا اور اہل اللہ کا کثرت سے ورود ہونے لگا تو اس شہر کا نام پاک پتن میں بدل گیا۔

حضرت بابا صاحبؒ کے القاب "گنج شکر و شکر بار" کے بارے میں فرمایا کہ کتب ملفوظات میں مختلف روایات موجود ہیں۔ البتہ ملا عبدالغفور خواہر زادہ حضرت مولانا جامیؒ نے لکھا ہے کہ "سات دن گزر گئے تھے اور حضرت بابا فریدؒ نے افطار نہیں کیا تھا۔ اسی کمالِ فاقہ و بھوک کی حالت میں حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ نعلین چوبیں آپ کے پاؤں میں تھیں۔ اتفاقاً آپ کا پاؤں پھسلا اور زمین پر گر پڑے۔ اللہ اللہ اللہ کا ذکر آپ کی زبان پر جاری تھا۔ زمین پر گرتے وقت کچھ مٹی آپ کے مُنہ میں چلی گئی۔ وُہ تمام کی تمام شکر بن گئی۔ جب وہاں سے اُٹھ کر اپنے پیر و مُرشد کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے فرمایا:

"اے فریدُ الدّین مسعود عجب نہیں کہ خداوند کریم تیرے وجود کو گنج شکر کر دے اور وُہ ہمیشہ شیریں رہے"

اس روز کے بعد جو کوئی بھی آپ کو دیکھتا یا آپ کسی جگہ بھی تشریف لے جاتے تو لوگ کہتے کہ حضرت گنج شکرؒ تشریف لا رہے ہیں۔

## حضرت خواجہ نظامُ الدّین اولیا بدایوُنی دہلویؒ

فرمایا کہ بدآیوں باءِ موحدہ کی زبر اور واؤ کی پیش کے ساتھ ہندوستان

میں واقع ایک شہر کا نام ہے، جو آپ کا مولد تھا۔ اِس لئے آپ کو بدایونی بھی لکھا جاتا ہے۔ (مخزنِ چشت میں ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد بخارا سے لاہور اور پھر لاہور سے بدایوں آ گئے، جو اُس دور کے مسلمانوں میں قابلِ احترام شہر شمار ہوتا تھا۔)

## حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی اودھی چشتیؒ

فرمایا کہ اَوَدھ فتح ہمزہ، وَ کی زبر اور دؔ مہملہ کے ساتھ ایک شہر کا نام ہے، جو دہلی کے قریب واقع ہے۔

فرمایا کہ چراغ دہلی کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بھی کئی روایات ہیں۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کا خادم تیل کی کمی کی وجہ سے ایک چراغ لئے جا رہا تھا۔ حضرت چراغِ دہلیؒ نے فرمایا کہ تیل کی بجائے اس میں پانی ڈال دو۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ پس وُہ چراغ اُس پانی سے بھی تیل کی طرح روشن ہو گیا۔

فرمایا کہ دوسری وجہ یہ بھی مذکور ہے کہ ایک دفعہ حضرت سُلطان المشائخؒ نے آپ کو چراغ کے لقب سے ملقب فرمایا کہ چراغ کی پُشت نہیں ہُوا کرتی بلکہ تمام طرف رُخ ہی رُخ ہوتا ہے۔

فرمایا کہ خواجہ مودود چشتیؒ حضرت خواجہ ابو یُوسف چشتیؒ کے فرزند ہیں۔ وُہ خواجہ ابو محمد چشتیؒ کے خواہر زادہ ہیں۔ اور وُہ خواجہ ابو احمد چشتیؒ کے فرزند ہیں۔

فرمایا کہ خواجہ ابو اسحاق شامی چشتیؒ کو چشتی اس لئے کہتے ہیں کہ آپ سلسلۂ چشتیہ کے سرتاج و سرِ سلسلہ ہیں۔ ویسے وُہ مُلک شام کے رہنے والے ہیں۔

فرمایا کہ حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ حضرت شیخ محمدؒ کے پوتے ہیں اور یہ نعمت فرزند کو نصیب نہ ہوئی پوتے کو نصیب ہو گئی۔

اور حضرت شیخ محمدؒ حضرت شیخ حسن محمدؒ کے فرزند ہیں۔ اِسی طرح شیخ

حسن محمد رح، شیخ جمال الدین رح اور شیخ محمود رح ایک دوسرے کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہیں۔

اور آخر میں فرمایا کہ حضرت شیخ سراج الحق والدین رح سے لے کر حضرت شیخ محمد رح تک سب پیرانِ عظام کے مزاراتِ متبرکہ گجرات جنوبی (بھارت) میں واقع ہیں۔

---

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے رستے دکھادیں گے۔ اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

(العنکبوت : ۶۹)

# حضرت قبلۂ عالمؒ کا سلسلہ شجرۂ طریقت

## سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ

۱- سید الکونین رسول الثقلین حضرت خواجہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
۲- مدینۃ العلوم والمطالب امیر المومنین حضرت خواجہ علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
۳- شیخ المشائخ حضرت خواجہ حسن بصری انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴- شیخ المشائخ حضرت خواجہ عبدالواحد ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵- شیخ المشائخ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶- شیخ المشائخ حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۷- شیخ المشائخ حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۸- شیخ المشائخ حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۹- شیخ المشائخ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۰- شیخ المشائخ سرِ سلسلہ چشتیاں حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۱- شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابو احمد ابدال ابن فرسنافہ چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۲- شیخ المشائخ حضرت خواجہ ناصر الدین ابو محمد ابن ابو احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۳- شیخ المشائخ حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۴- شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۵- شیخ المشائخ حضرت خواجہ مخدوم حاجی شریف زندنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۶- شیخ المشائخ مقتدائے اہلِ عرفان حضرت خواجہ عثمان ہرونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۷- شیخ المشائخ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۸- شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۹- شیخ المشائخ حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر چشتی اجودہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۰۔ شیخ المشائخ محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین چشتی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۱۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۲۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ کمال الدین علامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۳۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ سراج الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۴۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ علم الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۵۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ محمود راجن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۶۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ جمال الدین جمن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۷۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ حسن محمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۸۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ محمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۹۔ شیخ المشائخ قطب المدینہ حضرت خواجہ شیخ یحییٰ مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۰۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۱۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۲۔ شیخ المشائخ محبُ النبی حضرت خواجہ مولانا فخر الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۳۔ شیخ المشائخ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ



# ایامِ وصال اور مدفن

| اسمائے گرامی | تاریخ وصال | جائے مدفن |
|---|---|---|
| ۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | ۲/۹/۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ | مدینہ طیبہ |
| ۲۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ | ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ | نجفِ اشرف |
| ۳۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ | ۴ محرم ۱۱۰ھ | بصرہ شریف |
| ۴۔ حضرت خواجہ عبد الواحد ابن زیدؒ | ۲۷ صفر ۱۷۷ھ | بصرہ شریف |
| ۵۔ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاضؒ | ۳ ربیع الاول ۱۸۷ھ | مکہ معظمہ |
| ۶۔ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخیؒ | ۲۶ جمادی الاول ۲۶۲ھ | ملک شام |
| ۷۔ حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشیؒ | ۲۴ شوال ۲۷۶ھ | بصرہ شریف |
| ۸۔ حضرت خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصریؒ | ۷ شوال ۲۸۷ھ | بصرہ شریف |
| ۹۔ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ | ۱۴ محرم الحرام ۲۹۹ھ | عکہ شریف |
| ۱۰۔ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتیؒ | ۱۴ ربیع الآخر ۳۲۹ھ | عکہ شریف |
| ۱۱۔ حضرت خواجہ ابو احمد بن فرسنافہ چشتیؒ | یکم جمادی الآخر ۳۵۵ھ | چشت شریف |
| ۱۲۔ حضرت خواجہ ابو احمد بن احمد چشتیؒ | ۴ ربیع الآخر ۴۱۱ھ | چشت شریف |

| نام | تاریخ | مقام |
|---|---|---|
| ۱۳- حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رض | ۳ رجب ۴۵۹ھ | چشت شریف |
| ۱۴- حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رض | یکم رجب ۵۲۷ھ | چشت شریف |
| ۱۵- حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رض | ۱۳ رجب ۶۱۲ھ | زندنہ شریف (نزد بخارا) |
| ۱۶- حضرت خواجہ عثمان ہارونی رض | یکم شوال ۶۱۲ھ | مکہ معظمہ |
| ۱۷- حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رض | ۶ رجب ۶۳۳ھ | اجمیر شریف |
| ۱۸- حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رض | ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ | دہلی شریف |
| ۱۹- حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رض | ۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ | پاکپتن شریف |
| ۲۰- حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رض | ۱۷ ربیع الآخر ۷۲۵ھ | دہلی شریف |
| ۲۱- حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رض | ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ | دہلی شریف |
| ۲۲- حضرت خواجہ کمال الدین علامہ رض | ۲۷ ذیقعدہ ۷۵۶ھ | دہلی شریف |
| ۲۳- حضرت خواجہ شیخ سراج الدین رض | ۲۱ جمادی الاول ۸۱۷ھ | پیران پٹن شریف (دکن) |
| ۲۴- حضرت خواجہ شیخ علم الدین رض | ۲۶ صفر ۸۲۹ھ | پیران پٹن شریف (دکن) |
| ۲۵- حضرت خواجہ شیخ محمود راجن رض | ۲۲ صفر ۹۰۰ھ | پیران پٹن شریف (دکن) |
| ۲۶- حضرت خواجہ شیخ جمال الدین جمن رض | ۲۰ ذوالحجہ ۹۴۰ھ | احمد آباد شریف (دکن) |
| ۲۷- حضرت خواجہ شیخ حسن محمد رض | ۲۸ ذوالقعدہ ۹۸۲ھ | احمد آباد شریف (دکن) |
| ۲۸- حضرت خواجہ شیخ محمد بن حسن محمد رض | ۲۹ ربیع الاول ۱۰۴۰ھ | احمد آباد شریف (دکن) |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲۹۔ حضرت خواجہ شیخ یحییٰ مدنیؒ | ۲۷ صفر ۱۱۰۱ھ | مدینہ طیبہ |
| ۳۰۔ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ | ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ | دہلی شریف |
| ۳۱۔ حضرت خواجہ شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ | ۱۲ ذوالقعدہ ۱۱۴۲ھ | اورنگ آباد شریف |
| ۳۲۔ حضرت محب النبی مولانا فخر الدین دہلویؒ | ۲۷ جمادی الآخر ۱۱۹۹ھ | دہلی شریف |
| ۳۳۔ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ | ۳ ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ | چشتیاں شریف |

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ اللہ کے
انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے، یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء
اور صالحین، اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔
(النسآء ۴ : ۶۹)۔



# دوسرا باب

یقین کرو! اسلام کے پیروکار ہوں یا یہودی، عیسائی یا بے دین ہوں، جو کوئی بھی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ان کے لئے ان کا اجر ہے ان کے رب کے ہاں۔ اور نہیں کوئی اندیشہ ان کے لئے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(البقرہ ۲ : ۶۲)

(۱)

## سید الکونین رسول الثقلین حضرت خواجہ محمد ن المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا اسمِ مبارک محمدؐ اور احمدؐ۔ کنیّت ابوالقاسم اور ابوابراہیم اور لقب مصطفےٰ اور مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ آپؐ کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرّہ تھے اور والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبدِ مناف تھیں۔ ۱۲ ربیع الاوّل ۵۲ سنہ قبل ہجرت کو دوشنبہ (پیر مبارک) کے دن صبح صادق کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ پاک سے یہ کرۂ ارضی منوّر ہوا۔ آپ کا وصال بھی دوشنبہ کے دن ہی ۲ ربیع الاوّل یا ۹ یا ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو ہوا۔ سنِ مبارک وصال کے وقت ترلیسٹھ برس کے قریب تھا۔ حضور لامع النورؐ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں گنبدِ خضریٰ میں آرام فرما ہیں۔

(۲)

## امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی کنیّت ابوالحسن، لقب مرتضیٰ اور یداللہ ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳ رجب ۲۳ سنہ قبل ہجرت بروز جمعۃ المبارک خانہ کعبہ میں ہوئی۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائے۔ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کے دروازہ ہیں"۔ سوائے سلسلہ نقشبندیہ کے دیگر تمام سلاسلِ تصوف یعنی سلسلہ چشتیہ، قادریہ

اور سہروردیہ آپؓ سے جاری ہوئے۔ آپ سرسلسلۂ صوفیاء اور تصوف کے امام ہیں۔ ۲۱ رمضان ۴۰ھ شبِ دوشنبہ کو شہید ہوئے۔ آپ کا مزارِ مقدس نجفِ اشرف (عراق) میں مرجعِ خلائق ہے۔

(۳)

## سرگروہِ صوفیا حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

اسمِ مبارک حسن ہے اور کنیت ابوسعید۔ مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ محترمہ ام المومنین حضرت اُمِّ سلمہؓ کی سہیلی یا خادمہ تھیں منقول ہے کہ ایک روز آپ کی والدہ کسی کام میں مصروف تھیں۔ آپ دودھ کے لئے رونے لگے تو اُمّ المومنین نے بہلانے کے لئے سینہ سے لگا لیا۔ جوشِ شفقت اور خدا کی قدرت کہ چند قطرے دودھ کے اُتر آئے اور وہ آپ نے نوش فرما لئے۔ ان کی یہ برکت ہوئی کہ علومِ ظاہری و باطنی میں کوئی آپ کا نظیر نہ تھا۔ حضرت علیؓ کی بیعت وارادت کے علاوہ آپ حضرت امام حسنؓ اور خواجہ کمیل بن زیادؓ کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ ۴ محرم ۱۱۰ھ کو ۸۹ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ مزارِ مبارک بصرہ (عراق) میں مرجعِ خلائق ہے۔

(۴)

## حضرت خواجہ عبدالواحد ابنِ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

آپ حضرت خواجہ حسن بصریؓ کے خلیفۂ اعظم تھے اور حضرت خواجہ کمیل بن زیادؓ سے بھی خرقۂ خلافت پایا تھا۔ مرید ہونے سے پہلے چالیس برس کامل مجاہدہ

کیا تھا۔ آپ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور تین لقمے سے زیادہ کبھی تناول نہیں فرماتے تھے۔ آپ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے اور بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا وصال بروز جمعرات ٢٧ صفر ١٧٧ھ کو ہوا۔ مزارِ مبارک بصرہ (عراق) میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کا مادہ تاریخِ وصال "اولیائے کامل" ہے۔

(٥)

## حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام فضیل اور کنیت ابوالفیض ہے۔ آپ ابتدائی عمر میں قزاقی اور ڈاکہ زنی کرتے تھے۔ آخر توبہ کی۔ توبہ کے بعد امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر علم حاصل کیا۔ پھر حضرت خواجہ عبدالواحد ابن زیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر ارادت و خلافت کا خرقہ حاصل کیا۔ مجاہدہ کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ پانچ سو رکعت نفل روزانہ پڑھتے اور قرآن مجید بھی روزانہ ختم کرتے تھے۔ آپ مکّہ معظمہ میں تھے اور سورہ القارعہ سن رہے تھے کہ ایک نعرہ مارا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کا وصال ٣ ربیع الاوّل ١٨٧ھ کو ہوا۔ آپ کا مادہ تاریخ وصال "قطب جہاں بودہ" ہے۔ مزار مبارک مکّہ معظمہ میں جنّت المعلّیٰ میں اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے مزار مبارک کے قریب ہے۔

(٦)

## حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام ابراہیم، کنیت ابواسحاق اور لقب امان الارض ہے۔ آپؒ

نے حضرت خضر علیہ السلام کی ہدایت پر سلطنت چھوڑی۔ سب سے پہلے حضرت امامؒ کی خدمت میں جاکر علم حاصل کیا۔ اس کے بعد حضرت فضیل بن عیاضؒ کے مرید ہوئے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ کو تین پیرانِ عظام سے خلافت ملی۔ ایک حضرت خضر علیہ السلام سے۔ دوسرے حضرت امام محمد باقرؓ سے اور تیسرے حضرت فضیل ابن عیاضؒ سے۔ حضرت جنید بغدادیؒ آپ کو مفتاح العلوم کہا کرتے تھے۔ آپ کا یومِ وصال ۲۶ جمادی الاوّل ۲۶۲ھ ہے۔ مزارِ مبارک ملکِ شام میں ہے۔ آپ کا مادۂ تاریخِ وصال "امامِ اصفیا بودہ" ہے

## (۷)

# حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام سید بدر الدین ہے۔ حذیفہ لقب ہے۔ آپ کی ولادت قصبۂ مرعش نواحِ دمشق میں ہوئی۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے فاضل اور صاحبِ وجد و سماع بھی تھے۔ سلطان ابراہیم بن ادہمؒ کے مرید ہوئے اور ان ہی سے خرقۂ خلافت پایا۔ منقول ہے کہ حضرت امام شافعیؒ آپ کے مرید تھے۔ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کو آپ سے خلافت بھی تھی۔ آپ کا وصال ۲۴ شوال ۲۷۶ھ کو ہوا۔ مزارِ مبارک بصرہ (عراق) میں ہے۔ آپ کا مادۂ تاریخِ وصال "قطبِ زماں بودہ" ہے۔

## (۸)

# حضرت خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام امین الدین اور کنیت ابو ہبیرہ ہے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے

تھے۔ علماء واولیاء وقت کے امام تھے اور حضرت خواجہ سدید الدین مرعشیؒ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ اُمراء کے نذرانے قبول نہیں فرماتے تھے۔ وجہ حلال سے قوت لایموت پر قانع تھے۔ اقتباس الانوار میں ہے کہ عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ آپؒ ۱۲۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۷ شوال ۲۸۷ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

(۹)

## حضرت خواجہ ممشاد علوّ دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دینور میں پیدا ہوئے۔ بغداد شریف میں پرورش پائی۔ مادر زاد ولی تھے۔ عمر بھر دن کو کچھ نہیں کھاتے تھے۔ یہاں تک کہ بچپن میں ماں کا دودھ بھی رات کو ہی پیتے تھے۔ برسوں ریاضت اور مجاہدہ کیا۔ حضرت خواجہ امین الدین ابوہبیرہؒ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ، حضرت شیخ ابراہیم بن ادہمؒ اور حضرت شیخ معروف کرخیؒ سے بھی فیض پایا تھا۔ آپ کا وصال ۱۴ محرم ۲۹۹ھ کو ہوا۔ مزارِ مبارک بغداد شریف یا عکہ میں مرجع خلائق ہے۔

(۱۰)

## سرسلسلۂ چشتیہ حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ملکِ شام کے رہنے والے تھے۔ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحبِ وجد وسماع اور صاحبِ کشف وکرامات تھے۔ آپ کو سرسلسلۂ چشتیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب حضرت خواجہ ممشاد علوّ دینوریؒ نے انہیں بیعت کیا تھا۔ تو فرمایا تھا کہ آج کے بعد تمہارے مریدوں کو چشتی کہا جائے گا۔ آپ نے قصبۂ

چشت میں آکر حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ کو مرید کیا اور کچھ عرصہ چشت (افغانستان) میں قیام فرما کر اس جگہ کی مخلوق کو ظاہری و باطنی فیوض سے نوازا۔ آپ کا وصال ۱۴ ربیع الآخر ۳۲۹ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک عکہ، ملک شام میں مرجعِ خلائق ہے۔

## (۱۱)

## حضرت خواجہ ابو احمد بن فرسنافۃ الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام آپ کی کنیت کی وجہ سے مشہور ہوا، یعنی ابو احمد۔ آپ کا لقب قدوۃ الدین ہے۔ آپؒ کے والدِ گرامی کا نام سلطان فرسنافہ چشتیؒ تھا جو سادات حسنی سے تھے۔ آپ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتیؒ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ منقول ہے کہ آپ کی جبینِ مبارک اس قدر روشن تھی کہ رات کے وقت تاریک مکان میں قرآن مجید پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپ کا وصال پچانوے برس کی عمر میں یکم جمادی الآخر ۳۵۵ھ کو ہوا۔ آپ کا مزارِ مبارک چشت شریف (نزد ہرات۔ افغانستان) میں مرجع خلائق ہے۔

## (۱۲)

## حضرت خواجہ ابو محمدؒ بن احمدؒ ناصر الدّین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام آپ کی کنیت ابو محمدؒ سے مشہور ہوا۔ لقب ناصر الدّین اور ناصح الدّین ہے۔ آپ اپنے والدِ بزرگوار حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ کی ولادت دس محرّم کو شب عاشورہ میں ہوئی۔ آپ ستّر برس کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارۂ مبارک کے مطابق سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ جہاد میں شرکت کے لئے گجرات تشریف لے گئے۔ آپ کا وصال

چار ربیع الآخر ۴۱۱ھ کو ہوا۔ آپ کا مزارِ مبارک آپ کے والدِ بزرگوار حضرت ابو احمد ابدال چشتیؒ کے قریب ہی چشت شریف میں مرجع خلائق ہے

(۱۳)

## حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام آپ کی کنیت ابو یوسف سے مشہور ہوا۔ لقب ناصر الدین ہے

آپ کے والدِ گرامی کا نام محمد سمعانؒ تھا، جو سادات حسنی سے تھے۔ آپ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ کے حقیقی خواہر زادہ، اُن کے منہ بولے بیٹے اور خلیفۂ اعظم تھے۔ آپ کی مجلس سماع میں سوائے فقراء علماء فضلاء اور مشائخ کے دوسرے کو دخل نہ تھا۔ حضرت خواجہ ابو بکر شبلیؒ اکثر شریک صحبت ہوتے تھے۔ آپ کا وصال ۳ رجب ۴۵۹ھ کو ہوا۔ آپ کا مزارِ مبارک بھی چشت شریف میں مرجع خلائق ہے۔

(۱۴)

## حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم گرامی مودود ہے اور لقب قطب الدین۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام خواجہ ابو یوسف چشتیؒ ہے۔ اپنے والدِ ماجد کے مرید تھے اور ان ہی کے تجادہ نشین خلیفہ اور قائم مقام تھے۔ نفحات الانس میں ہے کہ آپ کو دو جگہ سے خلافت تھی ایک اپنے والدِ گرامی حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ سے اور دوسری شیخ احمد جامؒ سے۔ چنانچہ آپ سے دو سلسلے جاری ہوئے ایک ان کے والدِ گرامی کی جانب سے ہمارا سلسلۂ چشتیہ اور دوسرا حضرت شیخ احمد جامؒ کی جانب سے جسے سلسلۂ چشتیہ مودودیہ کہتے ہیں۔ آپ کا

وصال یکم رجب ۵۲۷ھ کو ہوا۔ مزار شریف چشت شریف میں مرجع خلائق ہے۔ منقول ہے کہ بیت المقدس سے لیکر چشت تک آپ کے دس ہزار خلفاء تھے۔ آپ کے خلفاء میں ایک آپ کے فرزند حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ تھے، جو اپنے والدِ گرامی کے وصال کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھے اور دوسرے حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ تھے جن سے ہمارا سلسلۂ چشتیہ آگے چلا۔

(۱۵)

## حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسمِ مبارک شریف ہے مگر حاجی کے لقب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ قصبہ زندنہ (نزد بخارا) کے رہنے والے تھے۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ کے خلیفۂ اعظم و اکمل تھے۔ منقول ہے کہ آپ نے چالیس برس صحرا میں گمنامی میں گزارے اور درختوں کے پتوں پر بسر کی۔ جب فاقہ ہوتا تو آپ سو نوافل شکرانہ کے ادا کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ اور ساگ کے تین لقموں اور نمک سے افطار کرتے۔ آپ کا وصال ۱۳ رجب ۶۱۲ھ کو ہوا۔ مزار مبارک شہر بخارا میں محلہ زندنہ میں مرجع خلائق ہے۔

(۱۶)

## امام الاولیاء حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسمِ مبارک عثمان اور کنیت ابو النور ہے۔ آپ علومِ ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحبِ وجد و سماع تھے۔ آپ حافظِ قرآن پاک بھی تھے۔ دن رات میں دو بار قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ خرقۂ خلافت حضرت حاجی شریف زندنیؒ سے پایا تھا۔ مگر حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کی صحبت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔

آپ کا ایک ارشادِ زریں ہے کہ وُہ شخص اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزیز ہے جو دریا کی سی سخاوت، آفتاب کی سی شفقت اور زمین کی سی تواضع رکھتا ہو۔ آخری عمر میں مکّہ معظمہ میں معتکف ہو گئے تھے۔ آپ کا وصال یکم شوال ۶۱۲ھ کو ہُوا مزارِ مُبارک مکّہ معظمہ میں خانہ کعبہ اور جنّت معلیٰ کے درمیان ہے۔

(۱۷)

## خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام مُبارک معین الدین ؒ ہے اور لقب خواجۂ بزرگ، خواجۂ خواجگان، خواجۂ غریب نواز اور نائب الرسول فی الہند ہے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام سیّد حسن ؒ اور لقب غیاث الدین تھا۔ آپ اپنے والدِ گرامی کی نسبت سے حُسینی سیّد ہیں۔ علومِ ظاہری چھوٹی عُمر میں حاصل کر لئے اور تلاشِ حق میں گھر سے نکلے۔ قصبہ ہارون میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی ؒ کے دستِ مُبارک پر بیعت کی۔ بہت سیر و سیاحت کی اور متعدد بزرگوں سے فیض پایا۔ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کے مطابق ہندوستان تشریف لائے۔ اجمیر شریف کو مرکز بنا کر اس مُلک کو نورِ اسلام سے منوّر فرمایا۔ آپ کا وصال ۶ رجب ۶۳۳ھ کو ہوا۔ منقول ہے کہ جب آپ کا وصال ہُوا تو آپ کی پیشانیٔ مُبارک پر لکھا ہُوا تھا۔ "حبیب اللہ مات فی حب اللہ" مزار مُبارک اجمیر شریف (ہندوستان) میں مرجع خلائق ہے

(۱۸)

## حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کے والدِ گرامی کا نام کمال الدّین احمد ؒ تھا جو سادات حسینی سے تھے اور قصبہ

اوش (ماوراالنہر) کے رہنے والے تھے۔ چھوٹی عمر میں کسب علوم ظاہری و باطنی سے فارغ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش میں بغداد شریف پہنچے۔ وہاں امام ابواللیث سمرقندیؒ کی مسجد میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ حضرت خواجۂ غریب نوازؒ نے آپ کو قطبیت دہلی پر مامور فرمایا۔ آپ کا وصال ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ کو حالتِ وجد میں اس شعر پر ہوا۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را     ہر زماں از غیب جانے دیگر است

(۱۹)

## سلطان الزاہدین حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم گرامی مسعودؒ اور لقب فریدالدینؒ اور گنج شکر ہے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام شیخ جمال الدین سلیمانؒ تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب سترہ واسطوں سے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے پندرہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بیعت کی۔ آپ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے خلیفۂ اعظم اور قائم مقام تھے۔ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ اجودھن آپ کی نسبت سے پاکپتن شریف بنا۔ آپ نے بہت سیر و سیاحت کی اور عبادت میں بھی آپ کی مثال نہیں آپ یقیناً سلطان الزاہدین ہیں۔ آپ کا وصال ۵ محرم ۶۶۴ھ کو ہوا۔ مزارِ مبارک پاکپتن شریف میں مرجعِ خلائق ہے۔

(۲۰)

## حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام نظام الدین محمدؒ اور لقب سلطان المشائخ، اولیاء اور محبوب الٰہی تھا۔

آپ کے والدِ گرامی کا نام سید احمدؒ تھا جو سادات حسینی میں سے تھے۔ آپ بدایوں میں پیدا ہوئے۔ بارہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ بیس برس کی عمر میں پاکپتن شریف حاضر ہو کر حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ سے بیعت ہوئے۔ خلافت حاصل کی اور مرشد کے حکم کے مطابق دہلی تشریف لائے اور غیاث پور کو مرکز بنا کر بیٹھ گئے۔ جہاں ساری عمر رشد و ہدایت میں گزاری۔ غیاث پور کو اب بستی نظام الدین کہتے ہیں۔ آپ کا وصال ۱۷ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کو ہوا۔ مزار مبارک دہلی شریف میں مرجع خلائق ہے۔

(۲۱)

## حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام مبارک محمودؒ ہے۔ عرف نصیرالدین اور لقب چراغ دہلوی آپ قصبہ اودھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام شیخ یحییٰ اودھیؒ تھا جو امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد سے تھے۔ منقول ہے کہ ایک دن شیخ عبداللہ یافعیؒ نے مکہ معظمہ میں اپنی مجلس میں فرمایا کہ حضرت نظام الدین دہلویؒ کا وصال ہو گیا ہے اور اب اُن کی جگہ اُن کے خلیفہ شیخ نصیرالدین چراغ دہلی ہیں۔ پچیس برس کی عمر میں ریاضت و مجاہدہ اختیار کیا اور چالیس برس کی عمر میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔ اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ اُن کے خلیفۂ اعظم اور قائم مقام تھے۔ آپ کا وصال ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ کو ہوا۔ مزار مبارک دہلی شریف میں مرجع خلائق ہے۔

(۲۲)

## حضرت خواجہ کمال الدین علامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلویؒ کے خلیفہ و خواہر زادہ تھے۔

آپ علم تفسیر، حدیث اور فقہ میں عالم کامل تھے۔ اس وجہ سے علامہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام عبدالرحمن ارؒ تھا۔ جو حضرت چراغ دہلویؒ کے حقیقی چچا کے بیٹے تھے اور جن کا سلسلۂ نسب امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا تھا۔ مدت تک احمد آباد، گجرات اور دکن میں تلقین و ارشاد فرماتے رہے۔ بعدازاں دہلی تشریف لے آئے۔ یہیں ۲۷ ذیقعدہ ۷۵۶ھ کو وصال ہوا۔ آپ کا مزار مبارک حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلویؒ کے مزار مبارک کے قریب مرجع خلائق ہے۔

(۲۳)

## حضرت خواجہ شیخ سراج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ حضرت شیخ کمال الدین علامہؒ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ اپنے والد گرامی کے مرید، خلیفہ اور قائم مقام تھے۔ حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلویؒ سے بھی خلافت حاصل کی تھی، جن سے آپ چار سال کی عمر میں مرید ہو گئے تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ فکر سخن بھی فرماتے تھے۔ ایک دیوان بھی ہے۔ آپ کی ایک غزل کا مقطع ہے۔

بار دیگر ہم ہمیں گویم سراج قبلۂ من نیست الا روئے دوست

آپ کا وصال ۲۱ جمادی الاوّل ۸۱۷ھ کو ہوا۔ مزار مبارک پیران پٹن (دکن) محلہ برکات پورہ میں مرجع خلائق ہے۔

(۲۴)

## حضرت خواجہ شیخ علم الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کو اپنے والد ماجد حضرت شیخ سراج الدینؒ سے خلافت تھی اور حضرت

سیّد محمدؒ گیسو دراز بندہ نوازؒ سے بھی۔ آپ ریاضت و عبادت میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ طلبہ و مریدین کو پہلے علومِ شریعت کی تکمیل کراتے تھے۔ بعد میں طریقت و حقیقت کی طرف رجوع کراتے تھے۔ سب کو پابندیٔ صوم و صلوٰۃ اور کثرتِ درود پاک کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ کا وصال ۲۶ صفر ۸۲۹ھ کو ہوا۔ آپ کا مزارِ مبارک پیران پٹن (دکن) محلہ برکات پورہ میں آپ کے والدِ ماجدؒ کے قریب ہے۔

(۲۵)

## حضرت خواجہ شیخ محمود راجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ اپنے والدِ ماجد حضرت خواجہ شیخ علم الدینؒ کے خلیفہ و قائم مقام تھے۔ حضرت شیخ قادنؒ سے خرقۂ سہروردیہ بھی پایا تھا۔ حضرت سیّد محمدؒ گیسو دراز بندہ نوازؒ حضرت شیخ ابو الفتحؒ اور حضرت شیخ عزیز اللہؒ (خلیفہ مجاز حضرت محبوب الٰہیؒ) سے بھی خلافت حاصل کی تھی۔ جو شخص بھی تکمیل علومِ ظاہری کے بعد حاضرِ خدمت ہوتا، آپ اس کی تربیت فرماتے اور بہت جلد منزلِ مقصود پہ پہنچا کر خلافت و اجازت فرما دیتے۔ آپ کا وصال ۲۲ صفر ۹۰۰ھ کو ہوا۔ آپ کا مزارِ مبارک آپ کے آباؤ اجداد کے مزارات کے قریب پیران پٹن (دکن) میں مرجعِ خلائق ہے۔

(۲۶)

## حضرت خواجہ شیخ جمال الدین جمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام جمال الدین تھا اور لقب جمن۔ اپنے والدِ گرامی حضرت خواجہ شیخ محمود راجنؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ عالمِ علومِ ظاہری و باطنی اور صاحبِ وجد و سماع تھے۔ ایک دیوان بھی چھوڑا ہے۔ آپ کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے آپ کا یومِ وصال ۲۰ ذی الحجہ ۹۴۰ھ ہے۔ گلزارِ ابرار میں لکھا ہے کہ درج

ذیل مصرع سے آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے:

شہیدِ خنجرِ تسلیم عمرِ جاوداں دارد

مزارِ مبارک احمد آباد (دکن) میں مرجع خلائق ہے۔

۲۷

## شیخ الاتقیا حضرت خواجہ شیخ حسن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نامِ مبارک حسن محمدؒ، کنیت ابو صالح اور لقب شیخ الاتقیا ہے۔ آپ احمد آباد (گجرات) میں پیدا ہوئے۔ والدِ گرامی کا نام شیخ احمد عرف میاں جیوؒ تھا۔ جن کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ کمال الدین علامہؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ اپنے چچا حضرت خواجہ شیخ جمال الدین جمنؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بارہ برس کی عمر میں مرید ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ آپ کو اپنے والدِ گرامیؒ سے بھی خلافت تھی اور حضرت شیخ محمد غیاث نور بخش قادریؒ سے خاندانِ قادریہ کی خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ عالمِ علوم ظاہری و باطنی تھے اور صاحبِ تصنیف بھی۔ تقسیم الاوراد اور حاشیہ تفسیر بیضاوی کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف بھی ہیں۔ آپ کا وصال ۲۸ ذیقعدہ ۹۸۲ھ کو ہوا۔ آپ کا مزارِ مبارک احمد آباد (دکن) میں آپ کے والدِ گرامیؒ کے مزارِ مبارک کے قریب ہے۔

۲۸

## حضرت خواجہ شیخ محمد بن شیخ حسن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نامِ مبارک شمس الدینؒ ہے اور لقب محمد۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ کا نام ہی محمد تھا۔ آپ اپنے والدِ گرامی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی جائے ولادت احمد آباد گجرات ہے۔ آپ عالمِ علوم ظاہری و باطنی تھے اور

صاحب وجد و سماع بھی۔ آپ نے بہت سی کتابیں بھی تصنیف کیں۔ جن میں سے تفسیر قرآن پاک اور چہل و دو نسخہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کا وصال ۲۹ ربیع الاوّل ۱۰۴۰ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک احمد آباد (دکن) میں آپ کے والد گرامیؒ کے مزار مبارک کے قریب ہے۔

(۲۹)

## حضرت خواجہ شیخ یحییٰ مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام محی الدینؒ، لقب یحییٰ مدنی اور کنیت ابو یوسف ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ محمودؒ ہے۔ جن کا سلسلۂ نسب شیخ کمال الدین علامہؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ ۲۰ رمضان المبارک ۱۰۱۰ھ کو بمقام احمد آباد گجرات پیدا ہوئے۔ آپ اپنے جدِ امجد حضرت شیخ محمدؒ کے خلیفہ و قائم مقام تھے۔ آپ نے حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر مدینہ طیبہ کی سکونت اختیار کی تھی۔ تقریباً چودہ سال وہاں رہے۔ وہیں ۲۷ صفر ۱۱۰۱ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک مدینہ طیبہ میں جنت البقیع میں حضرت عثمان غنیؓ کے مزار مبارک کے قریب ہے۔

(۳۰)

## حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام مبارک کلیم اللہؒ ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حاجی نور اللہؒ ہے، جن کا سلسلۂ نسب حضرت ابو بکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ خاندانِ نقشبندیہ میں حضرت امیر محترم اللہ

لاہوری ؒ کے دستِ مبارک سے خرقہ پہنا اور سید محمد کبروی ؒ سے قادریہ خلافت بھی حاصل کی۔ مدینہ طیبّہ جاکر حضرت یحییٰ مدنی ؒ سے بیعت کی۔ حصُولِ نعمت کے بعد مدینہ طیبّہ سے دہلی تشریف لائے اور ایک عالم کو فیض یاب کیا۔ آپ عالِم علوم ظاہری و باطنی اور صاحبِ وجد و سماع تھے صاحبِ تصنیف بھی تھے۔ عشرۂ کاملہ، کشکول اور مرقع کے علاوہ آپ کی اور بھی تیس کے قریب تصانیف ہیں۔ کشکول و مرقع اہلِ سلسلۂ چشتیہ کا دستور العمل ہیں۔ آپ کا وصال ۲۴ ربیع الاوّل ۱۱۴۲ھ کو ہُوا۔ آپ کا مزارِ مبارک دہلی شریف میں جامع مسجد اور شاہی قلعہ کے درمیان مرجعِ خلائق ہے۔

## (۳۱)

# حضرت خواجہ شیخ نظام الدّین اورنگ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام مُبارک نظام الدین ؒ ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدّیق ؓ تک پہنچتا ہے۔ کاکوری متصل لکھنؤ (بھارت) میں ۱۰۶۰ھ میں پیدا ہُوئے۔ بحالتِ طالب علمی دہلی آکر حضرت شیخ کلیمُ اللہ جہاں آبادی ؒ سے بیعت ہُوئے۔ بعد مجاہدۂ تامہ خرقۂ خلافت لے کر حسب الارشادِ مُرشد اورنگ آباد (دکن) جاکر سکونت اختیار کی۔ اور وہاں کی ہزارہا مخلوق کو فیض پہنچایا۔ آپ کا وصال ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ کو ہُوا۔ آپ کا مزارِ مُبارک اورنگ آباد (دکن) میں مرجعِ عوام وخواص ہے۔

---

(۳۲)

# محبُ النّبی حضرت مولانا فخر الدّین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت ۱۱۲۶ھ (۱۷۱۴ء) میں بمقام اورنگ آباد ہوئی۔ آپ کے والدِ گرامی حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادیؒ نے جب آپ کے تولّد ہونے کی خبر اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ کو دی تو انہوں نے نو مولود کے لئے اپنا لباس بھیجا، "فخر الدین" نام رکھا اور فرمایا کہ "یہ لڑکا شاہ جہاں آباد (دہلی) میں ہدایت وارشاد کی شمع روشن کرے گا" آپ کا لقب "محب النبی" ہے جو آپ کو بروایت مناقب المحبوبین خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور حضرت مولانا نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے عطا فرمایا تھا۔

آپ کی بیعت اپنے والدِ گرامی سے تھی۔ سولہ سال کے تھے کہ آپ کے والدِ گرامی کا وصال ہو گیا۔ شیخ نظام الدین اورنگ آبادیؒ نے ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ (= ۳۰ مئی ۱۷۳۰ء) کو وصال فرمایا۔ وصال کے وقت اپنے فرزندِ ارجمند کو اپنے پاس بلایا اور سینۂ مبارک سے لگا کر تمام روحانی و باطنی نعمتیں آپ کے سینے میں منتقل کر دیں۔

آپ نے کچھ عرصہ اورنگ آباد میں قیام کیا اور بے شمار لوگوں کو اپنے فیضانِ روحانی سے مستفیض فرمایا اس کے بعد ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۱ء) میں آپ نے اشارۂ غیبی کے مطابق اورنگ آباد کو خیر باد کہا اور مستقل طور پر دہلی تشریف لے آئے یہاں آکر اجمیری دروازہ کے باہر خانقاہ قائم کی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

**اخلاق و محاسن:** تاریخ مشائخ چشت میں ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ

کا اخلاق نہایت اعلیٰ تھا۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ مصیبت میں ہر ایک کی مدد کرتے تھے۔ ایک دفعہ حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ ایک بڑھیا نے عرض کیا کہ میری بیٹی کی شادی ہے اور میرے پاس کوئی انتظام نہیں ہے۔ آپ نے سب سامان اُسے دے دیا اور واپس دہلی آ گئے۔ پتیرا آپ کا خاکروب تھا۔ وہ چند دن نہ آیا۔ آپ نے پوچھا تو پتہ چلا کہ بیمار ہے۔ فوراً اسے دیکھنے کے لئے اُس کے گھر تشریف لے گئے۔ حکیم میر حسن کو علاج کے لئے مقرر کیا اور فرمایا: "میاں پیر محمد! تم جو دو روز نہیں آئے اور فقیر سے اس زمانے میں حال دریافت کرنے میں تاخیر ہوئی اس کو معاف کر دو۔"

مناقب فخریہ میں ہے کہ آپ نہایت صادق القول بزرگ تھے اظہار مشیخیت و بزرگی سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ جب کسی دعوت یا جلسہ میں تشریف لے جاتے تو لوگوں کو ساتھ چلنے کی اجازت نہ دیتے۔ فرماتے تھے کہ اس سے نمائش ہوتی ہے۔ کوئی آپ کی تعریف کرتا تو ناپسند فرماتے۔ کوئی مرید اگر ہاتھ باندھ کر یا گردن جھکا کر ادب کا اظہار کرتا، ناخوش ہو جاتے۔ کوئی شخص پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو روک دیتے بلکہ ناراض ہو جاتے۔

آپ کی صحبت بابرکت جادو کا اثر رکھتی تھی جو آپ کے پاس آجاتا یا زیارت سے مشرف ہو جاتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ مخالف آئے اور عاشق بن کر گئے۔ جرائم پیشہ و گناہ گار حاضر ہوئے اور ولی و متقی بن کر نکلے۔ بعض قتل کے ارادے سے آئے اور خود آپکی نگاہِ ناز سے شہید ہو گئے۔ گردن کش ایذا پہنچانے کے لئے آئے اور حلقہ بگوش ہو کر واپس لوٹے۔

تاریخ مشائخ چشت میں لکھا ہے کہ ایک افغانی آپ کی خانقاہ میں آیا اور آپ پر حملہ کر دیا۔ خدام نے ہاتھ پکڑ لئے۔ آپ نے فرمایا ہاتھ چھوڑ دو اور اپنا سرِ مبارک زمین پر ڈال کر فرمایا:

"ماحاضریم ہرچہ بخاطر شماست بکنید"

(ترجمہ۔ ہم حاضر ہیں جو کچھ تمہارے جی میں ہے کرو)

وُہ شخص اُس وقت شرمندہ ہوکر چلا گیا۔ تھوڑے دیر بعد دو آدمیوں کو اپنے ساتھ لایا۔ اس کو دیکھتے ہی آپ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔

"صاحب بخیر و عافیت"؟ اِن الفاظ کا زبان سے نکلنا تھا کہ اخلاق کا وُہ ہتھیار جو پہلی بار اُچٹتا ہُوا لگا تھا، اپنا کام کر گیا اور اُن لوگوں نے "سنگ ہائے حویلی" پر اپنے سر اور پیر کوٹ کوٹ کر معافی مانگی"۔

## اتباعِ شریعت

:- تمام اہم ملفوظات میں مرقوم ہے کہ آپ اپنے مریدوں کو اتباعِ شریعت کی سخت تاکید کرتے تھے۔ ایک جگہ مریدوں کو ہدایت کرتے ہُوئے فرماتے ہیں:

" حدیث شریف میں جو درود آیا ہے اسی کو پڑھیں، دوسری چیزوں کی طرف رجوع نہ کریں۔ مذہب حنفی پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ حدیث کی طرف کثرت سے رجوع کریں"۔

## تصانیف

:- حضرت مولانا صاحبؒ نے تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ۱۔ نظام العقاید، ۲۔ رسالہ مرجیہ، ۳۔ رسالہ فخر الحسن"

رسالہ فخر الحسن آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ایک بیان کی تردید میں لکھا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب انتباہ میں لکھا تھا کہ چشتیہ سلسلہ حضرت علیؓ سے متصل نہیں ہوتا۔ چونکہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ حضرت علیؓ کے زمانے میں بہت کم عمر تھے۔ اس لئے انہیں خلافت نہیں مل سکتی۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے اس رسالہ میں اس بیان کی تردید کرتے ہُوئے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی خلافت ثابت کی ہے۔ اس کتاب کو

بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

**وصال:-** حضرت مولانا صاحبؒ نے ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ (۸ مئی ۱۷۸۵ء) کو وصال فرمایا۔ وصال کے وقت آپ کی عمر تہتر (۷۳) برس تھی۔ حسبِ وصیت آپ کو حضرت خواجہ قطبُ الدین بختیار کاکیؒ کے مزارِ مبارک کے قریب دفن کیا گیا، جہاں آپ کا مزارِ مبارک آج بھی مرجعِ خلائق ہے۔

**اولاد و سجّادگی:-** حضرت مولانا صاحبؒ کے ایک ہی فرزند تھے جن کا نام مولانا غلام قطبُ الدینؒ تھا۔ آپؒ کے وصال کے بعد ہی سجّادہ نشین بنے۔ بعد ازاں حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں مہار شریف حاضر ہوئے اور نعمت خلافت و اجازت حاصل کی۔ ان کا وصال ۱۸ محرم ۱۲۳۲ھ (۹ دسمبر ۱۸۱۶ء) کو ہوا۔ اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر ان کے مُرید تھے۔

مولانا غلام قطبُ الدینؒ کے بھی ایک ہی بیٹے تھے جن کا نام مولانا غلام نصیرُ الدین عُرف میاں کالے صاحبؒ تھا۔ اپنے والد گرامیؒ کے وصال کے بعد وُہ سجّادہ نشین ہوئے۔ پھر وُہ تونسہ شریف حاضر ہُوئے اور پیر پٹھان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ سے خلافت حاصل کی۔ حضرت پیر پٹھانؒ انہیں چشتیاں شریف لے کر آئے اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے دربارِ گہر بار پہ پیش کیا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے اپنے پیر و مرشدؒ کے پوتے کو جو عطا کیا سو کیا:

"کہ در گفتن نمے آید"

حضرت میاں کالے صاحبؒ کا وصال ۱۵ صفر ۱۲۶۲ھ (۱۲ فروری ۱۸۴۶ء) کو ہوا۔ آپؒ کا اور آپ کے والدِ گرامیؒ کا مزارِ مبارک حضرت قطب صاحبؒ کے جوار میں ہے۔

**خلفاء:-** حضرت مولانا صاحبؒ کے بے شمار خلفاء تھے۔
اِن میں سے قبلۂ عالم خواجہ نورُ محمّد مہارویؒ نے پنجاب میں اور شاہ نیاز احمد بریلویؒ نے یوپی (انڈیا) میں تبلیغ اسلام اور ترویج سلسلہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ حضرت خواجہ نورُ محمّد مہارویؒ کو تو آپ نے اپنا قائم مقام قرار دیا۔ اور اُنہوں نے بھی اس مقام کا حق ادا کر دیا۔

---

اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔
(آل عمران ۳ : ۱۳۲)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھی کفار کے مقابلہ
میں بہادر اور طاقتور مگر آپس میں بڑے رحمدل ہیں، تو انہیں کبھی رکوع
کرتے ہوئے اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے، وہ اللہ کے
فضل اور اس کی رضا کے طلبگار ہیں، جس کی علامت ان کے چہروں پر
سجدوں کے اثرات سے عیاں ہے۔

(الفتح ۴۸ : ۲۹)


تیسرا
بابُ

ہم نے حکم دیا کہ سب کے سب یہاں سے اُتر جاؤ۔ پھر اگر میری طرف سے
تمہارے پاس ہدایت پہنچے، تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی انہیں
نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وُہ غمگین ہی ہوں گے۔

( البقرۃ ۲ : ۳۸ )

# خاندانی حالات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**نام و نسب:-** مختلف تذکروں، بالخصوص مناقب المحبوبین اور گلشن ابرار میں آپ کا نسب نامہ یوں درج ہے:

خواجہ نور محمدؒ بن ہندال بن تاتار (طاطار) بن فتح بن محمود بن مرّہ بن عزیز بن داتا بن دینا بن کوبھا (کوبھ) بن چاہڑ (چہر) بن سالار (شنبہ) بن اوہڑ (اوہڑ) بن واسو بن گولا (کول رائے) بن جگسی (جگ سین) بن کج سین بن سریگ (سریک) بن اچت بن دیورائے بن گڈن شہید بن سوّا بن بدھ بن بھبل (ہبل یا بوہل) بن باہڑہ (باڈہ) بن کھرل بن کھیوہ بن رانا (رالو) بن دہوہڑ بن جبل بن ججا (ججع) بن آہر ابن بھٹا (بھٹہ یا بھوٹا) بن رائے دیوان بن چالک (چالنگ) بن سلنگھی بن راجہ کرن بن سورج (راجہ سورج) بن قشب بن قاسم بن سولاج بن راجہ جگوی یا جگدیو بن راجہ اودھے دیپ بن بنوار بن بنسیر بن قیصر بن ہرمز بن نوشیرواں عادل

**خاندان:-** خواجہ امام بخش مہارویؒ مخزن چشت میں لکھتے ہیں کہ "آپ کا نام ہیل تھا اور آپ کے والد کا نام ہندال بن تاتار بن فتح محمد بن محمود بن عزیز تھا۔ آپ مشہور با اثر قوم کھرل سے تعلق رکھتے تھے۔" حاجی نجم الدینؒ مناقب المحبوبین میں تحریر کرتے ہیں "آپ کا اسم مبارک ہبل تھا اور لقب نور محمدؒ۔ آپ کھرل تھے، جو بنوار قوم کی ایک شاخ ہے۔" گلشن ابرار میں مرقوم ہے کہ "آپ کا اسم گرامی اور نام نامی بچپن میں بابل تھا۔ آپ کا نام نور محمد حضرت فخر الاولین

والآخرین مولانا فخر الدین دہلویؒ نے رکھا اور چونکہ آپ قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات بنے، اس لئے دُنیا میں قبلۂ عالم کے نام سے ملقّب ہُوئے۔"

مندرجہ بالا نسب نامہ سے عیاں ہے کہ آپ کا سلسلۂ خاندانی گدڑن شہید سے ہوتا ہُوا نوشیرواں عادل تک پہنچتا ہے۔ گدڑن شہید کے بارے میں گلشنِ ابرار میں مرقوم ہے کہ "وہ بہت بڑے رئیس تھے اور اپنے علاقے کے حکمران۔ سخی، پرحیاء اور باوقار ہونے کے علاوہ غربا پروری اور مسکین نوازی میں مشہور تھے علاقہ بیکانیر میں حلوانا ان کا صدر مقام تھا۔ وہاں کے لوگ اُن کے ابرِ کرم سے سیراب ہوتے رہتے تھے۔ کفّار کے ساتھ جنگ کرتے ہُوئے شہید ہُوئے۔ کہتے ہیں کہ سردار گدڑن شہید کا سَر تن سے جُدا ہوچکا تھا مگر اُس کے باوجود ایک میل تک بے سر جسم لڑتا رہا۔ آپ کی قبرِ مبارک آج تک مرجعِ خلائق ہے۔

نوشیرواں کا زمانۂ حیات ۵۳۱ء تا ۵۷۸ء ہے۔ عرب مورّخ انہیں کسریٰ اور مغرب والے خسرو لکھتے ہیں۔ اُن کے والد کا نام قُباد تھا۔ ساسانی خاندان کے مشہور ترین بادشاہوں میں نوشیرواں کا شمار ہوتا ہے۔ "اسلامی انسائیکلوپیڈیا" میں لکھا ہے کہ

"نوشیرواں بڑا منصف مزاج بادشاہ تھا۔ اُس کے دور میں علم کو فروغ حاصل ہُوا۔ اُس نے ارسطو اور افلاطون کی کتابوں کے فارسی تراجم کرائے۔ ایک یونیورسٹی قائم کی، جہاں طب اور فلسفہ کی تعلیم کا خاص انتظام تھا، مگر اُس کی شہرت کو جو دوام حاصل ہُوا، وہ اُس کے عدل کی وجہ سے ہے۔ نوشیرواں عادل کا نام آج تک زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

زندہ است نامِ فرخِ نوشیرواں بعدل
گرچہ بسے گزشت کہ نوشیرواں نماند"

گلستانِ سعدی اور مخزنِ اخلاق میں بھی نوشیرواں عادل کا مفصّل تذکرہ

موجود ہے۔ بعض روایات میں موجود ہے کہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اُس کے عدل کی وجہ سے اس کی تعریف فرمائی۔

**آباؤ اجداد**:۔ شعاعِ نور میں ہے کہ آپ کا خاندان قوم پنوار کی کھرل شاخ سے تھا۔ کھرل خاندان کے بارے میں پنجاب چیفس اور بہاول پور گزٹیر میں مرقوم ہے کہ " قوم کھرل اس اَمر کی مدعی ہے کہ وُہ راجپوت نسل سے ہے اور ان کا شجرۂ نسب چندر بنسی خاندان کے مشہور بادشاہ راجہ کرن کے ساتھ ملتا ہے"۔

تحملہ سیر الاولیاء میں ہے کہ "حضرت ایسی قوم سے ہیں جس کے افراد عاشقانِ باوفا، جواں مردانِ اہلِ سخا، نیک پرور اور پُرحیا ہیں۔ یعنی قوم کھرل کہ عاشقِ صادق مرزا کھرل بھی اسی قوم سے تھا"۔

**مسکن و مولد**:۔ آپ کا خاندان بستی چوٹالہ میں سکونت پذیر تھا۔ بستی چوٹالہ، علاقہ شہر فرید، تحصیل خیر پور، ضلع بہاول نگر (پاکستان) میں مہاراں شریف کے جانبِ شرق چار کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام ہندال تھا۔ آپ کے خاندان کا ذریعۂ معاش کھیتی باڑی تھا۔ ایک بار دہلی میں حضرت مولانا فخر الدین رحؒ نے آپ سے آباؤ اجداد کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے جواباً عرض کیا تھا کہ " زراعت مے کردند و مواشی مے چرانیدند" (کھیتی باڑی کرتے تھے اور مویشی چراتے تھے۔)

آپ کی والدہ محترمہ کا نام عاقل بی بی تھا، جن کے والد کا نام میاں کمال تھا میاں کمال قوم چھٹہ سے تھے اور قصبہ پھولرہ میں رہتے تھے۔ شعاعِ نور میں ہے کہ "پھولرہ (پھولڑا) ایک قدیمی قلعہ ہے جو مہاراں شریف سے تیس یا چالیس کوس جنوب کی طرف ریگستان میں واقع ہے"۔

حضرت خواجہ صاحبؒ (خواجہ نور محمد مہارویؒ) کے ننھیال ہونے کی وجہ سے جِٹھ قوم کی لوگ عزت کرتے ہیں۔ ان کی جاگیر بھی ہے۔ چنانچہ مروٹ اور شہوآر کے ریگستانی مقامات کے درمیان جِٹھوں کا ایک کنواں بھی اب تک موجود ہے۔ دور دور سے لوگ یہاں میٹھے پانی کے لئے جمع ہوتے ہیں۔"

---

درحقیقت تم لوگوں کے لئے رسول میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔
ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت
سے اللہ کو یاد کرے۔

(الاحزاب ۳۳ : ۲۱)

# روحانی اشارات و بشارتیں

آپ کی والدہ ماجدہ عاقل بی بی صاحبہ ابھی اوائلِ عمر میں تھیں کہ حضرت فتح محمد نیکو کارہؒ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ "حق تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ عاقل بی بی کے شکمِ مبارک سے غوثِ زمانہ پیدا ہوگا جس کے فیض سے تمام جہان سیراب ہوگا۔"

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ (۷۰۷ھ یا ۷۸۵ھ) کا شمار اُوچ شریف کے نامور مشائخ میں ہوتا ہے۔ ان کے خلفاء میں سے ایک معروف خلیفہ حضرت عبداللہ جہانیاںؒ تھے۔ وہ قصبہ واہن میں قیام پذیر رہے۔ شعاعِ نور میں مرقوم ہے کہ "اس قصبہ اور قرب وجوار کو انہوں نے ساتویں صدی ہجری میں نورِ معرفت وہدایت سے منور کیا تھا۔" قصبہ واہن کی شہرت ایک اور وجہ سے بھی ہے کہ وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبّہ مبارک ہے۔

حضرت عبداللہ جہانیاںؒ کی اولاد میں شیخ فتح محمد نیکو کارہؒ تھے، جو درگاہ شیخ واہن کے سجادہ نشین تھے اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ وہ اکثر اپنے مریدوں کے ہاں آمدورفت رکھتے تھے۔ کبھی کبھی قصبہ بھولڑہ میں بھی تشریف لاتے اور چند دن قیام کرتے۔

مناقب المحبوبین میں ہے کہ "ایک بار شیخ فتح دریا نیکو کارہؒ (صاحب مناقب المحبوبین نے فتح محمدؒ کی جگہ فتح دریا لکھا ہے) حسبِ معمول تشریف لائے ہوئے تھے۔ بھولڑہ کی جٹھ قوم کے مردوزن اُن کے مُرید تھے۔ سب اُن کی زیارت کے لئے گئے۔ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی والدہ محترمہ ابھی دوشیزہ تھیں۔ وہ اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ ان کی زیارت کے لئے گئیں۔ حضرت نیکو کارہؒ کسی کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ بلکہ باربار تیز تیز نظروں سے عاقل بی بی صاحبہ کے چہرہ کی طرف دیکھتے

تھے۔ جب اس کو وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔ اس کے چہرے کی طرف دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کے بطن میں ایک قطب کو دیکھتا ہوں۔"

مناقب المحبوبین میں ہے کہ "جب عاقل بی بی صاحبہ کی شادی میاں ہندال سے ہوگئی اور وہ اپنے گھر قصبہ چوٹالہ میں لے گئے تو وہاں ایک بزرگ شیخ دودی والاؒ تشریف لائے۔ وہ پہلے بھی وہاں آیا کرتے تھے۔

شیخ دودی والاؒ سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ حضرت شیخ محمود لنگاہؒ کے مرید تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی خانقاہ قصبہ دودہ (دریائے راوی کے پاس کوٹ کمالیہ کے قریب) میں موجود ہے۔ حضرت دودی والاؒ اُن دنوں قصبہ حسن میں رہتے تھے، جو مہار شریف کے قریب ہے۔ وہ اکثر چوٹالہ اور اس کے نواح میں آمدورفت رکھتے تھے۔ انہیں اس علاقہ میں کافی شہرت حاصل تھی اور ساوے چیرے والے (سبز دستار والے) کے نام سے مشہور تھے۔

وہ جب بھی چوٹالہ میں تشریف لاتے تو حافظ محمدؐ مسعود مہار کی مسجد میں ڈیرہ کرتے۔ تمام مرید وہیں آکر ان کی زیارت کرتے، نذر و نیاز لاتے اور اپنی اپنی مُراد پاتے۔ جس وقت عاقل بی بی صاحبہ اُن کی زیارت کے لئے جاتیں تو وہ سرو قد کھڑے ہوجاتے۔ ایک دن عاقل بی بی صاحبہ نے پُوچھا کہ یا حضرت میری تعظیم کا باعث کیا ہے؟ فرمایا میں تمہاری تعظیم نہیں کرتا۔ اصل بات یہ ہے کہ تمہاری پیشانی میں غوثِ زماں کا نُور خورشید کی طرح چمکتا ہے۔ میں اُس کی تعظیم کرتا ہوں۔"

حضرت خواجہ شاہ محمدؐ سُلیمان تونسویؒ فرماتے تھے کہ "ایک دن حضرت شیخ احمد دودی والاؒ چوٹالہ تشریف لائے ہُوئے تھے۔ ان کا گزر گاؤں کے کنوئیں پر ہُوا جہاں عورتیں پانی بھرنے کے لئے آئی ہُوئی تھیں۔ ان میں عاقل بی بی صاحبہ بھی تھیں۔ جب حضرت شیخ احمدؒ کی نظر اُن پر پڑی تو تیز تیز نظروں سے دیکھتے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے تھے "بہل۔ بہل۔ بہل"۔ عورتوں نے پُوچھا کہ

اے فقیر یہ کیا بہل بہل کہتا ہے۔ اور کیوں تیز تیز نظروں سے اِس خاتون کی طرف دیکھتا ہے۔ اُنہوں نے جواباً فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ غوثِ زماں کِس جاٹ کے گھر میں پیدا ہوگا۔

مناقب المحبوبین میں ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ عاقل بی بی صاحبہ نے ایک بار فرمایا کہ میں ایک دِن اپنے گاؤں پھولرہ میں اپنی ہم عمر سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی کہ سادے چہرے والے درویش شیخ احمد دودی والاؒ تشریف لائے اور ہماری طرف دیکھنے لگے۔ جب میں کھڑی ہوتی تو وُہ بھی کھڑے ہوجاتے جب میں بیٹھ جاتی تو وُہ بھی بیٹھ جاتے۔ اُنہوں نے اِس طرح کئی بار کیا۔ میری سہیلیوں نے اُن سے پوچھا کہ اے درویش آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا " اس لڑکی کا ادب کر رہا ہوں۔ اس کے شکم میں ایک لعل ہے میں اُس لعل کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوتا ہوں "

## مادر زاد ولی :-

منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کی ولادت باسعادت سے قبل آپ کی دادی صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسا چراغ اُن کے گھر میں روشن ہوگیا ہے۔ جس کی روشنی آسمان سے زمین تک جلوہ فگن ہے، تمام رُوئے زمین کا احاطہ کئے ہُوئے ہے اور تمام گھر میں چاروں طرف ایک خاص قسم کی خوشبو پھیل گئی ہے۔ جب بیدار ہُوئیں تو اُن کے دِل میں خوف و ہراس پیدا ہُوا کہ شاید جنّات کا اثر ہے۔ اُن ہی دِنوں میں حضرت شیخ احمد دودی والاؒ گاؤں میں تشریف لائے ہُوئے تھے۔ آپ کی دادی صاحبہ ان کی خدمت میں گئیں اور اپنا خواب سُنایا۔ حضرت دودی والاؒ نے تسلّی دی اور فرمایا کہ بالکل خوف نہ کریں۔ آپ کے گھر میں ایک ایسا چراغ ہوگا جس کے نُور سے تمام جہان منوّر ہوجائے گا۔

## ولادت باسعادت:

تمام ملفوظات میں ہے کہ آپ کی ولادت ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ کو ہوئی۔ چودھویں شب کو پیدا ہونے والے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے اس چودھویں کے چاند نے تمام جہان کو اپنی نور سے منور کر دیا:

تاباں چو گشت مہر ز نورِ محمدی
پُر نور شد سپہر ز نورِ محمدی
پُر فرح گشت مادرِ گیتی ز مقدمش
روشن نمود چہرہ ز نورِ محمدی

(مثنوی نواب صاحب)

صحیفۂ تاریخ مؤلفہ محمد حسن خاں میرانی میں مرقوم ہے کہ حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد چشتی مہارویؒ ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ مطابق ۲ اپریل ۱۷۳۰ء شبِ سوموار کو اس دنیا میں تشریف لائے اور ایک جہان کو اپنے نور سے منور کر دیا۔

ملفوظات میں ہے کہ ولائیت بھی عطائے الٰہی ہے۔ وہ قادرِ مطلق جسے چاہے ایامِ ولادت میں یا ولادت سے قبل ہی ولائیت عطا کر دیں آپ بھی شکمِ مادر میں ولی تھے۔

ولادت کے بعد چودہ رمضان المبارک اس نومولود ولی بچے کا پہلا دن تھا اور پہلا روزہ۔ آپ نے تمام دن دودھ نہ پیا۔ آپ کی والدہ محترمہ حیران و پریشان رہ گئیں۔ پریشانی حد سے بڑھ گئی۔ دادی صاحبہ اور والدہ صاحبہ نے خیال کیا کہ بچہ کسی جسمانی بیماری یا دوسرے عارضہ کی وجہ سے دودھ نہیں پیتا۔ لہٰذا انہیں سخت تشویش ہو گئی۔

اس پریشانی کے عالم میں انہیں خبر ملی کہ حضرت شیخ میاں دودی والاؒ

گاؤں میں تشریف لائے ہیں۔ دادی صاحبہ آپ کو ان کی خدمت میں لے گئیں اور اپنی تشویش کا ذکر کیا۔ خواجہ امام بخش مہاروی رح "گلشن ابرار" میں لکھتے ہیں کہ "میاں صاحب جب آپ کی زیارتِ فیض بشارت سے مشرف ہوئے، تو خوشی کی لہر ان کے بدن میں دوڑ گئی۔ بے حد تعظیم و تکریم کی اور فرمایا:

"اے مائی صاحبہ۔ اس فرزند دلبند کی طبیعت میں کوئی نقص نہیں ہے۔ بالکل خیریت ہے۔ آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے کاشانۂ دولت میں ایک ایسا گوہر بے بہا نمودار ہوا ہے جس کے نور سے ایک مدت کے بعد دنیا چمک اٹھے گی۔ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین روشن ہوگا اور بے شمار مخلوق بہرہ یاب ہوگی"

"انہیں کوئی بھی بیماری نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ روزہ دار ہیں۔ اس لئے دن کے وقت ماں کا دودھ پینا نہیں چاہتے۔ انہیں گھر لے جاؤ۔ ان کی بہت اچھی طرح پرورش کرو۔ ہر قسم کے آدابِ طہارت کو بجا لاؤ۔ ہمارے اور تمہارے مقاصد دارین اسی ذاتِ عالیہ سے وابستہ ہیں۔ حضرت دادی صاحبہ کی تشویش دور ہوئی۔ بہت خوش ہوئیں۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور ان کی پرورش میں بیش از بیش کوشش کی۔

زہے دولتِ مادرِ روزگار
کہ پورے چنیں پرورد در کنار

حاجی نجم الدین رح نے بھی یہ واقعہ مناقب المحبوبین میں درج کیا ہے لکھتے ہیں کہ شیخ احمد دودی والا رح نے فرمایا:

---

لہ حدیقۃ الاخیار ترجمہ گلشن ابرار میں خواجہ امام بخش مہاروی رح لکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں میں نے اپنے والد گرامی رح اور دادا جان رح سے خود سنی ہیں۔

"بالکل غم نہ کرو۔ آپ کا یہ بچہ غوث زماں ہے۔ رمضان المبارک کی تعظیم کی وجہ سے دُودھ نہیں پیتا۔ روزہ رکھتا ہے انشاءاللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے بعد دن کے وقت بھی دُودھ پیا کرے گا۔ اُس خاندان کی قسمت وسعادت کا کیا کہنا جہاں ایسا قُطب زمانہ پیدا ہو۔ ایک دن تمام جہان اس سے فیضیاب ہو گا۔ اور حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو ان کی ذات سے تازگی حاصل ہو گی۔ اس بچے کا ادب کیا کریں۔"

## نامِ مُبارکؒ:

والدین نے آپ کا نام بہبل (بابل) رکھا جب آپ دہلی اپنے پیرومُرشد محبّ النبی حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہُوئے تو اُنہوں نے آپ کا نام تبدیل کر دیا اور نیا نام نورمحمدؒ تجویز فرمایا۔

آپ کے تین بھائی تھے اور ایک ہمشیرہ۔ بھائیوں میں سُلطان صاحب اور برہان صاحب آپ سے بڑے تھے اور عبدل آپ سے چھوٹے۔ آپ کی بہن کا نام قائم خاتون صاحبہ تھا، جس کے خاوند کا نام اسلام خان صاحب بن ساہو کا صاحب تھا۔

## سکونت کی تبدیلی:

شاعِ نورین ہے کہ "اقتضائے حالات کے باعث حضرت کی ولادت کے بعد بہت جلد اس خاندان نے بستی چوٹالہ کی سکونت ترک کر دی اور بستی مہاراں میں آکر سکونت اختیار کی" اور اسے مہاراں سے مہاراں شریف بنا دیا۔

برزمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

بستی چوٹالہ کی اوائل عمر کی سکونت کو آپ نے ہمیشہ یاد رکھا اور

اکثر محبت سے اُس زمانے کے حالات کا ذکر کیا کرتے تھے۔ مہاراں شریف سے پاکپتن شریف کا ہفتہ وار سفر، برائے نماز جمعہ و زیارتِ بابا فرید گنج شکرؒ آپ کا معمول تھا۔ اکثر بستی چوٹالہ سے گزر ہوتا اور آپ انتہائی بچپن کے دور کی بعض باتیں یاد کرتے اور اپنے ساتھیوں کو سُناتے۔ نیز ان مقامات کی نشاندہی کرتے جہاں بچپن میں اپنے ہم جولی لڑکوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ پاکپتن شریف جا رہے تھے۔ میاں احمد کلہیرہ آپ کے ہم رکاب تھے۔ جب بستی چوٹالہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا "میاں احمد مجھے بچپن کا واقعہ یاد آیا ہے کہ میرے ہم جولی کسی کسی دن جال لگاتے تھے تاکہ کوئی جانور پکڑیں۔ میں بھی ان کے ساتھ جال لگایا کرتا تھا۔ میرے دوسرے ساتھیوں کے جال میں کبوتر یا کوئی اور شکار پھنس جاتا مگر میرے جال میں چڑیا تک بھی نہ آتی تھی۔" میاں احمد نے جواب دیا "غریب نواز آپ کا جال تو شہبازوں کیلئے تھا۔ اُس میں کبوتر یا چڑیا جیسے جانور کیسے پھنس سکتے تھے۔" یہ جواب سُن کر آپ خاموش ہو گئے۔

---

اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش

( النجم : ۳۹ )

# تعلیم و تربیت کا پہلا دور

## تحصیلِ علم:

حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ سے منقول ہے کہ جب آپ کی عمر پانچ سال کے قریب ہوئی تو آپ کے والدین نے قرآنِ پاک کی تعلیم کیلئے آپ کو حافظ محمد مسعود مہار کی شاگردی میں دیا۔ دین کی تعلیم بنیادی اہمیت رکھتی ہے اور اس کا آغاز قرآنِ پاک کی تعلیم ہے۔

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم
حکمتِ اُو لایزال است و قدیم
حرفِ اُو را ریب نے تبدیل نے
آیہ اش شرمندۂ تاویل نے

(اقبالؒ)

حافظ محمد مسعود مہار اس زمانہ میں ایک صالح اور متقی بزرگ تھے جو بچوں کو قرآنِ پاک پڑھایا کرتے تھے۔ ناظرہ بھی پڑھاتے اور حفظ بھی کراتے۔ آپ نے حافظ صاحب سے قرآنِ پاک پڑھنا شروع کیا۔ جلد ہی تمام قرآن پاک پڑھ لیا اور حفظ بھی کر لیا۔

جن دنوں آپ قرآنِ پاک حفظ کر رہے تھے شیخ احمد دودی والا کا ان دنوں مہار شریف سے گزر ہوا۔ اتفاقِ حسنہ سے انہوں نے ڈیرہ بھی حافظ محمد مسعود مہار کی مسجد میں کیا۔ وہاں جب اُن کی نظر آپ کے چہرۂ مبارک پر پڑی تو فرمایا:

"سبحان اللہ۔ اس بچے پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ

شاہانِ وقت اس کے درِ اقدس پر سجدہ کریں گے اور تمام
خانوادوں کے لوگ آپ سے توسّل حاصل کریں گے۔"

آپ کے اُستادِ محترم نے جب یہ سُنا تو مسکرائے اور فرمانے لگے۔
"سُبحان اللہ اِس زمانہ میں ایسے اولیاء اللہ رہ گئے ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ ہندال کا بیٹا ایسا بن جائے گا کہ بادشاہ اس کے دروازے پر سجدہ کریں گے"

شیخ احمد دودی والاؒ نے فرمایا "اے محمد مسعود تم اس بات سے بے خبر ہو، واقعی ایک وقت آئے گا کہ بادشاہ، نواب، امرا، وزرا، روساء، عُلما اور مشائخ ان کے دروازے پر حاضری دیں گے اور ان کی نسبتِ خدمت پر فخر کریں گے یہ وقت بھی آئے گا کہ میری اولاد اور میرا تمام خاندان اِن کے طفیل عزّت حاصل کرے گا اور نعمت ہائے باطنی سے مالامال ہو گا۔"

شیخ احمدؒ کی یہ پیشین گوئی پُوری ہُوئی۔ نواب بہاول خاں والئی ریاست بہاول پُور نے آپ کے دستِ حق پرست پر بعیت کی اور اس در کی غُلامی کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھا۔ بڑے بڑے علما و مشائخ مرید ہُوئے اور روحانی مقامات و مدارج پر پہنچے۔ شیخ احمد دودی والاؒ کا فرزند شیخ غلام محی الدینؒ آپ کا مرید بنا۔ اور اِس نسبتِ عالی سے عزّت و بلندی کے اُس مقام تک پہنچا جس کی بشارت شیخ احمد دودی والاؒ نے کی تھی۔

حقیقت یہی ہے کہ ہدایت من جانب اللہ ہے، نبوّت بھی من جانب اللہ ہے اور ولایت بھی من جانب اللہ ہے۔ یہاں تک کہ نسبت کی نعمت بھی من جانب اللہ ہے۔ اگر رزق ظاہری مقسوم ہے اور دانے دانے پر مہر ہوتی ہے تو رزقِ رُوحانی بھی مقسوم ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رزق دو قسم کا ہے ایک وُہ جسے تو تلاش کرتا ہے اور دُوسرا وُہ جو تجھے تلاش کرتا ہے۔ ہاتھ ہاتھ اور سینہ سینہ پر بھی مُہر ہوتی ہے ولایت وہبی ہے کسبی نہیں۔ کبھی اس کی نشانیاں ولادت سے قبل ظاہر ہوتی ہیں

کبھی ولادت کے بعد طفولیت میں۔ کبھی سنِ شعور میں۔ کبھی خلافت و نعمت کے بعد اور کبھی وصال کے بعد۔

حضرت قبلۂ عالمؒ مادرزاد ولی تھے۔ ولادت سے قبل بھی نشانیاں ظاہر ہو رہی تھیں۔ ولادت کے ایام میں بھی، ولادت کے بعد عالم طفولیت میں بھی، عطائے خلافت کے بعد بھی اور اب وصال کے بعد تو ہر لحظہ نئی آن اور نئی شان سے ظاہر ہو رہی ہیں کہ بقول حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ تلوار جب نیام سے باہر ہوتی ہے تو زیادہ اچھا وار کرتی ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ آپ نے حافظ محمدؒ مسعود مہار کے پاس قرآنِ پاک کی تعلیم مکمل کی۔ ناظرہ بھی کیا اور حفظ بھی۔ پہلے زمانہ میں ہمارے بزرگ اپنے بچوں کو سب سے پہلے قرآنِ پاک پڑھا دیا کرتے تھے۔ قرآنِ پاک کی تعلیم کو ہی تعلیم سمجھتے تھے۔ یہی بنیادی تعلیم تھی۔ یہ ہر ایک کے لئے لازمی اور ضروری تھی۔ اس کے بعد کوئی کوئی مزید تعلیم حاصل کرتا ورنہ قرآن پاک پڑھ لینے کے بعد کھیتی باڑی یا اپنے آباؤ اجداد کے کام میں مصروف ہو جاتے۔ اور یہ حقیقت مسلّمہ بھی ہے کہ اگر ایک مسلمان سارے جہان کی کتابیں پڑھ لے مگر "الکتاب" نہ پڑھے تو واقعی اس نے کچھ نہیں پڑھا۔ قرآن پاک پڑھ لیا تو سب کچھ پڑھ لیا۔ اس لئے کہ مسلمان کے لئے دو چیزیں بنیادی طور پر ضروری ہیں۔ کتاب اور صاحب کتاب۔ یعنی قرآنِ پاک اور حضور نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ علامہ اقبالؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

گر تو مے خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

---

# تعلیم و تربیّت کا دُوسرا دَور

**مزید تعلیم:** آپ نے جب قرآنِ پاک ناظرہ و حفظ کی نعمتِ علمی و دینی حاصل کر لی تو حسبِ معمول والدِ گرامی، بَرادران اور اہلِ خاندان نے چاہا کہ آپ کو کھیتی باڑی یا کسی اور کام یا کاروبار یا خاندانی مشاغل میں مشغول کریں مگر آپ دین کی مزید تعلیم کے لئے اپنے اندر تڑپ رکھتے تھے اور اِس مقصد کے حصول کی خاطر ہر دم بے چین رہتے تھے اور تقدیرِ الٰہی بھی اپنا کام کر رہی تھی۔

منقول ہے کہ گھر والوں نے چند دِن آپ کو اپنے کھیتی باڑی کے کام میں مشغول کرنے کی پوری کوشش کی۔ کھیتوں میں رات کے وقت کٹی ہُوئی فصل کی حفاظت کے لئے تمام بھائی باری باری پہرہ دیتے تھے۔ ایک رات آپ کی باری تھی۔ آپ نوافل اور ذکر و فکر میں مشغول تھے کہ چور آئے اور فصل اُٹھانے لگے شور سُنا تو آپ نے پُوچھا کون ہو۔ جواب مِلا "محمدؐ" (غالباً یہ نام اُس شخص کا تھا جو فصل اُٹھا رہا تھا۔ ایسے نام عرب میں بھی رکھتے ہیں اور ہمارے مُلک کے قدیم باشندے بھی یہ نام رکھتے تھے)۔ آپ نے فرمایا اگر "محمّدؐ" ہو تو سب کچھ لے جاؤ یہ فقرہ بار بار کہتے تھے اور حالتِ وجد میں تھے۔ صُبح تک یہی حالت رہی۔ والدِ گرامی صُبح صُبح آئے۔ آپ کو اس حال میں دیکھا اور کٹی ہُوئی فصل کو غائب پایا تو آپ کو سختی سے پُوچھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ آپ نے تمام ماجرا سُنا دیا۔ آپ کے والدِ گرامی نے اُسی دِن کے بعد انہیں کھیتی باڑی کے کام سے آزاد کر دیا۔

**وطن سے ہجرت:** کچھ دِنوں بعد مزید تعلیم کے حصول کیلئے

آپ نے اپنے مولد اور وطن کو خیر باد کہا اور وہاں سے ہجرت کر گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ارشادِ گرامی پر عمل کیا جس میں فرمان ہے کہ طلب علم و حصولِ علم کے لئے تمہیں چین بھی جانا پڑے تو جاؤ۔ یعنی اپنے وطن کو چھوڑنا اور دور دراز کا سفر کرنا پڑے تو وطن چھوڑ دو مگر علم ضرور حاصل کرو۔ بقول اقبالؒ ؎

ہے ترکِ وطن سنّتِ محبوبِ الٰہی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

انبیاء، صحابہ، تابعین، اولیاء اللہ اور علمائے حق نے اپنے ماں باپ بہن بھائی، عزیز و اقربا، مکان باغات، سب کچھ اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کے لئے چھوڑا۔ ساری دنیا کی سیاحتیں کیں۔ علومِ ظاہری و باطنی حاصل کئے۔ رزقِ روحانی کی تلاش میں برس ہا برس سفر کئے۔ صحبتیں حاصل کیں۔ تب جا کے کہیں منزلِ مقصود تک پہنچے۔

مشائخ چشت کی شخصیاتِ مبارکہ کی خصوصیات میں سے نمایاں خصوصیت طلبِ علم و مجاہدہ و اسفار ہیں۔ کوسوں سفر کرتے۔ برسوں صحبت میں رہتے تب جا کے کہیں اطمینان حاصل ہوتا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ و دیگر مشائخ چشتؒ نے حصولِ علم و عرفان کے لئے کوسوں میل کے سفر کئے۔ اپنے ملک کے گوشے گوشے میں گئے۔ مختلف اسلامی ممالک میں علماء و مشائخ کی خدمت میں رہے۔ مصائب اُٹھائے۔ سختیاں جھیلیں۔ بھوکے رہے پیاسے رہے۔ مگر اللہ کے راستے میں (سلوک) ان کے قدم نہیں ڈگمگائے اور "ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" کی صفت اعلیٰ سے متصف ہوتے ہوئے حقیقت و معرفت کے مقامِ اعلیٰ و ارفع پر فائز ہوئے۔

جن کو اللہ تعالیٰ اپنی دوستی کے لئے، اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تبلیغ و سربلندی اور اُمتِ مسلمہ کی اصلاح و تربیت کے لئے منتخب کر لیتے ہیں، انہیں تربیت کے ان تمام مقامات سے گزارتے ہیں۔ سب سے

بہتر اُمّت کے بہترین افراد اولیاء اللہ ہیں۔ انہیں سُنّتِ رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم واسوۂ صحابۂ کرامؓ وآلِ رسُولؐ کے مطابق سخت کوشی کے مراحل سے گذارا جاتا ہے اور پھر امیرِ قافلۂ حجاز بنایا جاتا ہے۔

امیرِ قافلہ سخت کوش و پیہم کوش
کہ در قبیلۂ ما حیدری ز کرّاری ست
(اقبالؒ)

## مہار شریف سے لاہور شریف تک

حضرت قبلۂ عالمؒ تعلیم و تربیت کے جن مراحل سے گزرے وُہ اِس عظیم شخصیّت کی تربیّت کے لئے ضروری تھے۔ جذبہ صادق ہو تو راستے خُود بخُود کھُلتے جاتے ہیں۔ والدِ گرامی اور اہلِ خاندان سے اجازت لے کر آپ نے اپنے مولد اور وطن کو چھوڑ دیا اور مزید تعلیم کے لئے مہاراں شریف سے روانہ ہو کر سب سے پہلے موضع بڈھیراں میں پہنچے۔ یہ موضع مہاراں شریف سے پانچ چھ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں آپ نے درسِ نظامی کی چند کتابیں پڑھیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ قصبہ ببلانہ میں کچھ عرصہ مزید تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ببلانہ پاکپتن شریف کے قریب ہے۔ یہاں آپ نے جناب شیخ احمد کھوکھر سے دینی تعلیم حاصل کی اور مزید کتب کی تکمیل کی۔

یہاں سے فارغ ہو کر آپ نے مزید تعلیم کے لئے ضلع ڈیرہ غازی خان کا رُخ کیا۔ نواب محمّد خان گوجر کا عہدِ حکومت تھا۔ وہاں ایک فاضل اُستاد سے شرح مُلّا تک تعلیم حاصل کی۔ وہاں سے فارغ ہو کر آپ جناب محکم دین سیلانیؒ کی رفاقت میں لاہور تشریف لے گئے۔

لاہور اُس وقت شمالی ہندوستان کا دارالحکومت تھا اور علم و عرفان کا مرکز بھی۔ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدّین چشتیؒ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اور مُرشدِ پاک سے ہندوستان کی ولایت لے کر جب ہندوستان میں وارد ہوئے

تو سب سے پہلے لاہور میں حضرت مخدوم سید علی ہجویری عرف حضرت داتا گنج بخشؒ کے آستانہ عالیہ و مزارِ مبارک پر حاضری دی اور کچھ عرصہ ذکر و فکر اور عبادت و مراقبہ میں مصروف رہے اور رخصت ہوتے وقت فرمایا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

لاہور میں تعلیم کے لئے مشیتِ ایزدی نے آپ کو بھیجا کہ یہاں سے علم بھی حاصل کریں۔ تربیت بھی حاصل کریں اور عرفان بھی۔ کیونکہ ایک وقت آنے والا تھا جب لاہور نے پاکستان کا اہم ترین علمی و فکری مرکز بننا تھا۔

## قیامِ پاکستان:۔

ہندوستان کی حکومت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے طفیل ملی، پاکستان ہمیں ظاہری طور پر علامہ اقبالؒ، قائدِ اعظمؒ اور ان کے رفقاء کی بدولت ملا مگر روحانی طور پر حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے کرم سے ملا۔ وہ اگر پاکپتن شریف کو مرکز بنا کر لاکھوں غیر مسلموں کو مسلمان نہ بناتے تو پھر مسلمانوں کی آبادی کی کثرت کی بنیاد پر یہ خطۂ پاکستان بھی معرضِ وجود میں نہ آتا۔

حضرت قبلۂ عالمؒ کا لاہور میں مزید تعلیم کے لئے جانا اور وہاں قیام کرنا پُر از حکمتِ الٰہی تھا۔ مشیت کو منظور تھا کہ اس مرکزِ علمی میں مزید علومِ دینیہ حاصل کریں۔ وہاں کے روحانی آستانہ ہائے مبارکہ سے روحانی فیوض و برکات حاصل کریں اور نسبتِ حیدری کے حصول سے قبل صفتِ کراری سے بھی متصف ہوں۔

آپ لاہور میں میاں محکم الدین صاحب السیرؒ کی رفاقت میں تشریف لائے اور مزید تعلیم حاصل کی۔ شمع نور میں ہے کہ آپ خود ارشاد فرماتے تھے "میں اور میاں محکم دین لاہور میں یکجا پڑھتے تھے۔ وہ عمر میں مجھ سے کچھ بڑے تھے۔ خوب آدمی تھے۔ تمام عمر ذوق و شوق میں گزار دی۔ مگر افسوس ہے کہ ان کے احباب اور مریدوں میں سے کوئی ایسا صاحبِ اثر نہیں رہا جو اسی طرح اس فیض کو

جاری رکھتا۔"

لاہور میں آپ کو قیام و طعام کے سلسلہ میں سخت تکالیف اٹھانی پڑیں۔ تزکیۂ نفس، حصولِ نعمت اور کمالاتِ باطنی کے لئے یہ ضروری تھا کہ اہلِ محبت منزلِ مجبوب تک پہنچنے سے قبل ان ہی دشوار گزار راستوں سے اور آزمائشوں کے مراحل سے گزرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ ۝ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝"

"ہم تمہیں کسی ایک چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے۔ یعنی خوف اور بھوک اور تمہارے مالوں اور جانوں اور پھلوں میں سے کمی کرنے سے۔ اور اُن صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم صرف اللہ ہی کے ہیں اور یقیناً ہم اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔"

---

# تحصیلِ علم کیلئے دہلی میں آمد

## دہلی شریف:

لاہور کے روحانی وعلمی مرکز میں کچھ عرصہ قیام اور حصولِ تعلیم وتربیت کے بعد حضرت قبلۂ عالمؒ مزید تعلیم کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کی کئی سو سالہ حکومت کا دارالخلافہ، بائیس خواجہ کی چوکھٹ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ، حضرت مولانا نصیر الدین چراغؒ، حضرت شاہ کلیم اللہؒ اور محبّ النبی حضرت مولانا محمد فخر الدینؒ کا دہلی، جو اب مدتوں سے دہلی شریف ہے۔

خواجۂ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو اپنا نائب بنا کر دہلی میں بھیجا۔ آپ نے یہاں ایک ایسی روحانی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو آج بھی قائم ودائم ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تاقیامت قائم رہے گی اور یوں فیضانِ دہلی بھی ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اِسی خاطر اللہ تعالیٰ نے دکن سے حضرت مولانا فخر جہاںؒ کو اور پنجاب سے حضرت قبلۂ عالمؒ کو دہلی بھیجا۔

رسیدم بر درِ برہانِ دہلی — سُلیمانِ منت ایمانِ دہلی
جمالِ حضرتِ سُلطانؒ دیدم — شدم از صدق دل قربانِ دہلی
زنورِ روضۂ قطبؒ منوّر — بہشت آمد بچشم شانِ دہلی
بجز ذاتِ نصیر الدین محمودؒ — ندیدم در جہاں سامانِ دہلی
شدم آرائشِ گلزارِ جنت — چو آمد در نظر بُستانِ دہلی
ہزاراں شُکرِ ایزد کُن چو صابر — کہ آمد در کفت دامانِ دہلی

(خدا بخش صابر سُلیمانی)

اللہ تعالیٰ کا ارادہ کام کر رہا تھا۔ اُس قادرِ مطلق نے فیصلہ کیا تھا کہ وُہ نُور جو مدینہ طیبہ سے اجمیر شریف اور پھر دہلی شریف پہنچا تھا۔ اُسے ایک بار پھر پنجاب میں منتقل کیا جائے (پہلی بار یہ نُور حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی صورت میں پنجاب میں آیا تھا) تاکہ ہندوستان کا وُہ علاقہ جسے پاکستان بن کر احیاءِ اسلام کا مرکز بننا ہے، نُورِ محمدیؐ سے روشن روشن ہو جائے۔

تذکرہ مشائخ توگیرہ شریف میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے بارے میں مرقوم ہے کہ "پنجاب کے لئے نئے انوار کی ضرورت تھی۔ خاکِ پنجاب کسی صاحبِ انوار کی متلاشی تھی۔ چنانچہ نصیب بیدار ہوا اور حضرت خواجہ نُور محمدؒ مہاروی علیہ الرحمۃ کا دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت خواجہ فخرِ جہاں فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ کی قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ اُنہوں نے ایک عرصہ ریاضت شاقہ اُٹھانے کے بعد تاجِ تصوف حاصل کیا۔ یہاں تک کہ پنجاب کا گوشہ گوشہ انوارِ محمدی سے جگمگا اُٹھا۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بازار گرم ہوا۔ ہر وادی بُقعۂ نُور بن گئی۔ ہر سنگ دِل موم ہوا۔ اور پنجاب کے وسیع و عریض میدان سے کوہستان کی بلند و بالا چوٹیوں تک نورٌ علیٰ نُور ہو گیا۔"

رقعاتِ مرشدی میں حضرت میاں محمدؒ عبد الصمد فخری فریدی سلیمی دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت مولانا صاحبؒ نے ۱۱۶۵ھ میں دہلی کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے روشن اور منور فرمایا۔ اُس وقت دہلی میں محمدؐ شاہ بادشاہ کا عہد تھا اور حضرت مرزا مظہر جانجاناں، حضرت شاہ غلام سادات، حضرت شاہ صابر بخش، حضرت نانوں شاہ، حضرت بھولو شاہ، حضرت فتح علی شاہ اور شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا زمانہ تھا۔ حقیقت میں جس پہلو سے دیکھئے دہلی کا یہ دَور اُس کی رونق اور ترقی کی معراج تھا۔ ایسے ایسے اکابر و صلحاء و علماء با کمال کی ذات دہلی کا فخر تھی۔"

"مناقبِ فخریہ میں لکھا ہے" کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے زمانۂ فیض نشانہ

میں اذکار و اشغال اور یادِ الٰہی کا ایسا چرچا ہُوا کہ گویا حضرت محبوبِ الٰہی سُلطان المشائخؒ کا از سرِ نو زمانہ دُنیا میں آگیا۔ جو لوگ کمالاتِ حضراتِ چشتیہ سے بے خبر تھے وُہ خبردار ہو گئے اور جو بے ہوش تھے، ہوشیار بن گئے۔ مُردہ دلوں نے حیاتِ ابدی پائی۔ ایک عالم عشق کے پیالہ سے شرابِ معرفت پی کر مست ہُوا اور ایک جہان نے اپنے زنگ آلودہ دِلوں کو آبِ رحمتِ فیضانِ چشتیہ سے دھوکر روشن و منوّر فرمایا۔"

## قیامِ دہلی

قیامِ دہلی :- " خلاصۃ الفوائد میں لکھا ہے کہ جناب سیّد العارفین فخر العاشقین مولانا محمد فخر الدین اورنگ آبادیؒ کے دہلی تشریف لانے سے چند ماہ پہلے آپ لاہور سے روانہ ہو کر دہلی پہنچے اور میاں محمد قاسم سے تحصیلِ علم کرنے لگے۔ تھوڑے عرصہ بعد میاں محمد قاسم دہلی سے کسی اور جگہ چلے گئے اب آپ کو اُستاد و مدرسہ کی تلاش ہُوئی کہ مزید تعلیم کہاں حاصل کی جائے۔ اِس زمانے میں نواب غازی الدین خاں کے مدرسے کی بڑی شہرت تھی۔ اسے امیر غازی الدین خاں فیروز جنگ نے بنوایا تھا۔ شجرۃ الانوار میں مرقوم ہے کہ یہاں دو مدرسے تھے۔ ایک مدرسہ کلاں اور دوسرا مدرسہ خورد۔

مناقب المحبوبین میں ہے کہ آپ مدرسۂ خورد میں حاضر ہو کر باقاعدہ آگے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ یہاں آپ کے استاد حافظ میاں برخوردار جیؒ تھے آپ نے اُن سے کافیہ کا درس لینا شروع کیا۔ اپنے استادِ محترم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "میاں برخوردار جی مردِ خُوب اور صاحبِ نسبت تھے اور سلسلۂ چشتیہ میں داخل تھے"۔ آپ پر اُستادِ محترم کا بہت لطف و کرم تھا۔ شاگردوں میں سب سے زیادہ آپ پر توجہ دیتے تھے۔ خُود شب و روز میں ایک بار کھانا تناول فرماتے تھے۔ کھانے کے وقت آپ کو اپنے ساتھ کھلاتے تھے۔

کافیہ کے بعد قطبی کا درس شروع ہُوا ہی تھا کہ آپ کے اُستادِ محترم کو

اپنے وطن جانا پڑا۔ اُستادِ محترم کے وطن چلے جانے اور تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو جانے کی وجہ سے آپ بہت متفکر اور پریشان رہنے لگے۔ کبھی دکن کی طرف ہجرت کر جانے کا ارادہ کرتے اور کبھی حاجیوں کے ساتھ مدینہ طیّبہ کا عزم کرتے مگر کوئی فیصلہ نہ کر پاتے۔ چاہتے یہی تھے کہ دہلی شریف میں ہی تعلیم جاری رکھنے کا کوئی معقول انتظام ہو جائے۔ آپ نے ایک شب اپنے اس اضطراب کا ذکر اپنے ایک رفیق حافظ محمد صالح یا محمد اصلح (ساکن بھیرہ خوشاب) سے کیا۔ اُس نے بتایا کہ ایک بہت بڑے بزرگ، عالم اور پیر زادہ دکن سے آئے ہیں اُنہوں نے بھی درس و تدریس کا آغاز کیا ہے۔ تعلیم کے ساتھ تربیّت بھی کرتے ہیں اور رہائش و خورد و نوش کا بھی اہتمام ہے۔ اُن کے پاس جاؤ۔ ممکن ہے تمہاری مراد بر آئے۔

---

# حضرت مولانا محمدؐ فخر الدینؒ

جس بزرگ، عالم اور پیرزادہ کی نشان دہی حافظ محمدؐ صالح نے کی تھی، وہ محبّ النبی حضرت مولانا محمدؐ فخر الدین چشتی نظامی اورنگ آبادی ثمہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ محبّ النبی کا لقب آپ کو عطا ہوا تھا۔

خلاصتہ الفوائد میں حضرت قبلہ عالمؒ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ:

"حضرت مولانا صاحبؒ کے "محبّ النبیؐ" کے لقب سے کوئی واقف نہ تھا۔ ایک روز حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم ایک دِن حضرت چراغِ دہلیؒ (حضرت مولانا نصیر الدین چراغ دہلویؒ خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ) کے عُرس کے موقع پر اُن کے مزارِ مُبارک پر حاضر ہوئے۔ رات کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مخدوم چراغِ دہلیؒ اپنے لنگر سے کُچھ تبرک اپنے دستِ مُبارک سے مجھے عنائیت کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تم محبّ النبی ہو۔ چونکہ یہ لقب اُن کی زبان مُبارک سے سُنا اس لئے مجھے بہت پسند آیا۔"

**دہلی میں آمد:-** حضرت مولانا محمدؐ فخر الدین اورنگ آبادیؒ اپنے والدِ گرامیؒ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد سجّادۂ مشیخت پر بیٹھ گئے اور مخلوق خُدا کو شریعت و طریقت کے راستے کی تلقین میں مصروف ہو گئے۔ ایک دِن عالمِ محویت میں آپ کے گوشِ مُبارک میں غیب سے یہ آواز آئی۔ ؎

"بند بگسل باش آزاد اے پسر"

آپ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میرے والدِ گرامیؒ نے ایک بار مجھے شاہجہان آباد (دہلی) کے بارے میں فرمایا تھا۔ یہ غیبی اشارہ اُسی طرف ہے مگر اپنے والدِ گرامیؒ کی خانقاہ کو کیسے چھوڑ دوں۔

ایک دِن روضہ شریف سے آواز آئی:

شہِ اقلیم فقرم بے خودی تختِ روانِ من
نہ چوں فرہاد مزدورم نہ چوں مجنوں زمیندارم

حضرت مولانا صاحبؒ نے اِس شعر سے جانا کہ دہلی جانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ خلاصۃ الفوائد میں ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ اپنے والد و مُرشدؒ سے یہ شعر سننے کے بعد دہلی تشریف لے آئے۔

حضرت مولانا صاحبؒ ۱۱۶۵ھ میں دہلی تشریف لے آئے۔ نواب غازی الدین خانؒ نے مثنوی میں حضرت مولانا صاحبؒ کے ورودِ دہلی کی برکات کو اس طرح منظوم کیا ہے:

| | |
|---|---|
| نورِ دل ہر طرف فروزاں شد | عالَم از نُورِ دل چراغاں شد |
| دینِ خوابیدہ گشت از و بیدار | اُو بشرعِ مُبیں شد استظہار |
| از سرِ فضل مُقتدائے ہمہ | آیتِ رحمت از برائے ہمہ |

تاریخ مشائخ چشت میں ہے کہ شاہ فخر الدین دہلویؒ نے جس مدرسہ میں درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ وہ امیر غازی الدین خاں فیروز جنگ نے بنوایا تھا۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ یہاں دو مدرسے تھے۔ مدرسہ کلاں اور مدرسہ خورد۔ شجرۃ الانوار میں ہے کہ آپ نے مدرسۂ خورد میں جو اجمیری دروازہ کے باہر واقع ہے سکونت اختیار کی اور اس میں درس و تدریس اور رُشد و ہدایت کا کام شروع کیا اور "مرجع خاص و عام شدند"۔ آپ قرآن و حدیث کی تعلیم کے ساتھ ساتھ سلوک کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے۔

# حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں پہلی حاضری

حضرت قبلۂ عالمؒ نے اپنے دوست اور ہم جماعت حافظ محمد صالح (ساکن بھیرہ۔ خوشاب۔ پنجاب) کی بات غور سے سُنی اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ دکن سے تشریف آور ہونے والے پیر زادہ اور عالم و بزرگ یعنی حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں ضرور حاضری دُوں گا اور درخواست کروں گا کہ وُہ اپنی شاگردی میں قبول فرمائیں۔ آپ اپنے ایک ساتھی قلندر بخش کو ساتھ لیکر حضرت مولانا صاحبؒ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔

شُد زمانے کہ جانش آگہ حال
طائر شوق دل کشادش بال!
گشت پروانہ سوئے شمع رواں!
وجد عاشق کناں و بال افشاں

(مثنوی نواب صاحب)

خلاصۃ الفوائد میں اِس پہلی حاضری کی تفصیل حضرت قبلۂ عالمؒ سے منقول ہے کہ:

"اگلے دن صُبح ہم دونوں حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں حاضری کے لئے روانہ ہُوئے۔ جب حویلی کے نزدیک پہنچے تو خوشحال نام ایک خادم حویلی کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ اُس نے بتایا کہ حضرت مولانا صاحب خانم بازار تشریف لے گئے ہیں۔ ہم دونوں واپس آگئے۔

دوسرے دن مَیں تنہا ظُہر کے وقت حاضری کے لئے پہنچا۔

حویلی کے بڑے دروازے پر دربان بیٹھا تھا اور لوگ آجا رہے تھے۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ آگے گیا تو حویلی کے اندر ایک اور دروازہ تھا۔ دروازے کے اندر دالان تھا۔ دالان میں ایک تخت پوش تھا جس پر سفید چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ بڑا گاؤ تکیہ رکھا ہوا تھا اور حضرت مولانا صاحب اس تخت پوش پر جلوہ فرما تھے۔

ادھر میری حالت یہ تھی کہ کپڑے میلے تھے اور سر کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے اپنا حال دیکھا اور متفکر ہوا کہ اللہ کرے اس بزرگ پیر زادہ کے پاس میرے پڑھنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ چونکہ بندہ دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ حضرت مولانا صاحب کی نظرِ مبارک مجھ پر پڑی۔ بندہ کو آگے طلب کیا۔ جب میں نزدیک گیا تو آپ اُٹھے اور تخت پوش سے اُتر کر بڑی تعظیم کے ساتھ فقیر سے اس طرح معانقہ کیا کہ جیسے یارانِ قدیم مدت سے جُدا تھے اور اب اچانک ملے اور بغل گیر ہوئے۔

اس کے بعد فقیر کا بازو پکڑا اور تخت پر اپنے پاس بٹھالیا اور پوچھا کہ کون سا وطن ہے؟ میں نے عرض کیا پاکپتن شریف کے قریب ایک گاؤں میرا وطن ہے۔ پاکپتن کا نام سُن کر بہت خوش ہوئے اور پوچھا کیا حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی اولاد سے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ پوچھا یہاں کیسے آئے ہو۔ عرض کیا کہ میں نے سُنا ہے آپ تعلیم دیتے ہیں۔ میں بھی اُمیدوار ہوں۔ پوچھا پہلے کہاں پڑھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میاں برخوردار جیو کے پاس۔

فرمایا ہمارا پڑھانا مدت سے موقوف ہے۔ اس لئے

بہتر ہے کہ ابھی تم انہیں سے پڑھو۔ فارغ ہو کر یہاں آجایا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ "عرصہ مابین بسیار است و مسافت بعید وقت مادریں آمد و رفت ضائع خواہد شد۔" حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور یہ شعر پڑھا:

ما برائے وصل کردن آمدیم!
نے برائے فصل کردن آمدیم! (مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

اور فرمایا۔ خیر میرے پاس ہی پڑھ لیا کرو۔ پھر بڑی نوازش فرما کر پڑھانا شروع کر دیا۔ "سبحان اللہ بحرِ علوم بودند" (علم کا سمندر تھے)

بحرِ مواج بود علم یقیں
عمقش کس نیافتہ کہ چنیں
(مثنوی نواب صاحب)

آپ نے جو یہ فرمایا تھا کہ ابھی ہمارا درس و تدریس کا کام موقوف ہے تو بات یہ تھی کہ باقاعدہ طور پر آپ نے یہ کام پاکپتن شریف سے واپس آکر مدرسہ موصوف میں شروع کیا تھا۔ یہ زمانہ دکن سے آنے کے فوراً بعد کا ہے جبکہ آپ کڑہ پھلیل میں کرایہ کے مکان میں رہتے تھے۔ بعد میں اجمیری دروازہ کے باہر نواب غازی الدین خاں کے مدرسۂ غوردیں اقامت اختیار کی اور درس و تدریس کا کام باقاعدہ شروع کیا۔

**حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حصولِ تعلیم** اس کے بعد حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر تعلیم کا از سرِ نو آغاز کیا۔ تعلیم کا سلسلہ قطبی کے درس سے منقطع ہوا تھا۔ قطبی ہی سے شروع کیا۔ ابھی یہ کتاب مکمل نہیں پڑھی تھی کہ

ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ تم اب مزید وقت علمِ ظاہری میں ضائع نہ کرو۔ ضرورت کے مطابق اتنا علم ہی کافی ہے۔ اب اُس علم میں مشغول ہو جاؤ جس کے تم لائق ہو اور اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے تمہیں منتخب کیا اور میرے پاس بھیجا ہے۔ پس آپ نے تعمیل ارشاد کی۔

مندرجہ بالا واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے صرف قطبی تک تعلیم حاصل کی۔ حالانکہ تکملہ سیر الاولیاء میں مرقوم ہے کہ آپ نے اور زیادہ اکتسابِ علم کیا۔ یہاں تک کہ حدیث کی سند بھی حاصل کی۔

گلشن ابرار اور خلاصۃ الفوائد کے مطابق قیام دہلی کے دوران آپ کے سب سے پہلے استادِ مکرّم میاں محمّد قاسم تھے۔ اُن کے بعد دوسرے حافظ برخوردار جی تھے۔ تیسرے حضرت مولانا محمّد فخر الدّین دہلویؒ تھے۔

حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں حاضری سے قبل آپ اپنی تعلیم کے دوران ایک اور صاحبِ کمال بزرگ کے پاس بھی آمد و رفت رکھتے تھے، جن کا نام میاں فتح محمّد تھا۔ وُہ ہر جمعرات کو دہلی کے خواص کی دعوت کرتے، قرآن شریف کا ختم کرتے اور شیرینی تقسیم فرماتے تھے۔ اپنے مکان پر حضرت قبلۂ عالمؒ کو بلا کر سُورۂ یٰسین کی تلاوت سُننا اُن کا معمول تھا۔ ایک دفعہ میاں فتح محمّدؒ نے آپ سے فرمایا کہ سوا لاکھ درُود پاک کا ختم کریں۔ آپ کا ابھی درُودِ پاک کا وظیفہ مکمل نہیں ہُوا تھا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے دربارِ گہر بار میں حاضری کی نعمت نصیب ہو گئی۔

**علم کا سفر:** حضرت مولانا صاحبؒ کی حاضری اور نسبتِ عالیہ ازل سے مقدر میں لکھ دی گئی تھی۔ اور تقدیرِ الٰہی انہیں منزل بہ منزل دہلی لے آئی تھی۔ مہار شریف سے بلانہ، وہاں سے پاکپتن شریف کے نواحی گاؤں میں وہاں سے ڈیرہ غازی خاں میں یا اس کے کسی موضع میں، وہاں سے لاہور کے مرکزِ علمی میں اور وہاں سے دہلی۔ علم کی جستجو آہستہ آہستہ منزل کی طرف گامزن تھی

یہ عقل کا معاملہ نہیں تھا۔ عشق کا معاملہ تھا اور عشق کشاں کشاں منزلِ مقصود کی طرف لا رہا تھا:

ہر دو بمنزلے رواں ہر دو امیر کارواں
عقل بحیلہ مے بَرَد عشق بَرَد کشاں کشاں

اُس رازقِ مطلق نے جہاں رزقِ ظاہری کا سامان کیا ہے اور دانہ دانہ پر مہر لگائی ہے۔ وہاں رزقِ باطنی بھی مقدر کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں رزق دو قسم کا ہے۔ ایک وُہ جسے تُو تلاش کرتا ہے دوسرا وُہ جو تجھے تلاش کرتا ہے۔ رزقِ جسمانی انسان کی تلاش ہے اور رزقِ روحانی خود بندے کو تلاش کر کے وہاں پہنچا دیتا ہے جہاں خوانِ نعمت ہائے باطنی اس کے لئے بچھا ہوا ہوتا ہے۔

## حضرت خواجہ قُطب صاحبؒ کی حاضری

حضرت مولانا صاحبؒ کے حلقۂ شاگردی میں داخل ہونے کے کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا صاحبؒ مہرولی شریف میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ نے بھی رفاقت کی درخواست کی جو قبول ہو گئی۔ وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ دہلی واپس لوٹنے لگے تو آپ نے وہاں چند دِن درگاہ شریف حاضری و قیام کی اجازت چاہی جو مل گئی۔ آپ نے حضرت مولانا صاحبؒ سے عرض کیا کہ "حضور کسی وظیفہ کی اجازت عطا فرمائیں کہ یہاں پڑھوں"۔

حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ "ہم مُلّا ہیں تم ہماری بزرگی سے کہاں واقف ہو"۔ خیر رخصت کے وقت ایک وظیفہ عنایت فرمایا۔ بعد میں ہم سبق دوستوں نے اصرار کیا کہ ہمارے ساتھ واپس چلو۔ لاچار واپس آنا پڑا۔ جب آپ حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے اپنے دوشِ مبارک سے سفید دوپٹہ اُتارا اور آپ کو عطا فرمایا۔


چوتھا
باب

اَے بنی آدم ! اگر تم ہی میں سے تمہارے پاس آئیں رسُول جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کریں۔ تو جس نے اپنی اصلاح کرلی اور تقویٰ کی روش اختیار کی، تو ان پہ نہ کوئی خوف ہے اور نہ وُہ غمگین ہی ہوں گے۔

( الاعراف ۷ : ۳۸ )

# روحانی تربیت

**بیعت** :- مناقب المحبوبین میں ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ ۱۱۶۵ھ (= ۱۷۵۱ء) میں اورنگ آباد سے ہجرت کر کے دہلی شریف میں قیام کے لئے تشریف لائے تھے۔ ان کی تشریف آوری کے چند ماہ بعد آپ اُن سے بیعت ہوئے۔ خود فرماتے ہیں کہ "حضرت مولانا صاحبؒ کے دہلی میں ورود کے بعد سب سے پہلے بندہ ہی نے آپ سے بیعت کی۔" یہ واقعہ پاکپتن شریف روانہ ہونے سے پہلے ماہِ ربیع الثانی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے عُرس مبارک کے دن کا ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ "جب بندہ نے بیعت کے لئے حضرت مولانا صاحبؒ سے عرض کیا تو فرمایا کہ پہلے استخارہ کرو۔ اس کے بعد جیسا تمہیں معلوم ہوگا اس کے مطابق عمل کروں گا کہ یہی دستور ہے۔"

میں حسب الارشاد رات کے وقت ورد پڑھ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے پکے ہوئے کھانے کا ایک طبق میرے ہاتھ میں دے دیا اور حضرت مولانا صاحب کا جبّہ میری گردن میں ڈال دیا۔ اس حالت میں کہ حضرت مولانا صاحب آگے آگے چل رہے ہیں اور میں آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا ہوں۔ جب صبح ہوئی تو میں نے رات کے استخارہ کی حقیقت بیاں کی۔ فرمایا کہ اب چند دن کلمۂ استغفار پڑھو۔ میں نے اسے بھی چند دن پڑھا۔

خلاصۃ الفوائد میں ہے کہ اس کی تکمیل کے بعد حضرت خواجہ بختیار کاکی صاحبؒ کے مزارِ مبارک کے قریب ایک اور قبر پر لے جا کر خلعتِ بیعت سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ بندہ دوسری مرتبہ دہلی گیا تو حضرت مولانا صاحبؒ جب حضرت

خواجہ بختیار کاکیؒ کے مزارِ مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو میں بھی ہمراہ تھا۔
ارشاد ہوا کہ اِس جگہ کو یاد رکھنا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور یاد ہے۔

---

جس نے رسُول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ ہی کی اطاعت کی۔ اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے آپ کو ان کا پاسبان بنا کر نہیں بھیجا۔
(النسآء ۴ : ۸۰)

# پاکپتن شریف کا سفر مبارک

دہلی میں تشریف آوری کے کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا صاحبؒ نے حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی زیارت، پاکپتن شریف کے حاضری اور عرس مبارک میں شرکت کا ارادہ کیا۔ ماہ ذیقعد کی بارہ تاریخ کو آپ نے اپنے والد و مرشد حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادیؒ کا سالانہ عرس کیا۔ اس سے فراغت کے بعد چودہ ذیقعدہ کو پاکپتن شریف کی زیارت و حاضری کے لئے دہلی سے روانہ ہوئے۔ اس سفر مبارک میں حضرت قبلۂ عالمؒ حضرت مولانا صاحبؒ کے رفیق سفر تھے۔ ایک اور غلام بھی ہم رکاب تھا۔

سب سے پہلے یہ مختصر اور بابرکت قافلہ امام ناصر الدینؒ کے مزار مبارک کی زیارت کیلئے سونی پت حاضر ہوا۔ پھر پانی پت تشریف لے گئے اور سید شمس الدین ترکؒ اور حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی زیارت کی۔ چار رات پانی پت میں قیام کیا۔ پھر لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔ لاہور میں آٹھ دن قیام فرمایا۔

لاہور میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، حضرت محترم اللہ نقشبندیؒ اور دیگر اولیائے لاہور کے مزارات مبارکہ پر حاضری دی۔ لاہور سے ایک ہزار کے قریب خراسانی سیب خریدے تاکہ حضرت دیوان صاحب پاکپتن شریف کی خدمت عالیہ میں نذر پیش کی جائے۔ لاہور سے روانہ ہوکر عرس مبارک سے کچھ عرصہ قبل پاکپتن شریف پہنچے۔ پاکپتن شریف کی نورانی بستی میں داخل ہوتے وقت حضرت مولانا صاحبؒ پا برہنہ تھے۔

دہلی سے پاکپتن شریف کا سفر پا پیادہ کیا۔ سواری کرایہ پر حاصل کی۔

کرایہ بھی دے دیا، مگر سوار نہ ہوئے۔ پیدل چلنے کی وجہ سے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ پاکپتن شریف میں داخل ہوتے وقت جوتے بھی پاؤں میں نہیں تھے۔ حضرت بابا صاحبؒ کی شان کے کیا کہنے اور حضرت مولانا صاحبؒ کی عقیدت اور ادب کی کیا مثال۔

حضرت قبلۂ عالمؒ اس سفر میں حضرت مولانا صاحبؒ کے قدم بہ قدم شریکِ سفر تھے۔ راستے میں سفر کے، لنگر اور ڈیرہ کے تمام انتظامات آپ کے سپرد تھے۔ حضرت مولانا صاحبؒ کی کتابیں بھی اِس کوسوں میل کے سفر میں حضرت قبلۂ عالمؒ اُٹھاتے رہے۔

یہ سفر جہاں حضرت مولانا صاحبؒ کے اپنے مقامات کے حصول کے لئے تھا، وہاں حضرت قبلۂ عالمؒ کے روحانی مقامات کی تکمیل کے لئے بھی تھا۔ قبلۂ عالمؒ پر دونوں طرف سے انوار کی بارشیں ہو رہی تھیں اور وہ زبانِ حال سے کہہ رہے تھے:

صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

مناقبِ فخریہ میں ہے کہ "جب پاکپتن شریف پہنچے تو زیارت کے بعد اُس حجرے میں جو، حضرت بابا صاحبؒ کے روضۂ عالیہ کے پاس ہے اور جس کی چوڑائی ڈیڑھ گز ہوگی اور لمبائی دو گز، اکیلے مشغول کیا کرتے تھے۔" یہ حجرہ مسجدِ اولیاء کے نام سے بھی مشہور ہے۔

"دیوان شیخ محمد یوسفؒ (سجادہ نشین درگاہِ عالیہ حضرت بابا فریدؒ) اُس وقت وہاں صاحبِ سجادہ تھے۔ جس وقت اُن کی ملاقات کو گئے تو سیب ہدیۃً نذر کئے۔ دیوان محمد یوسف صاحبؒ بیماری کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے۔ ان کو ولایتی (خراسانی) سیبوں کی تلاش تھی تاکہ کمزوری رفع ہو جائے۔ اِس لئے سیب پہنچنے پر بہت خوش ہوئے۔ بلکہ معتقد ہو گئے اور خلوص کا اظہار کیا۔"

مناقب المحبوبین میں حضرت خواجہ غلام فرید مہارویؒ سے منقول ہے کہ مولانا صاحبؒ نے قبلۂ عالمؒ کو فرمایا "میاں نور محمدؐ۔ عُرس مبارک میں ابھی کچھ دن باقی ہیں۔ تمہیں چند دِنوں کے لئے اجازت ہے۔ تم مہار شریف چلے جاؤ۔ وہاں چند دن قیام کرو۔ اپنی والدہ صاحبہ سے ملاقات کرو اور پھر یومِ عرس سے قبل واپس آجاؤ" آپ نے تعمیل کی۔

## مہار شریف میں واپسی

:- آپ مہار شریف اس حال میں پہنچے کہ کُرتا اور شلوار پہنے ہُوئے تھے۔ سَر پر چار ترکی کلاہ تھی اور کاندھے پہ مٹی کا لوٹا۔ یعنی دیکھنے میں ایک ہندوستانی درویش کا حُلیہ و لباس تھا۔ آپ سب سے پہلے اپنے اُستادِ مکرم میاں محمدؐ مسعود مہار صاحب کی مسجد میں حاضر ہُوئے اور اُن سے ملاقات کی۔ وہیں آپ کی والدہ محترمہ تشریف لائیں۔ آپ کو پہچانا۔ آپ قدم بوس ہُوئے اور والدہ صاحبہ کے ہمراہ گھر چلے گئے۔

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بہ یارے برسد
آرزومند نگارے بہ نگارے برسد

مہار شریف میں آپ کا معمول یہ تھا کہ نمازِ فجر کے بعد حافظ محمدؐ مسعود مہار کی مسجد میں مراقبہ میں مشغول رہتے تھے اور اُس وقت کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ (حاجی نجم الدّینؒ لکھتے ہیں کہ حافظ محمدؐ مسعود مہار والی مسجد اب مسجد نواب غازی الدّین خاں کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اُس پہلی مسجد کی جگہ نواب مذکور نے از سرِ نو بہت اعلیٰ مسجد حضرت قبلۂ عالمؒ کے مکان و حجرہ کے قریب تعمیر کر دی تھی۔) مشغولی کے بعد گھر جاکر کھانا کھاتے۔ کھانے کے بعد پھر مسجد میں جاکر مشغول ہو جاتے۔

ایک دِن حافظ محمدؐ مسعود مہار کے ایک قریبی عزیز حافظ شرف الدّین مہار نے آپ سے پُوچھا کہ میاں بابل آپ اتنا عرصہ ہندوستان میں رہے

وہاں کچھ تعلیم بھی حاصل کی یا نہیں؟ آپ نے انکساری سے فرمایا کہ "میں نے کچھ نہیں پڑھا۔ البتہ ایک ہندوستانی پیرزادہ دکن سے آیا تھا، اُن کی خدمت میں رہ کر اُن کے برتن صاف کرتا رہا ہوں۔ حافظ شرف الدین نے کہا کہ تو نے کیوں اتنی زندگی ضائع کی۔ حالانکہ مولوی احمد یار، مولوی محمد صالح، مولوی اسد اللہ اور دیگر لوگ یہاں سے دہلی گئے اور عالم بن کر لوٹے۔

ایک ہفتہ مہار شریف میں قیام کے بعد جب قبلۂ عالمؒ اپنی والدہ محترمہ کی اجازت سے پاکپتن شریف لوٹے تو حافظ شرف الدین مذکور اور مہار شریف کے بہت سے اور آدمی بھی پاکپتن شریف کے عرسِ مبارک میں شرکت کیلئے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ سب پیدل تھے مگر حافظ شرف الدین گھوڑی پر سوار تھے۔

جب پاکپتن شریف پہنچے تو جونہی حضرت مولانا صاحبؒ کے ساتھیوں نے حضرت قبلۂ عالمؒ کو دیکھا تو بھاگ بھاگ کر آپ کے قدموں میں گرنے لگے اور کہنے لگے "میاں صاحب آ گئے۔ میاں صاحب آ گئے۔ حافظ شرف الدین نے جب حضرت قبلۂ عالمؒ کا یہ مقام دیکھا تو حیران و ششدر رہ گیا۔ جملہ رفقاء بھی بہت ہی زیادہ حیرت زدہ تھے۔

حضرت قبلۂ عالمؒ سب سے پہلے روضۂ عالیہ میں حاضر ہوئے اور حضرت بابا صاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں جا کر قدم بوسی کی۔ حضرت مولانا صاحبؒ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ معانقہ کیا۔ آپ کی والدہ صاحبہ اور گھر والوں کے حالات پوچھے اور پھر فرمایا:

"میاں صاحب آپ پر پہلی خدمت معاف ہے۔ اب آپ کو دوسری خدمت کیلئے مامور کیا جاتا ہے۔ آپ برجِ نظامی میں قیام کریں اور وہاں مشغول ہو جائیں۔"

# عطائے نعمت

**اجازتِ بیعت:** اُس دن کے بعد جو کوئی بھی حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے آتا، اُسے فرماتے کہ "میاں نور محمدؒ کے مرید ہو جاؤ"۔ چنانچہ بہت سے لوگ اُس سال پاکپتن شریف میں آپ سے مرید ہوئے۔ حافظ شرف الدین مذکور نے جب یہ حال دیکھا تو آپ سے التماس کی کہ مجھے بھی اپنے پیرومرشد سے مرید کرادیں۔ آپ حافظ صاحب کو حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں لے گئے اور بیعت کے لئے درخواست کی حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا "اے شرف الدین تم بھی میاں صاحب (حضرت قبلۂ عالمؒ) سے بیعت ہو جاؤ کہ اُن کی بیعت میری بیعت ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب نے آپ سے بیعت کی۔

حضرت مولانا صاحبؒ نے قبلۂ عالمؒ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ یہ ایک عظیم مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیعتِ رضوان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو اپنا ہاتھ قرار دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا تھا۔ غزوۂ بدر میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ نے اپنا ہاتھ فرمایا تھا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

"وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ" اور (اے محبوب) آپ نے (وہ مشتِ خاک) نہیں پھینکی جب آپ نے پھینکی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

لہٰذا حضرت قبلۂ عالمؒ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دینا، قبلۂ عالمؒ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دینا ہے۔ اور پھر یہ ہاتھ دست بدست مشائخ کرام سے چلتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اور پھر آخر اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جس کی طرف حدیثِ قدسی میں واضح ارشاد موجود ہے کہ "میرا بندہ نوافل کے ذریعے تقرّب حاصل کرتا ہے۔ ایسا تقرّب، کہ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں"۔

علامہ اقبالؒ نے بھی اس مصرع میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مولا کا ہاتھ

حضرت مولانا صاحبؒ نے قبلۂ عالمؒ کو قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزارِ مبارک کے قریب بیعت کیا تھا۔ بیعت کا دن بھی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے عُرسِ مبارک کا دن تھا۔ جیسا کہ تاریخ مشائخ چشت میں مرقوم ہے کہ "پھر حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے عُرس کے دن حضرت قطب صاحبؒ کے مزارِ مبارک پر لے جا کر اُن کو مُرید کر لیا۔" اور جب نعمتِ رُوحانی اور اجازتِ بیعت عطا کی تو وہ بھی شہبازِ سلسلۂ عالیہ چشتیہ شیخ الشیوخ العالم حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے مزارِ مبارک پر اور ایّامِ عُرسِ مبارک میں۔ اس میں حضرت باباصاحبؒ کے حکمِ باطنی سے تکمیلِ نعمت و اجازتِ بیعت کے ساتھ دیگر لاتعداد نعمتیں بھی پوشیدہ تھیں۔ یہ حکمت بھی تھی کہ اب آئندہ حضرت باباصاحبؒ کا فیضانِ باطنی اس خطّہ میں حضرت قبلۂ عالمؒ سے جاری رہے گا اور یہ نعمتِ فریدی کے وارث ہوں گے۔

صاحبِ شعاعِ نورؒ نے اجازتِ بیعت کے اس واقعہ کو یوں تحریر کیا ہے:

"پاکپتن شریف پہنچ کر حضرت قبلۂ عالمؒ پر اپنے پیر کی توجہ کا انتہائی مرحلہ بھی طے ہو چکا تھا۔ اور اب حضرت مولانا صاحبؒ نے آپ کو بیعت اور ارشاد کی اجازت بھی مرحمت فرما دی تھی۔ اور حکم دے دیا تھا کہ مرحلۂ تعلیم کتابی و رُوحانی سب ختم ہو چکا ہے۔ اب دُوسرا زمانہ شروع ہو گیا ہے۔ بُرجِ نظامی میں قیام کر کے تشنگانِ معرفتِ کردگار کی خدمت کرو۔ اور تجلیاتِ فطرت کے جو خزانے آپ کے سُپرد ہوئے ہیں، ان کو مستحقوں میں تقسیم کرو۔"

"چنانچہ حضرت خواجہؒ نے عمر بھر کی خلوت کے بعد اس وقت جلوت میں قدم رکھا اور گوشہ نشینی سے نکل کر مسندِ فقر و تصوف پہ جلوہ افروز ہوئے۔ ایک گدا منش درویش کے سر پہ تاجِ شاہی رکھا گیا۔ اور ایک خادمِ خلق کو مخدومی کے خطاب سے آراستہ کیا گیا۔"

## دوبارہ مہار شریف میں:-

حضرت باباصاحبؒ کا عرسِ مبارک اختتام پذیر ہوا اور سات محرم کو مخلوقِ خدا پاکپتن شریف سے ہر طرف روانہ ہونے لگی تو حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا:

"اے نورِ محمدؐ ہم یہاں پاکپتن میں دو ماہ مزید قیام کریں گے آپ مہار شریف جائیں اور اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں رہیں۔ دو ماہ کے بعد ہمارے پاس واپس آجائیں۔"

مہار شریف دوبارہ بھیجنے میں جہاں اور حکمتیں بھی پوشیدہ تھیں وہاں سب سے بڑی حکمت ماں کی صحبت تھی۔ ماں جس کے قدموں میں جنت ہے اور ماں جو اپنی اولاد کو جب چاہے جنتی بنادے۔ بایزیدؒ سے سلطانُ العارفین بنادے اور روہیلے سے غوثِ زماں بنادے۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ سلطان العارفین کیسے بنے؟ فرمایا ریاضت و عبادت اور چلہ کشی نے وہ کام نہیں کیا جو ماں کی دعا نے کیا۔ میں سلطان العارفین صرف ماں کی دعا سے ہوا ہوں حضرت قبلۂ عالمؒ کے روہیلے غوثِ زماں خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ غوثِ زماں کیسے بنے۔ فرمایا "مہار شریف (حضرت قبلۂ عالمؒ) اور گڑھ کوجی (والدہ محترمہ) کے درمیان آتے جاتے تمام مقامات طے ہو گئے۔"

قبلۂ عالمؒ بیر پٹھانؒ کو مہار شریف سے والدہ صاحبہ کے پاس بھیجا

کرتے تھے۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے قبلۂ عالمؒ کو والدہ صاحبہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ چنانچہ آپ مہار شریف تشریف لے آئے۔ آپ نے حسب الارشاد یہاں دو ماہ قیام کیا۔ اِن ایام میں آپ دن رات یادِ حق میں مشغول رہتے تھے اور ساتھ ساتھ مہار شریف کے رہنے والوں اور ملنے جلنے والوں کو راہِ ہدایت کی تلقین کرتے رہتے تھے۔

جب دو ماہ کے بعد اپنی والدہ محترمہ سے اجازت لے کر دوبارہ پاکپتن شریف کی طرف روانہ ہوئے تو اِس دفعہ اپنے برادران ملک سلطان اور ملک برہان کو، اپنے چچا ملک میر کو اور اپنے استاد حافظ محمد مسعود کو اپنے ہمراہ لے گئے اور حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمتِ عالیہ میں بیعت کیلئے پیش کیا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے اُٹھ کر ہر ایک سے معانقہ کیا اور سب کو بیعت سے مشرّف فرمایا۔

اِس واقعہ کے تین چار روز بعد حضرت مولانا صاحبؒ دہلی شریف کی سمت روانہ ہوئے تو حضرت قبلۂ عالمؒ بھی اُن کے ساتھ ہی دہلی چلے گئے۔

خلاصۃ الفوائد میں سفرِ پاکپتن شریف کے بارے میں حکیم محمد عمر لکھتے ہیں کہ "حضرت مولانا صاحب قبلہؒ نے بارہ ماہ ذیقعد کو حضرت شیخ صاحبؒ (حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادیؒ) کا عُرس کیا۔ چودہ ذیقعدہ کو پاکپتن شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ چار رات پانی پت میں اور آٹھ رات لاہور میں رونق افروز رہے۔ اِس کے بعد منزل بہ منزل پاکپتن شریف آئے۔ چنانچہ تمام ذوالحجہ راستہ میں ختم ہوا۔ جب حدودِ پاکپتن شریف میں قدم رکھا تو وُہ رات پہلی محرّم کی تھی۔ آپ صُبح کے وقت پابرہنہ پاکپتن شریف پہنچ کر محفلِ سماع میں داخل ہوئے اور ہم آپ کے پیچھے آپ کی جستجو میں پھرتے رہے لیکن آپ کو نہ پا سکے۔"

حضرت مولانا صاحبؒ تقریباً دو ماہ گیارہ دن پاکپتن شریف میں قیام پذیر رہ کر دہلی شریف کی جانب روانہ ہو گئے۔ جس مقصدِ عظیم کی خاطر پاپیادہ اور آبلہ پا دہلی سے چل کر پاکپتن شریف حاضر ہوئے تھے، وُہ پورا ہوا۔ حضرت

باباصاحبؒ کی زیارت حاصل ہوئی۔ عُرسِ مبارک میں شرکت ہوئی۔ کئی ماہ شب و روز خلوت گاہِ شہبازِ لامکاں حضرت بابا فریدؒ میں مقاماتِ عرفانی طے کئے۔ ہزاروں کو فیض یاب کیا اور بے شمار مُرید ہوئے اور اپنی مُراد کو پہنچے۔

حضرت مولانا صاحبؒ کا اورنگ آباد سے اجمیر شریف، دہلی شریف، پاکپتن شریف کا یہ نورانی سفر بامقصد تھا۔ بامقصد رہا۔ مجدّدِ سلسلۂ چشتیہ کے مقامِ بلند پر آپ کو متعیّن فرما کر محبّ النبیؐ بنا دیا گیا۔ اور آپ نے حضرت قبلۂ عالمؒ کو حضرت محبُوبِ الٰہی صاحبؒ اور حضرت قطب صاحبؒ کے بعد حضرت باباصاحبؒ کی بارگاہ میں پیش کر کے اپنا نائب و قائم مقام بنا دیا اور شمالی ہندوستان کی ولائت اور قُطبیت بخشی اور حضرت باباصاحبؒ نے اپنی مہر ثبت کی۔ اور یوں آپ نائبِ مجدّد اور نائب محبّ النبیؐ بن کر ایک عالم کے فیض رساں بن گئے اور مولانا صاحبؒ کے یُوں ہمدم و ہمراز بن گئے کہ

تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

---

# عطائے خلافت

پاکپتن شریف حاضری کے بعد دہلی شریف پہنچ کر آپ دن رات حضرت مولانا صاحبؒ کی بارگاہ میں اس طرح خدمت میں رہے کہ کسی کو یہ قرب حاصل نہ ہوا۔ آپ جلد ہی اپنے پیر و مرشد کے ہمدم و ہمراز اور انیسِ روز و شبانہ ہو گئے۔ دن بدن حضرت مولانا صاحبؒ سے آپ کا قربِ ظاہری و باطنی بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ اُن کی صحبتِ کیمیاء اثر سے آپ کا وجودِ ظاہری و باطنی زرِ خالص بن گیا:

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الحال بصورتِ طلا شد
خورشید نظر چو کرد بر سنگ
آں سنگ لعلِ بے بہا شد

خزینۃ الاصفیاء میں ہے ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے آپ سے فرمایا "اے نور محمد خلق را با تو کار خواہد بود" (مخلوق کو آپ سے کام پڑے گا۔) یہ سُن کر آپ بہت متعجب ہوئے اور عرض کیا کہ "مَیں ایک کمترین پنجابی ہوں۔ کِس طرح اس اعلیٰ مرتبہ کے لائق سمجھا گیا ہوں" حضرت مولانا صاحبؒ خاموش رہے اور چند دِنوں کے بعد وُہ تمام رُوحانی نعمتیں، جو انہیں اپنے آباؤ اجداد اور مشائخِ چشت سے ملی تھیں آپ کے سپرد کیں اور خلافت دے کر مہار شریف میں مستقل قیام کا حکم دے دیا۔

خلافت عطا کر کے مہار شریف رُخصت کرتے وقت حضرت مولانا صاحبؒ نے آپ کو چند نصیحتیں اور وصیتیں بھی فرمائیں، جن پر آپ نے ساری زندگی عمل

کیا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا:

۱۔ اگر میری وفات کی خبر تمہیں پہنچے تو واپس دہلی نہ آنا۔

۲۔ اُس مُلک میں ہندوستانی لباس نہ پہننا۔

۳۔ کوئی شخص تمہیں ضرر یا تکلیف پہنچائے تو درگزر کرنا اور اُس کے ساتھ بھلائی اور مہربانی سے پیش آنا۔

۴۔ اُس مُلک میں جب تم مستقل طور پر سکونت پذیر ہوجاؤ گے تو تمہاری طرف سادات، حضرت گنج شکرؒ کی اولاد اور علماء وفقراء رجوع کریں گے۔ اُن کا ادب واحترام بجالانا اور ان کی تعظیم وتکریم کرنا۔

۵۔ ایک امیر تمہارے دامنِ لُطف سے وابستہ ہوگا۔ اُس کی اور اس کے مُلک کی نگہداشت کرنا۔

حضرت امام بخش مہارویؒ گلشنِ ابرار میں لکھتے ہیں کہ "امیرِ مُلک سے مراد شاید نواب محمد بہاول خان ثانی مرحوم تھے، جو حضرت قبلۂ عالمؒ سے بیعت ہُوئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلۂ عالمؒ کی برکت سے نواب صاحب موصوف کے مُلک اور اس کی سلطنت کو حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھا۔"

منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کی روانگی کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ نے از رہِ کرمِ قدیم والطافِ عمیم آپ کے حق میں چند الفاظِ کریمانہ صادر فرمائے۔ جن کو نواب غازی الدین مرحوم نے اپنی مثنوی فخریتہ النظام میں نظم کیا ہے:

شیخ در حقِ اُو چنیں فرمود
کیں زما ہرچہ بودہ است ربود
نیز ارشادِ آں شہِ دین است
کیں زماں قُطبِ وقتِ خود اینست
ہم بگفتا کزیں جہاں آرا
شدہ امیدِ مغفرت مارا

نواب غازی الدّین خانؒ مثنوی مذکور میں لکھتے ہیں کہ آپ حضرت مولانا صاحبؒ کی نظرِ کرم سے وارثِ نعمت سلسلۂ چشتیہ نظامیہ ہوئے اور آپ کو حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق ولائیت پنجاب عطا ہوئی۔ مہار شریف میں مسندِ ارشاد و ہدائیت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد لاکھوں حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ ایک جہان نے آپ سے فیضِ دینی و دنیوی حاصل کیا اور بالآخر آپ مرجعِ خواص و عوام اور مُرادِ جہان و اہلِ جہان بن گئے۔

کارش از فخرِ دیں گرامی شد
وارثِ نعمتِ نظامی شد
ہم ز پیغمبرِ بزرگ جناب
حُکمِ ارشاد یافت در پنجاب
یک جہاں یافت فیضِ بعیت اُو
عالمے زد درِ ارادت اُو
ہست امروز اُو مُرادِ جہاں
مرجعِ خاص و عام شیخِ زماں

---

# نصیحتِ زرّیں برائے پاکپتن شریف

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ خلافت عطا کرنے کے بعد دہلی شریف سے رخصت کرتے وقت حضرت مولانا صاحبؒ نے آپ کو چند نصیحتیں کی تھیں۔ ان مذکورہ نصیحتوں کے علاوہ ایک اور نصیحتِ زرّیں بھی تھی۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے حکم دیا تھا کہ مہار شریف میں مستقل قیام اختیار کرنے کے بعد ہر جمعہ پاکپتن شریف میں پڑھا کریں۔ آپ نے اس نصیحت پر بدل وجان عمل کیا۔ آپ ہر جمعہ کو مہار شریف سے پاکپتن شریف جاتے۔ حضرت بابا فریدُ الدین گنج شکرؒ کی زیارت کرتے مسجدِ اولیاء میں عبادت کرتے۔ جامع مسجد بابا صاحبؒ میں جمعہ پڑھتے اور پھر واپس روانہ ہو جاتے۔ تقریباً پندرہ برس آپ کا یہ معمول رہا۔

تاج العارفین میں لکھا ہے کہ "مہار شریف میں قیام فرمانے کے بعد آپ نے عمرِ عزیز کے پندرہ سال شیخ شیوخ العالم حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی زیارت کے مجاہدہ میں صرف کر دیئے۔ پاکپتن شریف مہار شریف سے براہِ راست چالیس کوس (ساٹھ میل) کی مسافت پر ہے۔ منگل کے دِن آپ مہار شریف سے روانہ ہوتے۔ جمعرات کو پاکپتن شریف میں حاضری ہوتی۔ بعد نمازِ جمعہ واپسی فرماتے اور اتوار کی شام کو مہار شریف پہنچ جاتے۔ سوموار کا دِن گھر رہنا نصیب ہوتا اور منگل کو پھر روانگی ہو جاتی۔ منقول ہے کہ گرمی، سردی، بیماری، کمزوری کوئی چیز بھی آپ کے اس معمول اور وظیفہ میں کبھی حائل نہ ہوئی۔ پندرہ سال حاضریوں کی کُل مسافت تقریباً ترانوے ہزار چھ سو میل بنتی ہے۔"

گلشنِ ابرار میں ہے کہ جب آپ کے مزاجِ گرامی میں ضعف پیدا ہوا تو حضرت بابا صاحبؒ نے حکم دیا کہ "اب آپ اتنی تکلیف نہ کیا کریں۔ اب ہر جمعہ

کے دن میرے پوتے خواجہ تاج سرورؒ کی زیارت کر لیا کریں"۔ اِس ارشادِ گرامی کے بعد آپ نے اپنا معمول بنا لیا کہ آپ ہر جمعہ کے روز مہار شریف سے پاپیادہ بستی تاج سرور کا سفر اختیار کرتے جو مہار شریف سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت بابا تاج الدین سرور شہید چشتیؒ کی زیارت کرتے اور نمازِ جمعہ بھی یہیں مسجد تاج الاولیاء میں ادا کرتے۔ آپ حضرت بابا تاج سرورؒ کے احترام میں کچھ فاصلہ سے برہنہ پا ہو جاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ حضرت بابا تاج سرورؒ کے چاروں طرف اِس قبرستان میں بہت سے صلحا بھی ابدی نیند سو رہے ہیں۔

---

ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔

(الانشراح ۹۴ : ۴)

# چشتیاں شریف

بستی تاج سرور، جو اب چشتیاں شریف کے نام مبارک سے سارے عالم میں مشہور و معروف ہے، مہار شریف سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے حضرت بابا تاج الدین سرور چشتی شہیدؒ نے ساتویں صدی ہجری میں اس مقام کو اپنا مسکن و مرکز بنایا تھا۔ آپ کی اولادِ عالی مقام میں سے کثیر تعداد نے بھی یہیں سکونت اختیار کی۔ تاجِ شہادت پہننے کے بعد آپ کا مزار مبارک بھی یہیں بنا جس کے گردا گرد میلوں تک قبرستان قدیم ہے، جس میں معروف و غیر معروف مزارات و قبور ہیں۔

مولانا عبدالرحیمؒ حضرت خواجہ محمود بخش مہارویؒ، سجادہ نشین ہفتم درگاہِ معلٰی چشتیاں شریف کے اُستادِ محترم تھے۔ ان سے منقول ہے کہ حضرت ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ چشتیاں شریف تشریف لائے ہوئے تھے میں بھی حاضر تھا۔ آپ درگاہِ معلٰی کے قریب اپنی رہائش گاہ کی چھت پر کھڑے تھے۔ آپ نے چاروں طرف پھیلے ہوئے چشتیاں شریف کے قبرستان پر نگاہ ڈالی اور فرمایا۔

"اِس قبرستان میں بے شمار میرے جیسے اور آپ جیسے، بلکہ میرے آباؤ اجداد جیسے بلکہ ان سے اعلیٰ مقام والے اللہ کے دوست ابدی نیند سو رہے ہیں"

(یہ واقعہ میاں عبدالصمد مہاروی اور پیر محمدؐ اجمل چشتی صاحب سے منقول ہے۔ مولانا عبدالرحیمؒ پیر محمدؐ اجمل چشتی صاحب تاج العارفین کے نانا تھے۔)

حضرت قبلۂ عالمؒ کو حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ اور حضرت شیخ تاج الدین

سرورِ شہیدؒ سے نسبتِ خاص تھی۔ زندگی میں اِن دونوں آستانہ ہائے مُبارک کی زیارت سے مشرّف ہوتے رہے اور وصال کے بعد اپنی محبّت و عقیدت کا اظہار یُوں فرمایا کہ اپنی آخری آرام گاہ کے لئے بھی بابا تاج سرورؒ کا قُرب پسند کیا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے مزارِ مُبارک کی تعمیر کے بعد جب اجمیر شریف، دہلی شریف، ملتان شریف، کوٹ مٹھن شریف، تونسہ شریف اور ہندوستان و پاکستان کے گوشہ گوشہ سے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے خواص و عوام زیارت کیلئے حاضر ہونے لگے تو چشتیاں شریف کو شہرتِ دوام کے ساتھ ساتھ "ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما" کا مقام حاصل ہو گیا۔

افغانستان میں ہرات کے قریب کے ایک قصبہ چشت شریف سے حقیقت و معرفت کا جو چشمہ پھوٹا تھا، وُہ رواں دواں کئی منازلِ رُوحانی طے کرتا ہُوا، اجمیر شریف، دہلی شریف اور پاکپتن شریف سے ہوتا ہُوا چشتیاں شریف کے صحرا کو اپنے آبِ رُوحانی سے ایسا سیراب کر گیا کہ اب اِس خِطّۂ پاک چشتیاں شریف سے ہر لمحہ یہ صدائے رُوحانی سُنی جا سکتی ہے کہ

اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن
بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

---


پانچواں
باب

اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوشخبری سنانے اور ڈرانے کے
لئے ۔ تو جو ایمان لے آیا اور جس نے اپنی اصلاح کرلی تو ایسے لوگوں
کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔

( الانعام ۶ : ۴۸ )

# مہار شریف میں قیامِ خانقاہ

**مستقل رہائش:-** حضرت مولانا صاحبؒ نے خلافت کی نعمت عطا کر کے حکم دے دیا تھا کہ اب مہار شریف میں مستقل قیام کریں اور سلسلۂ رشد و ہدایت قائم کر کے مخلوقِ خدا، اُمتِ مُسلمہ اور متوسلینِ سلسلۂ چشتیہ کو فیض پہنچائیں۔ چنانچہ آپ اپنے مولد و آبائی گاؤں میں مستقل طور پر مسندِ ارشاد بچھا کر بیٹھ گئے اور اس غیر معروف اور دُور افتادہ بستی مہاراں کو مہار شریف بنا دیا۔

آپ کی باقاعدہ تشریف آوری سے قبل یہ بستی مہاراں کے نام سے موسوم تھی۔ اس لئے کہ یہاں کی زیادہ تر آبادی اقوامِ مہار کی تھی۔ جندہ خان قوم مہار نے اسے پہلی بار آباد کیا تھا۔ آپ کا آبائی گھر بھی اسی بستی میں تھا اور وہ مسجد بھی اسی بستی میں تھی جس میں آپ نے حافظ محمد مسعود مہار سے قرآن پاک حفظ کیا تھا۔

ابتدا میں آپ اپنی والدہ ماجدہ اور برادران کے مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ جب آپ کی شادی ہوگئی تو آپ نے مذکورہ گھر کے ساتھ ایک کچے کمرے میں رہائش اختیار کی اور پھر بقیہ زندگی یہیں گزار دی۔

**درس و تدریس:-** اپنے قیامِ مستقل کے بعد آپ نے اسی حافظ محمد مسعود مہار والی مسجد میں درسِ قرآن پاک جاری کیا۔ قاری عزیز اللہؒ اور قاری صبغت اللہؒ دونوں بھائی یہاں درس دیتے تھے یہ دونوں حضرت قبلۂ عالمؒ سے قادری سلسلہ میں بیعت تھے اور آپ کے خلفائے باکمال میں

سے تھے۔ یہ مسجد مسجد قاری صاحبان کے نام سے اب تک موجود ہے۔ قاری صاحبان کے مزارات درگاہِ معلّٰی کے احاطہ میں موجود ہیں۔ مہار شریف میں ایک اور مسجد میں بھی حضرت قبلۂ عالمؒ کے خلیفہ حافظ غلام حسن بھٹیؒ درس دیا کرتے تھے اِس مسجد میں بھی کافی عرصہ تک درس جاری رہا۔

**جامع مسجد:** حضرت قبلۂ عالمؒ کے دولت کدہ کے قریب بھی ایک مسجد تھی۔ اِس کے مشرق کی طرف آپ کا مردان خانہ تھا جس میں آپ کی نشست گاہ تھی۔ اِس مسجد میں حضرت قبلۂ عالمؒ خود بہ نفسِ نفیس درسِ ظاہری و باطنی دیا کرتے تھے۔ آپ نے وہیں دو حجرے بھی تیار کرائے، جن میں درویش حضرات رہتے تھے۔ صرف رات کو گھر میں آرام فرماتے تھے۔ لیکن بعد میں مسجد سے ملحق ایک حجرہ تعمیر کرایا گیا، جس میں آپ زیادہ تر وقت مشغول رہتے۔ اپنے تمام وظائف بھی وہیں پڑھتے۔ وصال بھی اِسی حجرے میں ہوا تھا اور وہیں آپ کو غسل دیا گیا تھا۔ یہ حجرہ آج بھی مسجد کے صحن میں موجود ہے۔

اِس مسجد میں عوام، خواص، مریدانِ باصفا اور خلفائے عظام نے علومِ ظاہری و باطنی حاصل کر کے سلوک و معرفت کی منازل طے کیں۔ شام کے بعد اِس مسجد میں ذکر بالجہر ہوتا تھا۔ یہ مسجد حضرت صاحب والی مسجد کے نام سے مشہور تھی۔ اِسے اب جامع مسجد کہا جاتا ہے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے زمانے میں یہ مسجد کچی تھی۔ بعد میں نواب صاحب بہاول پور نے پختہ بنوائی تو ساوی مسجد (سبز) کے نام سے مشہور ہوئی۔ برسوں بعد جب یہ مسجد بوسیدہ ہوگئی تو حضرت خواجہ حاجی محمد غوث مہارویؒ نے از سرِ نو تعمیر کرائی جو آج تک موجود ہے اور یہی مہار شریف کی جامع مسجد ہے۔

# رُوحانی انقلاب

حضرت قبلۂ عالمؒ نے اِس دُور افتادہ گاؤں، اِس کچّے مکان اور اِس کچّی مسجد میں بیٹھ کر جو دینی و رُوحانی انقلاب برپا کیا، وُہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی زِندگیاں بدل دیں۔ چاروں طرف سے مخلوقِ خُدا جمع ہونے لگی۔ امرأ، عُلماء، سادات، فقرا، خواص اور عوام حلقہ بگوش ہونے لگے۔ آپ کی صحبتِ بابرکت میں اِس قدر کشش اور تعلیم میں اس قدر تاثیر تھی کہ جو دیدار و بیعت سے مشرف ہوتا متأثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ جو بھی آپ کے دستِ مُبارک میں اپنا ہاتھ دے دیتا، صاحبِ ایمان وعمل ہو جاتا، متقی و پرہیز گار بن جاتا اور اس کی زندگی میں ایک ایسا انقلاب آجاتا کہ اُس کی دُنیا اور اُس کی آخرت سب کچھ سنور جاتا۔

خواجہ غلام فرید چاچڑویؒ ("مقابیس المجالس" اُردو: صفحہ ۹۹۱) نے اپنی ایک مجلس میں فرمایا اور کیا خوب فرمایا کہ

> "حضرت قبلۂ عالم مہارویؒ کا ظہور بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ایک نمونہ ہے۔ آپ بھی کم خواندہ تھے۔ صرف قُطبی تک آپ کی تعلیم تھی۔ اور یہ ذرا سا علم عُلمائے مُتبحّر کے سامنے، جو آپ کے زمانے میں تھے، اُمیّت سے زیادہ نہیں۔ لیکن جب آپ کا ظہور ہُوا تو تمام عُلماء، فضلاء، سادات، مخادیم، امراء، روساء اور نواب جب آپ کے حلقۂ اِرادت میں آئے تو غلاموں کی طرح آپ کے مطیع و فرماں بردار بن گئے اور آپ کے خوانِ معرفت سے ریزہ چینی کرنے لگے۔"

حضرت قبلۂ عالمؒ کی خانقاہِ مہاروی میں طلباء، خلفاء اور مہمانوں کے لئے آپ کا مردان خانہ یا حجرہ تھا یا مذکورہ مساجد اور اُن کے ملحقہ حجرے۔ دورِ اوّل میں علیحدہ کسی سرائے یا مہمان خانے کا ذکر کہیں موجود نہیں ہے۔ اِن حالات میں آپ نے اپنے پیرو مرشد کے فرمان کے مطابق درس و تدریس اور اصلاح و تبلیغ کا مقدس فریضہ سرانجام دیا اور تھوڑی سی مدت میں مسِ خام کو کندن بنا دیا۔ ایسی ایسی باکمال ہستیاں اِس خانقاہِ مہاروی سے پیدا ہوئیں، جنہوں نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں، بالخصوص شمالی ہندوستان کے ہر قصبہ، گاؤں اور شہر میں چشتیہ نظامیہ فخریہ کے وہ چراغ روشن کئے، جن سے آج بھی ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسان فیوض و برکات حاصل کر رہے ہیں۔

یہیں حضرت نور محمد نارووالہ صاحبؒ، حضرت قاضی محمد عاقل صاحبؒ، حضرت حافظ محمد جمال صاحبؒ اور پیر پٹھان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ جیسے خلفائے عظام نے سلوک و معرفت کے ارفع و اعلیٰ مقامات طے کئے۔

خزینۃ الاصفیاء میں مرقوم ہے کہ

"ہزارہا طالبانِ خدا بتوجہ آں مقتدائے اولیاء بکمالِ ولائیت رسیدند و ہزارہا خرقِ عادات و کرامات از خدامِ وے بظہور آمد"

یعنی اُس امام الاولیاء (حضرت قبلۂ عالمؒ) کی توجہ سے ہزاروں طالبانِ خدا درجۂ ولائیت تک پہنچے اور آپ کے خدام سے ہزاروں کرامات کا اظہار ہوا۔

مناقبِ فخریہ میں لکھا ہے کہ

"چندیں ہزار کس نعمت از خوانِ او دریافتہ و لذت از مائدۂ او چشیدہ"

یعنی کئی ہزار انسانوں نے آپ کے خوانِ معرفت سے نعمتیں حاصل کیں اور اس دسترخوانِ روحانی کی لذتوں سے

فیضیاب ہوئے۔

جناب حسین بخش فخریؒ فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا صاحبؒ آں مخصوص خود را خلافت دادہ طرف سرزمین پاکپتن روانہ نمود۔ ہرگاہے کہ میاں نور محمدؒ آں جا رفتہ سکونت ورزید، مردمانِ آں نواح از خاص و عام ہزار در ہزار از میاں نور محمدؒ تولا نمودند و مرید شدند و اکثر از آنہا خلافت نمودہ فیض رسانِ خاص و عام گشتند۔"

یعنی حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنے خلیفۂ خاص الخاص کو خلافت دے کر سرزمین پاکستان کی طرف روانہ فرما دیا۔ جب میاں نور محمدؒ نے اُس جگہ (مہار شریف) جاکر سکونت اختیار کی، تو گرد و نواح کے ہزارہا خواص و عوام الناس حضرت قبلۂ عالمؒ کی طرف کھنچے چلے آئے اور مرید ہوئے۔ ان میں سے اکثر نے خلافت حاصل کی اور خواص و عوام کے لئے فیض رساں بنے۔

## تعلیم و تربیّت

تعلیم و تربیّت:۔ تحفۂ سیر الاولیاء میں ہے کہ "مریدوں اور خلفاء کی تعلیم و تربیّت کا طریقہ عجیب و غریب تھا۔ جس طرح طبیب مرض کی تشخیص کر کے مریض کے گرم یا سرد مزاج کے مطابق دوا تجویز کرتا ہے۔ اسی طرح آپ ہر شخص کو اُس کے مزاج، علم، حال اور صلاحیت کے مطابق اشغال کی تلقین فرماتے۔

حضرت حافظ محمد جمال ملتانیؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت قبلۂ عالمؒ مجھے شغلِ وحدت کی تعلیم فرماتے تھے تو کچھ عرصہ تک فاصلہ قائم رکھ کر یاد دہانی فرماتے اور بار بار امتحان لیتے۔ جب تک میں یہ جواب دیتا رہا کہ جمال ہوں، مشق کراتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے کرم سے یہ نسبت محو ہوگئی اور میں نے جواب دیا کہ گرفتارِ حق ہوں۔

آپ اپنے مریدانِ خاص اور خلفائے عظام کی اخلاقی و رُوحانی تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ حضرت قاضی محمد عاقلؒ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے مجھے رخصت کرتے وقت تین زرّیں نصیحتیں فرمائیں:

۱۔ "یکے آنکہ غُصّہ بر کسے نہ کند۔ کہ غصّہ جوہرے است در باطن و اظہارِ آں نورِ معرفت را میراند" یعنی کسی پر غُصّہ نہ کرنا۔ اس لئے کہ غُصّہ باطن میں ایک جوہر ہے اور اس کے اظہار سے نورِ معرفت نکل جاتا ہے۔

۲۔ "دُویم آنکہ اگر کسے در حقِ احدے شکایت کُند، آں را سا دل بالخیر باید نمود" یعنی اگر کوئی کسی کی شکایت کرے تو اُس کی خیر کے ساتھ تاویل کرنا۔

۳۔ "سُویم آنکہ محاسبہ در امور نہ باید کرد" یعنی امور (ظاہری و باطنی) میں حساب نہ لینا۔

صاحبِ تکملۂ سیر الاولیاء نے اِن تینوں اصولوں کی تشریح بہت خوب صورتی سے کی ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اخلاقی و رُوحانی شخصیت کی تشکیل ان اصولوں پر عمل پیرا ہوئے بغیر مثالی صورت اختیار نہیں کر سکتی۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اپنے مریدوں اور خلفاء کو درستیٔ اخلاق اور اتباعِ شریعت یعنی قرآن و سُنّت کی تعلیم دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ "میری بعثت کا مقصود مکارمِ اخلاق کی تشکیل و تکمیل ہے۔" اولیائے اُمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کا مقصود بھی اخلاقِ حسنہ کی تخلیق ہے۔ وُہ خود بھی دوسروں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں اور اپنے خلفاء کو بھی نمونہ بنانا چاہتے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے بھی ہمیشہ درسِ اخلاق دیا اور اپنے خاص و عام متوسلین کو درستیٔ اخلاق اور اتباعِ شریعت کی تلقین فرمائی۔ اِس لئے کہ آپ حقیقتِ تصوّف سے آگاہ تھے کہ "اَلتَّصَوُّفُ حُسْنُ الْخُلُقِ"

## نسبت شائستہ:

حضرت قبلۂ عالمؒ کی شب و روز کی سعیٔ پیہم سے چاروں طرف دینِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور فروزاں ہوگیا اور چراغِ چشتیاں کی روشنی ہر سُو پھیل گئی۔ امیر و غریب، جاہل و عالم اور حاکم و محکوم سب کا دن رات جھمگٹا رہنے لگا۔ سب ہی فیض یاب ہونے لگے۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے خلافت عطا کرتے وقت جو نصیحتیں اور وصیتیں کی تھیں، آپ نے ان پر سختی سے عمل کیا۔ حضرت باباصاحبؒ کی اولادِ عالی مقام کی بھی بے حد قدرومنزلت کی۔ سادات اور علماء سے بھی عزت سے پیش آئے۔ امراء بھی فیض یاب ہوئے خاص طور پر امیر بہاول پور کی آپ نے خوب سرپرستی فرمائی۔ اس کی سلطنت کو آپ کی ذاتِ بابرکات سے بے حد فیض حاصل ہوا۔

امرأ اور اہلِ دوَل کی آمدورفت سے بعض لوگوں کو غلط فہمی بھی ہوئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ امراء کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ غُربا سے محبت کرتے تھے اور مساکین و فقراء سے بے حد عزت و شفقت سے پیش آتے تھے۔ امراء اور دُنیاداروں سے قلبی لگاؤ نہیں تھا۔ البتہ اُن کی سرپرستی اور اصلاح مقصود تھی۔ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کا یہ ارشاد ملفوظات میں موجود ہے کہ "قبلۂ عالم قدس سرہٗ را از صحبتِ دُنیاداراں بسیار نفرت بودے"۔

"تکملۂ سیرالاولیاء میں ہے کہ آپ کریم الاخلاق، دلربا، جاذب اور بارعب تھے۔ تنہائی کو بہت کم پسند فرماتے تھے۔ زیادہ تر وقت مخلوقِ خدا، درویشوں، طالب علموں، فقرا اور خلفاء کے ساتھ صرف کرتے تھے اور محفل میں جلوہ افروز رہتے تھے" "اکثر در عالمِ محفل آرائی بودند"۔

ملفوظات میں ایک پیارا سا واقعہ موجود ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت قبلۂ عالمؒ سے دہلی شریف جانے اور حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمتِ عالیہ میں حاضری کی اجازت طلب کی۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ اجازت دی اور فرمایا کہ

جب حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضری و قدم بوسی نصیب ہو تو ہماری طرف سے سلام و نیاز و آداب پیش کرنا اور یہ بھی عرض کرنا کہ آں جناب کی توجہ سے یہاں مہار شریف میں خوب روشنی پھیلی ہے۔ وہ شخص جب دہلی میں پہنچا تو حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پنجابی زبان میں کہنے لگا۔ "حضرت جی پیتاں بڑلیو اور کہیو کہ اساں روشنی اچھی ڈِھٹھی"۔

حضرت مولانا صاحبؒ نے جب یہ فقرہ سُنا تو اپنے مرید و خلیفہ و قائم مقام کی کامیابی کا حال سُن کر اُن پر ایک عجیب وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ اُس شخص سے فرماتے "پھر کہو، پھر کہو" بار بار یہ فقرہ سُنا اور پھر ارشاد فرمایا:

"میاں نورمحمدؒ مردے خوب است و نسبتِ شائستہ بہم رسانیدہ"

حضرت مولانا صاحبؒ کا یہ ارشادِ گرامی حضرت قبلۂ عالمؒ کے حق میں سند کا درجہ رکھتا ہے۔

---

# اتّباعِ شریعت وسنّت

مشائخ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کا یہ راسخ عقیدہ ہے کہ شریعت یعنی قرآن و سنّت کے بغیر روحانی ترقی قطعاً ممکن نہیں۔ طریقت کی پہلی منزل ہی شریعت ہے حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ

"ہمہ داخلانِ طریقت را تاکید نمایند کہ ظاہر شریعت آراستہ دارند و باطن بعشقِ مولےٰ پیراستہ سازند"

یعنی سلسلۂ طریقت میں تمام داخل ہونے والوں کو تاکید کریں کہ ظاہر کو شریعت سے آراستہ رکھیں اور باطن کو اللہ تعالیٰ کی محبّت سے پیراستہ کریں۔

محبّ النّبی حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ کے بارے میں تمام ملفوظات میں مرقوم ہے کہ آپ خود بھی معمولی سے معمولی باتوں میں سُنّت و اُسوۂ حسنہ کا خیال رکھتے تھے اور احباب، خلفاء و مریدین کو بھی اسی کے بارے میں تلقین و تاکید فرمایا کرتے تھے۔ مناقب فخریہ میں ہے کہ

"در امور جزوی و کلّی اِتّباعِ سُنّت نبوی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام و بہ بندگان نیز دریں امر تاکید اکید"

یعنی چھوٹی اور بڑی ہر بات میں خود اتّباعِ سُنّت نبوی کرتے تھے اور لوگوں کو بھی اس بارے میں از حد تاکید کرتے تھے۔

## کمالِ متابعت

حضرت قبلۂ عالمؒ بھی اتّباعِ سُنّت کی بے حد پیروی کرتے تھے۔ "تکملۂ سیر الاولیاء" میں حضرت حافظ محمّد جمال ملتانیؒ سے منقول ہے

کہ "میں ملتان سے حضور کے لئے چمچے لے کر گیا۔ حضور نے دریافت کیا کہ یہ کس کام آتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کھانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ اس وقت سے محفوظ رکھے جب یہ حالت پیش آئے یعنی مرض کی حالت میں جب ہاتھ کام نہیں کرتے تو چمچے کام کرتے ہیں۔ آپ کا مدعا یہ تھا کہ جو چیز جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں ہے، اُسے بغیر ضرورت استعمال کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ سُبحان اللہ کیا کمالِ متابعت تھا۔

اتباعِ سُنّت کا اسی قسم کا ایک اور واقعہ تذکرہ مشائخ تونسہ شریف میں بھی موجود ہے۔ حافظ صاحب تونسوی بیان کرتے ہیں کہ "حضرت قبلۂ عالمؒ کے نعلین خشک ہو گئے۔ تو ایک عقیدت مند نے عرض کیا کہ اسے سرسوں کے تیل سے نرم کر دیا جائے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے سرسوں کا تیل کبھی نہیں دیکھا۔ اس لئے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ہمیشہ زیتون کا تیل استعمال فرمایا ہے۔ سرسوں کا تیل کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔" حضرت قبلۂ عالمؒ کے اتباعِ سُنّت کا یہ حال تھا کہ سرسوں کا تیل استعمال نہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال نہیں فرمایا تھا۔ یہ وہ مقام ہے جس کا پہلے ذکر ہوا ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ

"چیزے کہ مروی از جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ باشد بغیرِ ضرورت چگونہ بکار بردہ شود۔"

حضرت قبلۂ عالمؒ کی نظر میں اتباعِ شریعت کا کیا مقام تھا اور دل میں شریعت کا کس قدر احترام تھا۔ اس کا اندازہ آپ کے اس قولِ مبارک سے بھی لگایا جا سکتا ہے، جو مناقب المحبوبین میں موجود ہے کہ

"قالب را موافقِ شریعت کردن و انضمامِ قلب با اتباعِ شریعت است و عوام را پرسش ازیں خواہد بود۔"

اتباعِ سنّت کی بدولت ہی آپ کو مقبولِ حضرت اللہ و محبوبِ جنابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا وہ مقامِ بلند حاصل ہوا، جس کا ذکر مناقبِ فخریہ میں موجود ہے:

"و مظہرِ اتم و مرید مراداں حضرت و مقبول حضرت اللہ و محبوبِ جنابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، مرشدِ آفاق و ہادیِ اقوام و مامور از حضرت رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بہ تربیتِ خلائق، مشغول بحق، فارغ از علائق، مخدومنا و مولانا نور محمدؐ است مدظلہٗ العالی"۔

یعنی حضرت مولانا صاحبؒ کے پورے مظہر اور اُن کی مراد کے مرید، اللہ تعالیٰ اور جنابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مقبول و محبوب، زمانے کے مرشد، قوموں کے ہادی، حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جانب سے مخلوق کی تربیت کے لئے متعیّن، حق میں مشغول علائق سے فارغ، ہمارے مخدوم و مولانا نور محمّد مدظلہٗ العالی۔

---

# معمولات و خصائل

**نماز:-** آپ سفر و حضر میں نماز باجماعت ادا فرماتے تھے تعدیلِ ارکان اور آدابِ نماز میں بہت غلو فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ سے مستحب بھی ترک نہ ہوتا تھا۔ امام کے بارے میں بہت محتاط تھے۔ امام محلوق (جس کا سَر منڈھا ہُوا ہو) کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ حضرت بابا فریدُ الدین گنج شکرؒ نے فرمایا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو غیر محلوق امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔

**وضو:-** آپ چھوٹی سی کُرسی پر بیٹھ کر وضو کیا کرتے تھے سفر کے دوران کبھی کبھی چارپائی پر بیٹھ کر بھی وضو کر لیتے تھے۔ پانی بہت احتیاط سے خرچ کرتے تھے۔ اپنے وضو کے کُوزے کو عوام کے استعمال سے محفوظ رکھتے تھے۔ وضو عام طور پر خُود کرتے خاص ضرورت کے وقت کبھی کبھی دوسرے شخص سے بھی وضو کروا لیتے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرتے تھے۔

وضو سے فارغ ہو کر ایک رومال کے ساتھ اعضائے مُبارک کو صاف کرتے تھے۔ داڑھی میں کنگھی کرتے تھے اور کنگھی کرتے وقت سُورہ "الم نشرح" کا ورد کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ عمل فراخیٔ رزق اور دفعِ عسرت کے لئے بہت مفید ہے۔

وضو کے لئے ہمیشہ پانی کی مناسب مقدار صرف فرماتے تھے۔ پانی استعمال کرنے میں اسراف نہیں کرتے تھے۔

وضو کرنے کے بعد "نسوار" نہیں لیا کرتے تھے۔ آپ کا نکتۂ نظر تھا کہ

نسوار سونگھنے سے وضو باطل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا نسوار کے بعد تجدیدِ وضو ضروری ہے۔

**نوافل:** قرآن وسنّت کی روشنی میں دیکھا جائے تو

**ALLAH likes quality, not quantity.**

یعنی اللہ تعالیٰ عملِ کثیر نہیں چاہتے بلکہ عملِ مخلص چاہتے ہیں۔ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیثِ مبارک بھی موجود ہے جس کا مفہوم ہے کہ "لوگوں کو تعلیم دینا شب بیداری سے زیادہ اجر وثواب رکھتا ہے"۔ اسی لئے آپ اپنا زیادہ تر وقت درس وتدریس، تعلیم وتربیت اور اصلاح وتبلیغ میں صرف کرتے تھے۔

آپ بہت زیادہ نوافل نہیں پڑھتے تھے مگر تہجد، اشراق، استعاذہ، ضحیٰ، اوابین، حفظ الایمان کے علاوہ چار رکعت قبل از عشاء اور دو رکعت بعد از عشاء آپ کے معمولات کے نوافل تھے۔ نمازِ تہجد کی بہت تاکید کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ نماز حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور اسی نماز کی برکت سے آپ ساری امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ چنانچہ نمازِ تہجد، شب بیداری و سحر خیزی آپ کا ساری زندگی کا معمول رہا۔

شب بیداری وسحر خیزی کے بارے میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رباعی پُر از حکمت ومعانی ہے۔ فرماتے ہیں:

شب خیز کہ عاشقاں بہ شب راز کنند
گردِ در و بامِ دوست پرواز کنند
ہر جا کہ درے بود بہ شب بربندند
اِلّا درِ دوست را کہ شب باز کنند

**سُرمہ:-** فخر الطالبین میں ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ "ایک جنگ کے دوران بارود کے اثرات کی وجہ سے میری بصارت میں نقص پیدا ہونے کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ مگر سُرمہ کے استعمال سے کوئی نقصان نہ پہنچا۔ اور یہ صرف اتباعِ سُنّت کا اعجاز تھا" حضرت قبلۂ عالمؒ بھی روزانہ نمازِ عشاء کے بعد سونے سے قبل آنکھوں میں سُرمہ لگاتے تھے۔ تین سلائی دائیں آنکھ میں اور تین بائیں آنکھ میں لگاتے سُنّت کے مطابق۔ کمی بیشی نہ کرتے۔

**غذا:-** آپ کھانا بہت ہی کم کھاتے تھے "کم خوردن" کے مطابق۔ معتدل مقدارِ غذا کا بھی چوتھا حصّہ ہی کھاتے تھے۔ جو کچھ پکا ہُوا سامنے لایا جاتا۔ بلا تکلّف نوش فرمالیتے۔ گندم کی روٹی بکری یا مُرغی کے گوشت کے شوربے کے ساتھ مرغوب غذا تھی۔ کبھی مونگ کی دال یا شلغم کے ساتھ بھی کھالیا کرتے تھے۔ دِن کے وقت کبھی روٹی پر گھی ڈال کر چھاچھ سے کھاتے اور رات کے وقت دُودھ کے ساتھ۔

کھانے کے وقت ہر لُقمہ پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط پڑھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس طرح کھانا دِل کو نُورانی کر دیتا ہے۔ کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے۔ دانتوں میں خلال کرتے۔ شکرِ الٰہی کرتے اور دُعائے ماثورہ کا وِرد کرتے۔ دُودھ بھی مرغوب غذا تھی۔ کبھی کبھی تازہ دُودھ کی دھاریں بھی لے لیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس طرح دُودھ پینا بہت مفید ہے۔ کھانے کے بعد پانی نہیں پیتے تھے۔ دو تین گھڑی کے بعد پیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ "خَیْرَ الْمَاءِ بَیْنَ الطَّعَامَیْن" کے یہی معنی ہیں کہ جب تک ایک طعام ہضم نہ ہو جائے۔ پانی نہ پیا جائے۔ یعنی دوپہر اور رات کے کھانے کے درمیان پانی پینا چاہیئے نہ کہ ایک ہی وقت کے کھانے کے درمیان۔

**لباس:-** آپ سادہ اور درویشانہ لباس استعمال کرتے تھے۔ سر پہ کلاہِ قادری، جس کے کنارے پر مغزی لگی ہوئی تھی، پہنتے تھے۔ سواری کے وقت سر پہ کبھی سلاری اور کبھی دستار باندھتے تھے۔ موسمِ سرما میں روئی دار ٹوپی پہنتے تھے۔ کُرتا ایسا ہوتا تھا، جس کا گریبان سینہ کی طرف ہوتا تھا اور اس میں ایک کیسہ بھی ہوتا تھا۔ اکثر سیاہ تہبند پہنا کرتے تھے۔ کبھی کبھی سیاہ تسیلہ کا پاجامہ بھی پہن لیتے تھے۔ گاہے گاہے لُنگی بھی باندھ لیتے تھے۔

دوشِ مُبارک پر موسمِ گرما میں سبز یا سفید سلاری یا سفید دُوپٹہ ہوتا تھا۔ سردی کے موسم میں کندھے پر لُنگی رکھتے تھے، جو ریشمی ہوتی تھی۔ سیاہ رنگ کا ایک رومال بھی رکھتے تھے، جس کی ایک کنّی، میں تسبیح باندھی ہوتی تھی اور کبھی کوئی اور ایسی ہی ضرورت کی شے۔

سردیوں میں ایسی ہلکی رضائی اوڑھتے تھے، جس میں رُوئی کا وزن کم ہو۔ جسے عام طور پر 'دولائی'، یا 'دُوتائی' کہا جاتا ہے۔ پاپوش مُبارک دیسی وضع کی چمڑے کی بنی ہوئی ہوتی تھی۔ تنگ اور نازک قسم کا جُوتا پسند نہیں فرماتے تھے۔

**لطیف لباس و غذا:-** آپ فرماتے تھے کہ مَیں لباس و غذا لطیف استعمال کرتا ہُوں۔ اس لئے کہ میرے شیخ و مُرشد حضرت مولانا صاحبؒ نے مجھے فرمایا تھا کہ "میاں نور محمدؒ ہمیشہ لباس و غذا لطیف استعمال کرنا۔ کیونکہ حضرت عبیداللہ احرارؒ کے ملفوظ شریف میں مرقوم ہے کہ سالک کو چاہیئے کہ لباس و غذا لطیف استعمال کرے۔ تاکہ اس سے لطیف انوار اس کے دِل پر وارد ہوں"۔

**نشست و رفتار:-** آپ ہمیشہ دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے۔ مربّع

یعنی چوکڑی مار کر بہت ہی کم بیٹھتے تھے۔ عمر کے آخری ایام میں جب جسم کمزور ہو گیا تو تکیہ لگا کر بیٹھنے لگے۔ چلتے وقت ہاتھوں کو آگے پیچھے نہ ہلاتے تھے۔ سر مبارک جھکا کر یا نیچا کر کے چلتے تھے۔ چلتے وقت سامنے دیکھتے اور نیچے کی طرف نگاہ رکھتے۔ اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے۔ قدرے تیز چلنے کی عادتِ مبارکہ تھی۔ آخری عمر میں جب ضعیف ہو گئے تو ہاتھ میں عصا بھی پکڑنے لگے۔ مگر رفتار میں سستی نہ ہوتی تھی۔

**ذوقِ علمی:-** خلوت پسند ہونے کے باوجود زیادہ تر محفل آرائی فرماتے تھے۔ اربابِ علم اور طلبائے علم کی جانب ہمیشہ زیادہ توجہ دیتے تھے۔ ملفوظات میں موجود ہے کہ جب حضرت حافظ محمد جمال ملتانیؒ پہلی بار حاضر ہوئے تو اپنے علمی مقام کو حضرت قبلۂ عالمؒ سے چھپانے کی کوشش کی۔ مگر جب آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا "حافظ صاحب ہم تو علم کے طالب ہیں۔ ہمیں علماء ہی پہچانتے ہیں اور ہم فرقۂ علمائے سے بہت خوش ہیں"۔

لہٰذا تنہائی پسند ہونے کے باوجود آپ درس و تدریس، تعلیم و تربیت، مطالعۂ کتب اور افاضۂ خلق کی خاطر محفل آرائی میں شب و روز گزارتے تھے۔ مخلوقِ خدا کی خدمت سنتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور مسلکِ مشائخِ چشتؒ۔ جیسا کہ ملفوظات میں درج شدہ اس شعر سے واضح ہوتا ہے:

جملہ فنونِ شیخ نیرزد بہ نیم خس
راحت رساں بہ خلق ہمیں مشرب است و بس

ایک دفعہ فرمایا کہ اگر میں اپنے تئیں تعلیم، مطالعۂ کتب اور دیگر امورِ خلق میں مشغول نہ رکھوں تو خدا جانے کس حالت پر پہنچ جاؤں لہٰذا خلقِ خدا کے فائدے کے واسطے جو کہ ایک اہم ترین کام ہے اپنے آپ کو اس کارِ خیر کی طرف بھی مائل رکھتا ہوں۔

محفل میں آپ صوفیائے کرام کے حالات و ملفوظات بیان کرتے یا سُنتے تھے۔ مسائلِ علمی و دینی اور مسائلِ تصوف پر بھی بحث میں دلچسپی لیتے تھے۔

کُتب ذیل ہمیشہ مطالعہ میں رہتی تھیں:

فصوص الحکم۔ مثنوی مولانا رومؒ۔ سوأ السبیل، عشرۂ کاملہ، شرحِ لمعات، لوائح۔ نفحات الانس اور فقرات۔

## اخلاقِ کریمانہ:

گلشنِ ابرار میں ہے کہ اوائلِ عمر میں آپ عزلت گزیں و خلوت نشیں رہتے تھے اور ہر آشنا و بیگانہ سے کنارہ کشی فرماتے تھے۔ مگر مہار شریف میں مستقل سکونت و قیامِ خانقاہ کے بعد معمولات بدل گئے۔ اب تمام لوگوں کی معروضات سنتے تھے۔ اور "اکثر در عالمِ محفل آرائی بودند" ہر سائل کو جوابِ باصواب عطا فرماتے تھے۔ بچوں، جوانوں اور بوڑھوں پر یکساں مہربانی فرماتے۔ وظائف و اورادو کے اوقات کے علاوہ دوسرے کسی وقت میں بھی خلوت گزیں نہیں ہوتے تھے۔ جو شخص بھی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوتا اس پر مہربانی فرماتے، بہت زیادہ دلجوئی فرماتے اور اس کی ہر حاجت پوری فرماتے۔

جو شخص آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتا، اس کی قابلیت، استعداد اور مزاج و مذاقِ طبعیت کے مطابق اس سے گفتگو فرماتے۔ جیسا کہ تکملۂ سیر الاولیأ میں لکھا ہے کہ "ہر قسم آدم کہ مے آید، اختلاط مناسبِ وضع آں مے فرمودند" نواب غازی الدین خان نے بھی مثنوی میں اس کی وضاحت کی ہے:

ہر کہ آمد ز عالم و مجہول
گفتگو ساختے بقدرِ عقول
با معلّم شدے ز علمِ شروع!
با مزارع حکایتِ مزروع

آپ کبھی بھی کسی کی گفتگو سے مکدرِ خاطر نہ ہوتے تھے۔ اگر کسی شخص سے کوئی حرکت ناپسندیدہ ہوجاتی تو اس کو کبھی بھی صریح طور پر تنبیہہ نہیں فرماتے تھے بلکہ کوئی ایسی حکایت بیان کر دیتے یا کوئی ایسا شعر پڑھ دیتے، جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہوجاتا اور وہ شخص اپنے کئے یا کہے پر نادم ہوجاتا۔

محتاجوں اور بیکسوں پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ اہلِ خاندان اور اعزاو اقرباء کے ساتھ نوازش و عنائیت سے پیش آتے۔ غلاموں کے تمام امور کی طرف آپ کا دھیان رہتا۔ جو وعدہ کرتے اسے پورا کرنے کی کوشش فرماتے۔ آپ کے لنگر شریف سے سب کو کھانا ملتا تھا۔ آپ کا فیض ہر ایک کے لئے یکساں تھا۔

آپ کے مزاج شریف میں بہت شرم و حیاء تھی۔ آپ کا شیوہ بخشش عام اور جود و سخا تھا۔ آپ کا کلام خالی از حکمت نہیں ہوتا تھا۔ غرضیکہ آپ شریعت، طریقت، حقیقت، و معرفت اور حسنِ ظاہری و باطنی کا ایک بہترین نمونہ تھے۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم!
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

---

# مُرشدِ پاک رحمتہ اللہ علیہ کی نظر میں

## فرمودات و انعامات

حضرت مولانا فخر جہاںؒ کے حضرت قبلۂ عالمؒ کے بارے میں چند فرمودات مناقب المحبوبین، خلاصتہ الفوائد اور گلشنِ ابرار سے دیئے جا رہے ہیں، جن سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کس مقامِ بلند پر فائز تھے۔

(۱)

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مولانا صاحب دہلویؒ سے عرض کیا کہ یا حضرت کہتے ہیں کہ حضرت سید حسن رسول نماؒ ہر شخص سے پانچ سو روپے، نذر لے کر اُسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کر دیتے ہیں اور وہ زیارتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادتِ بے بدل سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ یہ درست ہے یا نہیں؟ فرمایا:

> "دُرست ہے مگر حق تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسا مرید دیا ہے جو خُدا نما ہے اور بغیر نذر لئے خُدا تعالیٰ کی مجلس میں پہنچا دیتا ہے اور دیدارِ الٰہی کرا دیتا ہے۔" اور اِس مرید سے مراد حضرت قبلۂ عالمؒ تھے۔

(۲)

مولوی دیدار بخش پانی پتیؒ، خاندانِ چشتیہ صابریہ کے مشہور بزرگ میاں صابر بخشؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا صاحب دہلویؒ کے وصال کے ایام قریب آئے تو وہ اور دیگر مشائخ دہلی جمع ہو کر حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں اِس ارادے سے حاضر ہوئے تاکہ پُوچھیں کہ آپ کے بعد کس خلیفہ کو آپ کی مسند شریف پر بٹھائیں۔ میاں صابر بخشؒ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے اور میرے چچا خواجہ بخش صاحب نے پوچھا کہ یا حضرت آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء میں سے کس خلیفہ کو آپ کے سجّادۂ ارشاد پر بٹھایا جائے؟"

حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا:

"میں نے جس کو اپنی جگہ خلیفہ و قائم مقام بنانا تھا۔ پہلے ہی بنا چکا ہوں اور اس کام سے فراغت پا چکا ہوں۔ وہ میاں صاحب نُور محمدؒ مہاروی ہیں۔ اب ظاہری رسم کے مطابق جس کو چاہو میرے بعد یہاں بٹھا دینا۔ تمہارا اختیار ہے۔"

(۳)

حضرت مولانا صاحبؒ کے مریدانِ خاص اور خلفاء کرام بے شمار تھے۔ مگر ان سب حضرات میں سے جو توجّہ خاص حضرت قبلۂ عالمؒ پر تھی، وہ کسی پر نہ تھی۔ جس روز آپ کو نعمت و خلافت عطا فرما دی، اُس دن کے بعد جو کوئی بھی حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں طلبِ خُدا کے لئے آتا، اُسے قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں بھیج دیتے۔ آپ کو خلافت دے کر اور مہار شریف کی طرف رُخصت کرنے کے بعد اکثر یہ ہندی دوہرہ پڑھا کرتے تھے:

تن مٹکے من جھیرنا سُرت بلوؤں ہار
مکھن پنجابی لے گیا چھاچھ پیئو سنسار

چنانچہ اس دوہرہ کے مضمون کی تصدیق کرتے ہوئے نواب غازی الدّین خانؒ اپنی مثنوی میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے بارے میں حضرت مولانا صاحبؒ کے ارشادات کو یوں بیان کرتے ہیں:

شیخ درِ حقِ اُو چنیں فرمود!
کیں زما ہر چہ بود داست ربود

نیز ارشادِ آں شہِ دین است
کایں زماں قطبِ وقتِ خود این ست
ہم بگفتا کزیں جہاں آرا!
شدہ امیدِ مغفرت مارا

شیخ و مُرشد حضرت مولانا صاحبؒ نے ان کے حق میں یہ فرمایا کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی تھا اِس نے لے لیا ہے۔ نیز اُس دین کے بادشاہ یعنی حضرت مولانا صاحبؒ کا یہ ارشاد ہے کہ یہ اِس زمانے کا قطب ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ اِس جہاں آرا، (قبلۂ عالمؒ) کے طفیل ہمیں بھی مغفرت کی اُمید ہو گئی ہے۔

(۴)

جب حضرت مولانا صاحبؒ نے حضرت قبلۂ عالمؒ کو بیعت سے مشرف فرمایا تو روز بروز آپ کا حال و مقام ترقی پانے لگا اور حضرت مولانا صاحبؒ سے آپکے قربِ باطنی بھی دِن بدن بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ پیر و مُرشدؒ کی نگاہِ فیض رساں اور صحبتِ کیمیا اثر سے آپ کا وجودِ مُبارک زرِ خالص بن گیا۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

آہن کہ بپارس آشنا شُد
فی الحال بصورتِ طلا شد

اِس پر حضرت مولانا صاحبؒ کے دیرینہ خدّام حضرت قبلۂ عالمؒ پر رشک کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے ایک دِن حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ پنجابی شخص جو آپ کی خدمت میں آیا ہے، اس کی قوم کھرل ہے اس کا ایک رشتہ دار یا ہم قوم مرزا نام تھا جو جھنگ سیال کے ایک زمیندار کی صاحبِ جمال لڑکی صاحباں کو اپنے ساتھ ورغلا کرلے گیا تھا۔ اس عورت کے خاندان والوں نے پیچھا کر کے ساندل کے جنگل میں اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ یہ پنجابی اُسی قوم سے ہے۔ اِس کا آپ کی خدمت میں رہنا مناسب نہیں ہے

حضرت مولانا صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ مرزا کھرل نے تو صرف ایک صاحباں کو اپنے عشق میں مبتلا کیا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا یہ پنجابی ایک جہان کو اپنے عشق میں مبتلا کرے گا اور اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔

خزینۃ الاصفیا میں مرقوم ہے کہ "آخر ہم چناں واقع شد کہ ہزارہا طالبانِ خدا بہ توجہ آں مقتدائے اولیاء (حضرت قبلۂ عالمؒ) بکمالِ ولایت رسیدند و ہزارہا خرقِ عادات و کرامات از خدامِ وے بظہور آمدند"

آخر وہی ہوا جو حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا تھا ہزارہا طالبانِ خدا مقتدائے اولیاء حضرت قبلۂ عالمؒ کی توجہ سے مرتبۂ ولایت و کمالیت تک پہنچے اور آپ کے خدام ایسے مقام تک پہنچے کہ ہزارہا کرامات کا اُن سے ظہور ہوا۔ آپ نہ صرف وارثِ نعمت ہوئے بلکہ حضرت مولانا صاحبؒ کے عین وجود کے بھی وارث ہوئے۔ پنجاب و ہندوستان کی ہزارہا مخلوق کو اپنے عشق میں مبتلا کیا اور انشاء اللہ تعالیٰ سب وابستگانِ دامن کو اپنے ہمراہ جنت میں بھی لے جائیں گے۔

## ۵

ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے قبلۂ عالمؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "اے نور محمدؐ، سبحان اللہ، کہاں دکن اور کہاں پاک پتن۔ پروردگار کی قدرت دیکھو کہ مجھے دکن سے لائے اور تمہیں پاکپتن سے۔"

اس کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا:

حسنؓ ز بصرہ، بلالؓ از حبش، صہیبؓ از روم !!
زخاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

سیدنا حسنؓ بصرہ سے سیدنا بلالؓ حبش سے اور سیدنا صہیبؓ روم سے آکر فیض یاب ہوئے۔ مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ خاکِ مکہ سے ابوجہل پیدا ہوا۔

(۶)

ایک دِن حضرت مولانا صاحبؒ وضو کرتے وقت بہت خُوش تھے حضرت قبلۂ عالمؒ سے پُوچھا کہ تمہارے آباؤ اجداد کیا کام کرتے تھے۔ عرض کیا کہ "کھیتی باڑی کرتے تھے اور مویشی چراتے تھے۔ آئندہ جو بھی آپ حکم فرمائیں"۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے قدرے سکوت کیا اور پھر ارشاد فرمایا:

"مَیں تمہیں اپنا کسب سکھاؤں گا"

اور پھر واقعی اپنا کسب یُوں سکھایا کہ کسبِ کمال کے مقام پر پہنچا کر عزیزِ جہاں کا مقام عطا کر دیا۔

کسبِ کمال کُن کہ عزیزِ جہاں شوی

(۷)

ایک دِن حضرت مولانا صاحبؒ نے آپ کے حق میں فرمایا:

"اگر یہ پنجابی میرے پاس نہ آتا تو مَیں اِس دُنیا سے اپنے ارمان اپنے دِل میں ہی لے کر چلا جاتا"

(۸)

ایک دفعہ آپ اجمیر شریف کے راستے دہلی شریف حاضر ہُوئے۔ جس دِن دہلی شریف پہنچے اور حاضرِ خدمت ہُوئے تو پتہ چلا کہ حضرت مولانا صاحبؒ اپنے مکان پر چاندنی کی چھت کے نیچے دیر تک تشریف فرما رہے اور آپ کا انتظار کرتے رہے۔ جب آپ قدم بوس ہُوئے تو فرمایا:

"تمہارے لئے ایک اچھا سا عمل نکال کر رکھا ہُوا ہے"

چند دِنوں کے بعد جب حضرت مولانا صاحبؒ نے آپ کو تخلیہ میں یاد فرمایا: حضرت قبلۂ عالمؒ فرماتے ہیں کہ جب مَیں حاضر ہُوا تو فرمایا اُس جگہ اور تو کوئی نہیں؟ مَیں نے

عرض کیا کہ کوئی نہیں ہے۔ مسکرا کر فرمایا کہ "دیکھو کوئی چھپا نہ بیٹھا ہو۔" میں نے عرض کیا کہ "کوئی نظر نہیں آتا۔" اس کے بعد از راہِ کرم وہ عمل مجھے تلقین فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی کو اس کام کے اہل سمجھو تو اسے بتا دینا۔ ہمارے تمام عملوں کو حفاظت سے رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسا آدمی لے جائے جو اسے بے محل صرف کرے۔

۹

فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کا ایک خاص بیاض تھا، جس میں بہت سے عجیب و غریب اعمال اور وظائف درج تھے۔ وہ بیاض کسی کے کام نہیں آسکتا تھا۔ اس لئے کہ جملہ اعمال و اشغال اشارات و رموز میں درج کئے گئے تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتے تھے۔

ایک دن وہ بیاض چند دیگر اوراد کے ساتھ بندہ کو عنایت فرمایا۔ اس بیاض شریف میں عجائبات کبیر اور اشغالِ کثیر درج تھے۔ وہ احوال و واردات جو اورنگ آباد سے اجمیر شریف اور اجمیر شریف سے دہلی شریف کے سفر کے دوران وقوع پذیر ہوئے، اس میں مفصّل درج تھے۔

حضرت مولانا صاحبؒ اس بیاض کو سب سے چھپا کر رکھتے تھے اور کسی کو نہیں دکھاتے تھے۔ البتہ بندہ نے اُس بیاض کو اچھی طرح دیکھا ہوا ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ نے خود بخود از راہِ کرم بندہ کو مطالعہ کے لئے عنایت فرمایا تھا۔

۱۰

حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ میرا تعلق حضرت مولانا صاحبؒ سے تقریباً چونتیس یا پینتیس برس رہا۔ لیکن حضرت مولانا صاحبؒ کو ابتدا تا انتہا تمام سرگزشت یاد تھی۔ چنانچہ ابتدائے حال میں ایک دفعہ حضرت مولانا صاحبؒ نے بندہ کو ایک عمل پڑھنے کے لئے دیا تھا۔ میں نے اُس کا پڑھنا سالہا سال تک جاری رکھا، مگر کوئی

اثر ظاہر نہ ہُوا۔

مُدّت کے بعد ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے پُوچھا کہ فلاں وِرد پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ پڑھتا ہُوں۔ فرمایا کہ اُس کے کوئی فوائد ظہور میں آئے؟ مَیں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ آپ اسے کم پڑھا کرو۔ مَیں نے تعمیل کی اور کم پڑھنا شروع کر دیا۔

چند روز بعد پُوچھا کہ آپ کو کوئی اثر معلوم ہوتا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ آپ آئندہ اِس وِرد کا پڑھنا موقوف کر دو۔ مَیں نے موقوف کر دیا۔ پس اسے ترک کرنے سے اِس وِرد کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ بلکہ اَب تک ظاہر ہو رہے ہیں۔

(۱۱)

حضرت مولانا صاحبؒ ایک دفعہ قضائے حاجت کے لئے شہر سے باہر گئے ہُوئے تھے حضرت قبلۂ عالمؒ پانی کا کوزہ بھر کر آپ کے پیچھے روانہ ہُوئے اور چلتے چلتے دُور جنگل میں چلے گئے۔

حضرت مولانا صاحبؒ فارغ ہو کر وضو کرنے میں مشغول ہو گئے تو چار اشخاص چار جانب سے آکر دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا "میاں نُور محمد انہیں پہچانتے ہو؟" آپ نے عرض کیا "نہیں"۔ فرمایا "یہ چاروں جنّات کے بادشاہ ہیں اگر کوئی حاجت ہو تو حاضر ہیں۔ آپ نے عرض کیا:

"اِس فقیر کو صرف آپ کی ذاتِ مُبارک کی طلب ہے۔ میری تمام حاجات آپ کی ذاتِ مُبارک سے وابستہ ہیں۔ مجھے اِن جنّات سے کوئی حاجت نہیں ہے۔"

حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا "اے جنّات چلے جاؤ کہ میاں صاحب تمہیں قبُول نہیں کرتے" وہ اُس وقت غائب ہو گئے۔

عشقِ صادق کی یہی مثال ہے کہ اپنے محبوبِ پاک کے سوا کسی اور کی طرف

نظر نہ اُٹھے اور نہ کسی اور سے کوئی حاجت طلبی ہو۔

ہمہ شہر پُر ز خُوباں، منم و خیالِ ماہے
چہ کنم کہ چشم بدخُو نہ کند بہ کس نگاہے

---

تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کو حاکم نہ بنائیں ہر اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان پھوٹ پڑے اور جو فیصلہ آپ نے صادر فرمایا اسے دل و جان سے تسلیم کر لیں اور اس سے اپنے دلوں میں تنگی بھی نہ محسوس کریں۔

(النّسآء ۴ : ۶۵)


چھٹا
باب

اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی تم غم زدہ ہو گے۔
وُہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرمانبردار تھے۔ تم اور تمہاری بیویاں
خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ جہاں ان پر سونے کے خوان اور جام گردش
میں ہوں گے۔ اور وہاں ہر دلپسند چیز موجود ہو گی اور آنکھوں کو لذت بھی
میسر ہو گی۔ تم وہاں ہمیشہ رہو گے۔

(الزخرف ۴۳ : ۶۸ تا ۷۱)

# ارشاداتِ عالیہ

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گُفتار خیزد

حضرت شیخ فریدالدین عطّار رحمتہ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ قرآن و حدیث کے بعد اولیاء کرام کا کلام افضل ترین ہے۔ اِس لئے کہ اِن بزرگوں کا کلام حُبِّ دُنیا کو دِل سے نکال دیتا ہے۔ آخرت کی یاد دلاتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت و دوستی کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور زادِ آخرت جمع کرنے کا عزم پیدا کرتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ کا ارشادِ گرامی ہے کہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے ایک دِن مجھے فرمایا کہ جب کوئی مرید اپنے پیر و مُرشد کے ارشادات کو پُوری توجہ سے سُنتا ہے اور پھر انہیں لکھ لیتا ہے تو اس کو بے شمار برکات عطا کی جاتی ہیں۔

مشائخ چشت کے ملفوظات میں فوائد الفواد کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ جب حضرت خواجہ حسن دہلویؒ نے یہ ملفوظات ترتیب دیئے تو حضرت امیر خسروؒ نے فرمایا:

"اے کاش میری تمام تصنیفات خواجہ حسن سے نامزد ہو جاتیں اور ان کے بدلے کتاب فوائد الفواد کا حُسنِ قبول میرے لئے نامزد ہو جاتا۔"

اولیاء اللہ کے اقوال و ارشادات کے اندر آج بھی تاثیر موجود ہے۔ کیونکہ:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

یہ ارشادات دلوں میں محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کرتے ہیں۔ ان کے پڑھنے اور سننے سے دُنیا سے نفرت اور آخرت کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ ان ارشادات سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نُور محمد مہارویؒ نے جب مہار شریف پہنچ کر اپنی مسندِ ارشاد بچھائی تو چاروں طرف سے مخلوقِ خُدا کا ہجوم آپ کے گرد جمع ہونے لگا۔ سادات، عُلماء، مشائخ، فقراء امرا اور عوام الناس آپ کے حلقہ بگوش ہونے لگے۔ آپ کی صحبتِ کیمیا اثر میں اس قدر کشش اور تعلیم میں اس قدر تاثیر تھی کہ جو دیدار سے مشرّف ہوجاتا اور محفل میں بیٹھ جاتا، متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔

آپ اپنے حاشیہ نشینوں، مریدوں اور احباب و خلفاء کو ہمیشہ اتباعِ شریعت اور درستیٔ اخلاق کا سبق دیا کرتے تھے۔ شریعت و طریقت کے بعض مسائل پر بھی روشنی ڈالتے۔ بعض ایسے اسرار و رموز بیان فرماتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔

آپ کے مختلف ارشادات آپ کے مختلف ملفوظات میں موجود ہیں۔ ان میں سے بعض اہم ملفوظات کی کُتب سے خاص خاص ارشادات اس کتاب میں شامل کئے جارہے ہیں۔ تمام ارشادات درج کئے جائیں تو ایک الگ ضخیم کتاب بن جائے۔ اس کتاب میں ارشاداتِ عالیہ کا خلاصہ ہی درج کیا جارہا ہے۔

اُن مُریدانِ خاص اور حاضر باش احباب و خلفاء کا ہم پر احسان ہے کہ آپ کی مجلس کی باتوں کو تحریر میں لاتے رہے۔ جمع کیا، ترتیب دیا اور کتابی صُورت میں یہ قیمتی سرمایہ ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ وُہ سب ہمارے محسن ہیں۔ ہم ان کا شکریہ الفاظ میں تحریر نہیں کرسکتے۔ اگلے صفحات میں "ارشاداتِ قدسیہ" دیئے جارہے ہیں۔ جنہیں مطالعہ کرتے وقت حضرت مولانا رُومؒ کا یہ شعر سامنے رکھیں:

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبدُاللہ بود

# ارشادات

اقتباس از "مناقب المحبوبین"



حضرت قبلۂ عالمؒ اکثر ہندی کا یہ دوہڑہ بہت پڑھا کرتے تھے:

بھلی ہوئی ہر بسیرے سر سے ٹلی بلائے
جیسی تھی ویسے بھی اب کچھ کہا نہ جائے

اور یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے:

مگو کہ پیر شدی ذوقِ عاشقیت نماند
شرابِ کہنہ ما مستئ دگر دارد !!

اور یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے:

تا مست نگردی نکشی بارِ غم عشق
آرے شترِ مست کشد بارِ گراں را !



فرمایا کہ انسانِ کامل جانِ عالم ہے اور اس کا فوت ہونا تمام جہان کا فوت ہونا ہے۔



فرمایا کہ جملہ موحدان جنت میں داخل ہوں گے کہ معصیت وحدت کے منافی نہیں ہے۔ جس کسی کو اقرارِ وحدت زبان سے حاصل ہے۔ اور اسکی تصدیق دل میں ہے۔ کوئی اور امر اس کی وحدت کے بغیر زوال کا باعث نہیں بن سکتا۔

فرمایا کہ تحفہ خانی کتاب کے مطابق اب شاید کوئی بھی مسلمان رہا ہو۔ اس کتاب میں تو سب کو کافر لکھا گیا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے علماء محض تنبیہہ کی خاطر اور ڈرانے کی خاطر یہ مبالغہ کرتے ہیں اور درست ہی کہتے ہیں تاکہ لوگ ناشائستہ کاموں سے رک جائیں۔

ایک دن ایک شخص نے حضرت کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

نقاب و پردہ نہ دارد نگار دلکش ما!
تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

فرمایا اگر پردہ محسوس ہو تو پردہ اٹھا دینا چاہیئے اور جب بھی پردہ اٹھے گا تو معلوم ہو گا کہ اس ہستیٔ موہوم کے سوا اور کوئی پردہ نہیں تھا۔

فرمایا۔ ہر شخص کا دل اس کے محبوب کی طرف رخ کرتا ہے۔ یعنی تیرا محبوب وہی ہے جو تیرے دل میں ہے۔ "ہم پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہمارے دل میں اللہ کے سوا کسی اور کی محبت ہو۔" اور فرمایا کہ تمام موجودات حق کے جمال کا پرتو ہیں۔ بعد ازاں یہ بیت پڑھا:

آں لحظہ کہ بر آئینہ تابد خورشید
آئینہ گماں برد کہ من خورشیدم

فرمایا۔ کام کا دارومدار ایمان پر ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی استقامتِ ایمان کے بعد ہی ہے۔ خواہ کوئی جمعہ کی رات مرے یا رمضان میں۔

ایک شخص نے پُوچھا کہ اولیاء اللہ کا احوال قبر میں کیسا ہوتا ہے۔ فرمایا اولیاء کا جسد روح کا حکم رکھتا ہے۔ جہاں اُن کی رُوح ہوگی، ان کا جسم بھی رُوح کے ہمراہ ہوگا۔ چنانچہ ابدال کا عالم یہی ہے کہ جب ان کی رُوح پرواز کرتی ہے تو جسم بھی ساتھ پرواز کرتا ہے۔ کہ رُوحانیّت ان کے جسم پر غالب ہے۔ فرمایا کہ اہلِ حیات کے احوال یہی ہیں۔ اِسی لئے اولیاء کے لئے ممات کا لفظ کہنا جائز نہیں لہٰذا حق تعالیٰ کی مشیت سے جہاں اولیاء کی ارواح ہوتی ہیں، ان کا جسم بھی بمنزلہ سایہ ہمراہ ہوتا ہے اور اُن کی روح کا تعلق اپنی قبر سے بقدرِ موانست ہوتا ہے۔

فرمایا کہ شیخ اُس شخص کو اپنے آپ سے دُور کر دیتا ہے جو دوسروں کے لئے موجب تلقین اور لائقِ تکمیل ہوجائے اور اُس سے زیادہ لوگ فائدہ اُٹھا سکیں۔ اور جو ابھی پرورش کے لائق ہوں ان کو تکمیل و تربیت کی خاطر اپنے پاس سے دُور اور جُدا نہیں کرتا۔

فرمایا۔ کہ ایک دن حضرت مولانا صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ "نُورِ محمدؐ جس وقت ہم قرآن پڑھنے کے لئے بیٹھتے ہیں تو جو آیت بھی پڑھتے ہیں وہی ہمارا شغل اور وظیفہ ہے"۔

فرمایا کہ میں اپنے آپ کو لوگوں کے ضروری امور میں مصروف رکھتا ہوں اور ہر شخص کے ساتھ گفت گو کرتا ہوں اور توجہ کرتا ہُوں مگر خداوند تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ ہمارا حال کیا ہوگا۔ البتہ میری یہ کوشش ہے کہ مخلوقِ خُدا کو فیض رسانی کا کام جو

اہم ترین فرائض میں سے ہے۔ رُک نہ جائے۔

مولوی محمد عمر بیربلوی ؒ خلاصۃ الفوائد میں اس ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا نور محمد نارووالہ صاحبؒ سے پوچھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ اکثر اوقات ہر آنے والے شخص سے گفتگو میں متوجہ ہو جاتے تھے اور کسی سے انحراف نہیں کرتے تھے۔ اور عوام کی معقول و نا معقول عرض معروض سے مکدر نہیں ہوتے تھے۔ اس کی کیا وجہ تھی۔

فرمایا کہ یہ طریقہ صرف ہمارے ساتھ رعایت کی خاطر اور ہم لوگوں کی خوش بختی کی خاطر تھا۔ اگر اس طرف مائل نہ ہوتے تو خدا نہ کرے پتہ نہیں ہمارا کیا حال ہوتا اور ہم لوگ حضرت کو کہاں پا سکتے۔



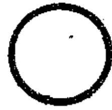
فرمایا کہ اہلِ شہود جو وجود کے منکر ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خالی ہیں۔ اگر اُن کو فی الواقع شہود ہوتا تو وجود کے کیسے منکر ہوتے۔ یہ سُن کر مولانا نور محمد صاحب نارووالہؒ نے عرض کیا کہ اس طرح بھی ہے کہ بعض اہلِ شہود جن کا درجۂ شہود سلب ہو جاتا ہے تو اُس وقت وُہ وجود کے منکر ہو جاتے ہیں، فرمایا کہ اس طرح کی بھی تحقیق ہے۔ ہمیں بھی یاد ہے لیکن اگر اُن میں سے کسی کو مشاہدہ ہوتا اور وُہ مشاہدہ حقیقی ہوتا تو منکر نہ ہوتے۔ چنانچہ اگر کسی نے ملتان و لاہور دیکھا ہو تو کیسے منکر ہو سکتا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا۔ فرمایا کہ اگر کوئی شخص مخلوق کو خوشحال کرے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو نے مجھے خوشحال کیا اور یہ بات سب جانتے ہیں اور اس کے قائل ہیں۔



فرمایا کہ ایک بزرگ تھے کہ رات کے وقت ہمیشہ ایک دو جن اُن کے پاس پڑھنے آتے تھے۔ اُس بزرگ نے چاہا کہ اُس شخص کو جو جنّات کا منکر

ہے جنات دکھاؤں۔ پس اُس شخص کو کہا کہ آج رات میرے ہاں رہنا۔ وُہ اس رات وہیں رہا مگر جنات سبق کے لئے رات نہ آئے۔ اُس بزرگ نے سمجھا کہ شاید آج رات انہیں کوئی کام ہوگا۔ دوسری رات بھی اُس منکر کو طلب کیا۔ اُس رات بھی جنات نہ آئے۔ پھر اگلی رات بھی اُسے کہا کہ آج رات بھی یہاں رہنا۔ وُہ رہا اس رات بھی جنات نہ آئے۔

غرض اسی طرح چند بار ہُوا کہ جس رات بھی وُہ اُستاد اس شخص منکر کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ جنات نہ آتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک رات جنات آئے۔ اُس نے پُوچھا کہ اس رات جب وُہ شخص میرے ہاں آتا تھا تمہارے نہ آنے کا سبب کیا تھا۔ کہنے لگے کہ ہمیں حق تعالیٰ کا ایسا ہی حکم تھا۔ کہ آج رات نہ جانا۔ ہم لاچار وہیں رہے۔ وُہ بزرگ حیران ہُوئے اور جناب باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہُوئے اور جنات کے نہ بھیجنے کا سبب پُوچھا۔ الہام ہُوا۔ تو یہ چاہتا ہے کہ الزام دینے کی وجہ سے ہمارے فرقوں میں سے ایک فرقہ کو گم اور ضائع کر دے۔



ایک دن ایک شخص نے حضرت قبلۂ عالمؒ سے پُوچھا کہ کیا مرضِ نفسانیت کی بھی کوئی دوا ہے؟ فرمایا کہ دوا بہت ہے اگر کوئی کرے لیکن تمام زبان سے تو اپنے آپ کو مریض کہتے ہیں۔ مگر ہمیں کوئی نظر نہیں آتا۔ کہ جو علاج کا طالب بھی ہو۔ طبیب تو بہت ہیں۔

اس شخص نے پھر عرض کیا کہ یا حضرت میں اپنے آپ کو مریض سمجھتا ہُوں لیکن علاج نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ اپنے آپ کو مریض خیال کرنا بھی غنیمت ہے کہ کبھی تو علاج میسّر آہی جائے گا۔ مگر وُہ جو اپنے آپ کو مریض ہی نہیں جانتا اس کا علاج مشکل ہے۔ اِس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا:

آں کسے کو تشنہ آب رو بود ‏ ‏ رو برو شستن بہ از پہلو بود

پھر آپ نے حکیم مولوی محمد عمر سید پوریؒ کی طرف رُخ مبارک کیا اور فرمایا کہ "حکیم صاحب آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر مرض پُرانا ہو تو دیر تک علاج کرتے رہنا ضروری ہے یا نہیں ہے؟" انہوں نے عرض کیا کہ قبلۂ عالم آپ نے بجا فرمایا ہے۔ پُرانا مریض ایک آدھ دن میں تو ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ مُسکرائے۔



فرمایا کہ پیٹ بھر کر اس قدر کھانا کہ مذموم نہ ہو اور پھر اسے ریاضت، عبادت، تلاوت، درُود پڑھنے اور بیداری میں ہضم کرنا بہتر ہے اس سے کہ سیر ہو کر نہ کھائیں۔ بھُوکے سو جائیں اور غفلت سے گزاریں اور جب سیر خوری کر کے عبادت میں وقت گزارا جائے تو تمام خوراک نُور ہو جاتی ہے۔

فرمایا کہ قالب کو شریعت کے موافق کرنا اور اس کے مطابق قلب کا انضمام کرنا اتباعِ شریعت ہے۔ اور عوام کو اسی کی پرسش ہو گی۔ اور فناء عام عبارت ہے نفیٔ خواطر سے۔

فرمایا کہ ہم اَن پڑھ ہیں مگر یہ علماء بزرگ کہ ہمارے پاس آتے ہیں۔ اُن کا آنا بہت غنیمت ہے کہ ان کی صحبت سے ہم بھی بہت سے مسائل حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت سید میرن شاہ نے عرض کیا کہ حضور عجیب ناخواندہ ہیں کہ اس مُلک کے تمام پڑھے لکھے اور علماء وقت تعلیم کے لئے آپ کی خدمت میں آتے ہیں اور اپنے عقدے حل کرتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ بھی ہمارا ایک مکر ہے۔ سید موصوفؒ نے عرض کیا کہ یہ فن مکر کسی اور کو بھی عطا فرمائیں۔ فرمایا کہ اس مکر کا طالب کوئی نہیں ہے کہ لے اور یہ بات بار بار فرمائی کہ کہاں ہے کہ ہم سے لے۔



فرمایا کہ ایک بزرگ پر اللہ تعالیٰ کی عنایات وارد ہونے لگی تو اُس بزرگ

نے چاہا کہ خلوت میں چلا جائے تاکہ اس نعمت میں ترقی ہو۔ صرف اس جگہ کے ترک کرنے سے اس کی واردات منقطع ہوگئیں۔ اس وقت کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ واردات و نعمت کے فقدان کا باعث کیا ہوا۔ فرمایا کہ نزولِ نعمتِ عظمیٰ محض عنایتِ ازلی سے تھا۔ اور صرف فضلِ لم یزلی تھا اور اس بزرگ نے خلوت میں جانے کو باعثِ ترقی خیال کیا۔ اور اپنی تدبیر کو داخل کیا۔ لاچار اس مقام سے محروم ہوگیا۔

○

فرمایا کہ یہ مکان مہار شریف دار الشفاء ہے کہ حکیم بھی موجود ہے۔ مولوی حکیم محمد عمر سید پوری نے عرض کیا کہ امراضِ ظاہری و باطنی کے شفا بخش تو آپ ہیں کہ ہر آنے والے کو آپ کی زیارت سے ظاہری و باطنی شفاء حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اس شفاء کا طالب کہاں ہے کوئی ہے تو آئے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا:

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

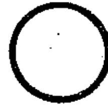
○

فرمایا کہ شیخ و مرشد طالب کو ذکر و فکر اور اشغال و اوراد تلقین کرتا ہے۔ جب وہ اس کو قضا کرتا ہے اور نہیں پڑھتا تو شیخ بھی اس کو نہیں پہچانتا چاہے مدت تک ان کے پاس بیٹھا ہو۔

○

فرمایا کہ اس زمانہ میں ایسے اشخاص موجود ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت انہیں بیداری میں بھی حاصل ہے۔ لیکن خلقت و توع حوادث کے سبب ان کی منکر ہو جاتی ہے۔ حالانکہ حدوثِ حوادث آدم علیہ السلام کی فطرت

سے چلا آرہا ہے۔ چنانچہ آدم کے ساتھ کیا نہیں ہُوا۔ جو دوسروں کے ساتھ نہیں ہُوا۔ بہشت سے نکالا اپنے آپ سے جدا کر دیا اور کپڑا بھی پاس نہ تھا فرمایا مختصراً یہ سب آدم تھا اور جو کچھ اس عالم پر گزرتا ہے وُہ اُس کی تفصیل ہے اور آدم کو جامع الاسما کہتے ہیں۔



فرمایا کہ ہر شخص پیدائش کے دن سے جانے کی تیاری میں ہے۔ اگر کسی کے زندگی کے ایّام ماشاء اللہ چھ سات ہزار بھی ہو جائیں۔ تب بھی زندگی کا وقت مقرّر ہے ہر روز جتنا بڑا ہوتا ہے۔ اتنے ہی عمر کے دن کم ہو جاتے ہیں اور آخر لاچار یہاں سے جاتا ہے اور اپنی منزل پُوری کرتا ہے۔



فرمایا کہ سخاوت وُہ قابلِ قدر ہے جو تنگدستی میں کی جائے اور معافی وُہ قابلِ قدر ہے۔ جو قدرت رکھنے کے باوجود کی جائے۔ یہ دونوں باتیں بہت خُوب ہیں



فرمایا کہ شغل پاس انفاس کو اس ترتیب سے کرنا چاہیئے کہ "اللہ" کے لفظ آخر میں جو "ہا" ہے اس کے پیش کو لمبا کر کے پڑھا جائے کہ اس میں واؤ کی آواز نکلے، اور اللہ کے لفظ میں ل حرف کو لمبا کر کے دِل میں پڑھے۔ سانس کو نیچے لاتے وقت "ہُو" کہے اور اس کے برعکس اس طرح نہ کرے کہ سانس نیچے لاتے وقت اللہ کہے اور جب سانس اُوپر جا رہا ہو تو "ہُو" کہا جائے۔ کیونکہ یہ صحیح طریقہ نہیں ہوگا۔ اگر پاس انفاس کے اس عمل میں زبان کو تالو سے چپاں رکھا جائے تو توجہ میں ممد ہوتا ہے اور فرمایا کہ میرا بھی یہی شغل ہے۔

فرمایا کہ آزارِ نقرس یعنی پاؤں کے جوڑوں کا درد اور گھٹنے کا درد ہمارے پیروں کا موروثی مرض ہے۔ یعنی مولانا صاحبؒ، اُن کے والد صاحبؒ، شیخ کلیم اللہ صاحبؒ اور شیخ یحییٰ مدنی صاحبؒ ان تمام بزرگوں کو یہ مرض لاحق رہا ہے۔ مولوی محمد عمر صاحبؒ لکھتے ہیں کہ قبلۂ عالمؒ کو بھی یہ درد تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا علاج کرائیں۔ فرمایا یہ مرض علاج سے رفع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ ہمارے پیرانِ عظام کا موروثی مرض ہے۔

عین تعویذ لکھتے ہوئے فرمایا کہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو لکھا کہ اکثر پنجاب کے آدمی تعویذ کے لئے آتے ہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ کام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کا اسم لکھ کر دے دیا کرو۔ اس کے بعد حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ حق تو یہ ہے کہ ایک فائدہ تو نقد ہے کہ سائل کا دِل خوش ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ اگر کلام و طعام کو کسی خاص شخص کی رُوح کو ایصالِ ثواب کی نیت سے بخشا جائے تو درست ہے اور دوسروں کی ارواح کو بھی ساتھ ہی بخش دیا جائے۔ تو بھی روا ہے۔ مگر حضرت مولانا صاحبؒ اگر کسی معین شخص کی نیّت سے پڑھتے تھے تو پھر خاص طور پر اس شخص کی ارواح کو ہی بخشتے تھے۔

فرمایا کہ درود پاک اگرچہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے کہ مجرد پڑھنے سے حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک براہِ راست پہنچ جاتا ہے

مگر حضرت مولانا صاحبؒ فرماتے تھے کہ غلام کی طرف سے یہ کسی واسطہ کے ساتھ پیش ہونا چاہیئے۔



فرمایا کہ فقراء کا کام ہر کسی کو نیک بات کہنا اور دُعا دینا ہے۔ آگے جو کسی کے ساتھ ہونا ہے ہو جائے گا۔ اللہ کے کام میں کسی نبی یا ولی کو دخل نہیں ہے۔ وُہ خداوند ہے اپنا کام جمال سے بھی کرتے ہیں اور جلال سے بھی۔



ایک روز محمدؐ اصلح نے عرض کی کہ قبلہ! سلوک کی کتابوں میں لکھا ہے کہ تصوّف بھی ایک قسم کا شرک ہے کیونکہ تصوّف کی غرض یہ ہُوا کرتی ہے کہ انسان کا نفس غیر اللہ کے تصوّر سے محفوظ رہے حالانکہ حقیقتِ واقع یہ ہے کہ "لا موجود الا اللہ" کے نظریہ کے مطابق غیر کا تو سرے سے اِس دُنیا میں وجود ہی نہیں اِس شبہ کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ غیر اللہ سے تحفّظ بھی اس شخص کے لئے غنیمت ہے جو شرک جیسی باتوں سے بے خبر ہو۔ البتہ شرک تو تب ہوگا جب اُسے ان باتوں کی خبر ہو۔



فرمایا کہ حضرت بُو علی شاہ قلندرؒ حضرت شیخ شہابُ الدینؒ کے مُرید اور سچے عاشق تھے۔ اور وُہ آگے حضرت خواجہ قطبُ الدینؒ کے مُرید تھے۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں قلندر اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اُنہوں نے بال بڑھا رکھے تھے۔ ورنہ ویسے تو آپ بے حد متقی، پرہیز گار اور شریعت کے صحیح معنوں میں متبع تھے۔ یہ زُلفیں آپ نے اس وقت بڑھائی تھیں جب آپ واصلِ حقیقت بن گئے اور آپ پر سُکر کی کیفیت غالب آ گئی۔ ظاہر ہے کہ آدمی جب صاحبِ سکر ہو جاتا ہے تو پھر وُہ بے اختیار اور معذور ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ مُردوں کی رُوحیں خواہ نیک ہوں یا بد اپنے گھر ضرور آتی ہیں۔ واقعی مُردوں کی ارواح سے کلام کرنا ایک اچھی بات ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں کچھ خرچہ وغیرہ بھی کرنا پڑتا ہے اور روٹی بھی پکانی پڑتی ہے۔ کیوں کہ روٹی پکانے پر وُہ ذرا جلدی آتی ہیں اور اچھی طرح گھُل مِل جاتی ہیں۔ پھر آپ نے مُسکرا کر فرمایا کہ جاہل اور ناواقف کلام کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اور جو علماء ہیں اور جن میں یہ اہلیت ہے وُہ روٹی وغیرہ نہیں پکاتے۔ چنانچہ وہ ارواح واپس لوٹ جاتی ہیں۔

فرمایا کہ پہلی قوموں پر جو عذاب آئے تھے وُہ وحدتِ الٰہی کے اظہار کے طور پر آئے تھے۔ کیوں کہ مرتے وقت تو ہر شخص فرعون کی طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہو ہی جاتا ہے۔ عین اُس وقت محمدؐ اصلح نے عرض کیا کہ یہ تو جبراً اقرارِ وحدت کروانا ہُوا۔ فرمایا کہ جبراً اقرار کروانا کیا؟ بلکہ اُس وقت تو غیر اللہ کا تصوّر ختم ہو کر صرف وحدت کا تصوّر رہ جاتا ہے۔

فرمایا کہ عالم حلال کھانے کے لیے بہت غور کرتا ہے اور کہتے ہیں کہ بھینس کا دُودھ پینا بھی ایک وجہ سے حلال ہے اور دُودھ دو کٹورے سیر ہو کر پیتے ہیں۔ حالانکہ چوتھا حصّہ یعنی آدھا کٹورہ پینا چاہیئے، اس طرف خیال نہیں کرتے کہ شریعت کا باطن بھی شریعت کے ظاہر پر منحصر ہے۔ اور دراصل اہم ترین کام کم کھانا، کم سونا، کم بولنا اور لوگوں سے کم میل جول رکھنا ہے۔ مگر اس طرف رجوع نہیں کرتے۔

فرمایا کہ مومن کا جُوٹھا کھانا شفا ہے۔ یہاں مُراد مومن کامل نہیں ہے بلکہ ہر خاص و عام مومن کے حق میں ہے۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ ہر کسی کے جُوٹھے میں شفا اس کے ایمان کے درجہ کے مطابق ہے۔ مگر ایمان سے کوئی خالی نہیں ہے۔ جتنا جتنا ایمان ہے اتنی اتنی اس سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ زیادہ قدیم مریض کو زیادہ دن دوا کھانی پڑتی ہے اس طرح مومن کے جُوٹھے میں بھی مداومت سے شفاءِ مطلق حاصل ہو سکتی ہے۔

فرمایا کہ اگر سالک ہمیشہ اپنے پیر و مُرشد کی خدمت میں اپنے آپ کو نووارد خیال کرے اور ہر دن کو پہلا دن تصور کرے تو وُہ اپنے مقدر کو جلد پہنچ جائے گا اور اگر دوسرے دن کو دوسرا دن سمجھا تو تباہی میں پڑ جائے گا۔

ایک دن نفیٔ وجود کے سلسلہ میں ذکر چلا جبکہ ایک شخص کتاب لوائح پڑھ رہا تھا۔ آپ نے مثال دیکر وضاحت کی۔ فرمایا کہ حضرت سُلطان باہوؒ ابتدائے حال میں ایک زمیندار کے بیٹے پر عاشق ہو گئے اور اپنے محبُوب کے گھر کے سامنے سرکنڈے کی جھونپڑی بنا کر اس میں رہنے لگے۔ ایک رات آدھی رات کے وقت اپنے محبُوب کی زیارت کا شوق ہُوا۔ وُہ گھر میں سو رہا تھا۔ اور محبُوب کے گھر کا دروازہ بند تھا۔ آخر مجبور ہو کر اور کوئی صورت نظر نہ آئی تو اپنے گھر کو آگ لگا دی۔ آگ دیکھ کر سب اپنے گھروں سے باہر نکلے وُہ حسین بھی اپنے گھر سے باہر آیا تو آپ نے اچھی طرح سے جی بھر کر اپنے محبُوب کو دیکھ لیا اور اُس کے دیدار سے فیض یاب ہو گئے۔ جیسا کہ حضرت شاہ حسینؒ کی کافی میں ہے۔

جھگا ساڑ تماشہ دیکھے؛

ایک دن اس مصرع کے بیان میں کہ

؎ گر گل است اندیشۂ تو گلشنے؛

(مولانا رومؒ)

فرمایا کہ صرف اس میں اندیشہ کرنے اور جان لینے سے کام نہیں بنتا۔ جب تک کہ کسب میں مصروف ہو کر اپنے آپ کو محو نہ کرے۔ چنانچہ ایک شخص حج کا ارادہ کرتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مکہ اس طرف ہے مگر جب تک کمر باندھ کر چل نہیں پڑتا اور سفر کی صعوبتیں برداشت نہیں کرتا اور منزلیں طے نہیں کرتا، اس خیال کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ اس کا طریقہ مجاہدہ ہے یعنی کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، کم ملنا۔ اس سلسلہ میں بہت لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ دُنیاوی وسوسے اور خیالات ہمارے دل کی دُنیا کی رکاوٹ بنتے ہیں حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ دل کو خود ہی کلی طور پر دُنیاوی کاموں میں یعنی عورتوں، بچوں اور کھیتی باڑی میں لگا رکھا ہے۔ چنانچہ اس طرح کے خیالات "حال" کے لئے رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ چاہیئے کہ دل کو ان خیالات سے پاک کریں۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

ما فقیراں را تماشائے چمن در کار نیست
داغ ہائے سینۂ ما کمتر از گلزار نیست

پھر فرمایا کہ جب رات کو کنوئیں چلانے کی آواز سُنتا ہوں کہ تمام رات کنوئیں چلاتے ہیں اور بے قرار رہتے ہیں تو میرے لئے بڑے تعجب کا سبب بنتا ہے کہ یہ شب بیداری اور اتنی شدید محنت صرف چند دانوں کے لئے قبول کرتے ہیں اور وہ بھی اگر آفات سماوی سے بچ رہے تو کوئی چیز حاصل ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی خاطر کوئی شخص تمام رات نہیں جاگتا اور محنت نہیں کرتا۔ البتہ جو لوگ اس طرح شب بیدار

رہ کر راہِ سلوک پر چلتے ہیں۔ وہ حق تعالیٰ کی عنایت سے مقدر کو پہنچتے ہیں اور خالی نہیں اُٹھتے۔



ایک دن مولوی غلام علی صاحب نے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا ولی کو زمانۂ ماضی، حال اور مستقبل کا علم ہوتا ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ ولی ماضی و حال و مستقبل کا علم رکھتا ہے مگر توجہ شرط ہے۔



ایک دن محفلِ پاک میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تصانیف کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں ہر روز عالمِ بیداری میں حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی۔ وہ نمازِ فجر کے بعد اُس وقت تک خلوت سے باہر نہیں آتے تھے، جب تک انہیں یہ نعمت نہ حاصل ہو جاتی۔ پھر فرمایا کہ اب بھی ایسے اشخاص موجود ہیں۔



ایک رات میاں محمد اصلح نے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ پہلے زمانہ کے مشائخ نے سلوک میں بہت سی کتابیں لکھیں جیسے عوارف المعارف اور کشف المحجوب۔ لیکن خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا کہ حضرت خواجۂ بزرگ کو ایسا استغراق تھا کہ انہیں کسی چیز کی خبر نہیں رہتی تھی۔ جب نماز کا وقت آتا تو سلطان التارکین حمید الدین ناگوریؒ ان کے کان میں "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" کہتے تو وہ اُس وقت ادائے نماز فرماتے۔

حضرت خواجہ قطب الدین صاحبؒ کا استغراق بھی ایسا تھا کہ جمعہ کے علاوہ

باقی دنوں میں عام لوگوں سے ملنا جلنا موقوف تھا۔ نماز کے وقت باہر تشریف لاتے۔ نماز کی امامت خود کراتے اور فارغ ہوتے ہی اپنے حجرہ میں چلے جاتے اور مشغول ہو جاتے۔

جمعہ کے دن باہر تشریف لاتے۔ منبر پر جلوہ افروز ہو کر ایک آیت قرآن اور ایک حدیث شریف بیان فرماتے۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر حاضرین کے پاس بیٹھتے۔ کوئی کھانے کی چیز ہوتی تو حاضرین میں تقسیم کرتے۔ اگر کچھ نہ ہوتا تو پانی کا ایک پیالہ بھر کر ایک گھونٹ خود نوش فرماتے اور باقی تھوڑا تھوڑا حاضرین کو عطا کرتے اور پھر اپنے حجرہ میں تشریف لے جاتے۔

فرمایا کہ ایسی مشغولی میں وہ کیسے کوئی تصنیف کر سکتے تھے؟

پھر فرمایا کہ حضرت قطب صاحبؒ کا عالمِ استغراق اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ جب ان کے فرزند کا انتقال ہوا تو انہیں کچھ خبر نہ تھی۔ جب لوگوں کا شور سنا تو پوچھا کہ یہ کیسا شور ہے۔ عرض کیا گیا کہ آپ کے فرزند رحلت فرما گئے ہیں۔ فرمایا مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا گیا کہ میں اللہ کی بارگاہ میں ان کی زندگی کے لئے استدعا کرتا۔



ایک دفعہ آپ پاکپتن شریف جا رہے تھے اور میاں احمد کلیہرہ آپ کی سواری کے آگے آگے دوڑا جا رہا تھا۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جن پر آپ نے ذرا سی نظرِ رحمت فرمائی اور وہ کامل ہو گئے۔ میں بھی آپ کے دیرینہ غلاموں میں سے ہوں مگر جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہوں۔ میرے آقا مجھ پر نظرِ کرم کیوں نہیں فرماتے؟

حضرت قبلۂ عالمؒ اس کے خطرۂ دلی سے آگاہ ہو گئے۔ اتنے میں ایک کھیتی پر نظر پڑی۔ فرمایا "میاں احمد مجھے اس کھیتی کے مالکوں پر تعجب ہے کہ

اُنہوں نے کہیں تو اُسے اچھی طرح کاشت کیا ہے اور سیراب بھی کیا ہے مگر کہیں نہ اچھی طرح کاشت کی ہے اور نہ ہی مناسب سیرابی کی ہے۔ کیونکہ کسی جگہ کھیتی خوب اُگی ہوتی ہے اور کسی جگہ بالکل خراب حالت میں ہے۔

میاں احمد نے عرض کیا کہ غریب نواز اس کے مالکوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ زمین ہی ایسی ہے۔ کہیں زرخیز ہے اور کہیں بنجر۔

فرمایا کہ "اے میاں احمد اس فقیر کا بھی کوئی قصور نہیں ہے۔ ہر مُرید کی اپنی اپنی استعداد ہے" پھر آپ نے یہ شعر پڑھا :

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شور خار و خس



نافع السالکین میں ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں محرّم کی پہلی رات کو حضرت قبلۂ عالمؒ بہت مغموم ہوئے۔ ایک لقمہ تک تناول نہ فرمایا۔

حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت آج آپ کے اس قدر غم والم کا سبب کیا ہے؟

فرمایا" آج تیرھویں صدی ہجری کا آغاز ہوا ہے۔ اِس دور میں بہت حادثات ہوں گے۔ کئی نئے باطل فرقے وجود میں آئیں گے۔ اکثر لوگ خوار و ہلاک ہوں گے۔

اس دور میں صرف وہی لوگ محفوظ رہیں گے جو

۱۔ اولیاء اللہ کا دامن پکڑ لیں گے اور اُن کی صحبت اختیار کریں گے۔

۲۔ اور حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر درود شریف پڑھیں گے۔

# ارشادات

اقتباس از "خلاصۃ الفوائد"

حکیم محمد عمر خلاصۃ الفوائد میں لکھتے ہیں کہ یہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے وہ ملفوظات ہیں جو بالواسطہ آپ کے خلفاء سے اُن تک پہنچے۔



مظہرِ کرم و کرامت زبدۃ المتورعین قدوۃ العارفین مولانا حضرت خلیفہ میاں نور محمد نارووالہؒ نے فرمایا کہ ایک دن حضرت قبلۂ عالمؒ کی مجلس میں حدیث شریف کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا حضرت مولوی صاحب دہلویؒ حدیث کے فن میں کمال رکھتے تھے۔ آپ نے علم حدیث حافظ محمد اسعد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فنِ حدیث میں اس قدر کامل تھے کہ لوگ انہیں حافظ الحدیث کہتے تھے۔

وہ مکہ معظمہ کی جانب سے اورنگ آباد میں تشریف لائے اور چند روز حضرت مولانا صاحبؒ کے مکان کے قریب بسر کر کے حرمین شریفین کو چلے گئے پھر وہاں سے معہ قبائل مراجعت فرما کر حضرت مولانا صاحبؒ کے نزدیک اورنگ آباد میں استقامت پذیر ہوئے۔

جب حافظ صاحب مذکور مکہ معظمہ میں قیام فرما تھے تو بہت سے لوگ مغرب کی طرف سے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علمِ حدیث پڑھتے تھے اور بہت سے عجائب غرائب اُن سے حاصل کرتے۔

حضرت مولانا صاحبؒ باوجودیکہ حافظ صاحب موصوف کے فنِ حدیث میں شاگرد تھے مگر حافظ صاحب ان کو تمام اعمالِ عجیبہ و غریبہ بتلا کر رخصت کر دیتے اور فرماتے "میں کسی کو یہ اعمال نہیں بتلاتا آپ ہی قبول کیجئے"۔

نواب نظام الملک تقریباً پانچ روپیہ یومیہ حضرت حافظ صاحب کی خدمت

میں پیش کرتا تھا اور اسی قدر بطور وظیفہ حرمین الشریفین میں بھی بھیجتا۔ ایک مرتبہ حرمین الشریفین میں نذر پہنچانے والے نے آکر نواب صاحب سے شکایت کی کہ شریفِ مکہ مبالغ مرسولہ کو بے جا طور پر خرچ کرتا ہے اس وجہ سے نواب نظام الملک نے شریفِ مکہ کا شکوہ کیا اور وہ دوسرا شخص بھی اُن سے متفق رہا۔

اتفاقاً حافظ صاحب بھی اس وقت موجود تھے جب اُنہوں نے نواب صاحب سے یہ شکوہ سُنا تو بہت رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا کہ "جو وظیفہ تم مجھے دیتے ہو میں آئندہ کے لئے اس کو قبول نہیں کروں گا اور نہ ہی پھر تمہارے پاس آؤں گا اور تم دونوں شک و شبہ کرنے والوں کو قتل کر دوں گا۔"

حافظ صاحب کی اس بات سے نواب نظام الملک کو بہت ہی تشویش ہوئی اور اس نے بجز اس کے اور کوئی وسیلہ نہ دیکھا کہ عفوِ تقصیر کے لئے مولانا صاحبؒ کو وسیلہ بنائے۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحبؒ کے حضور اصرار کر کے حافظ صاحب کو سفارش کرائی۔

حافظ صاحب نے حضرت مولانا صاحبؒ کے ارشاد پر فرمایا "نواب نظام الملک کو تو معاف کرتا ہوں کیونکہ اس کی موت پر مخلوق کا نقصان ہے لیکن اس دوسرے شخص کو قطعی نہ چھوڑوں گا اور وظیفہ لینا بھی مجھ پر حرام ہے۔"

جس شخص کو معاف نہ فرمایا تھا وہ چند روز بعد لقمۂ اجل ہو گیا اور حافظ صاحب ضلع اتھ کاتھ کی جانب چلے گئے۔ وہاں کا صوبیدار باغیوں سے جنگ لڑ رہا تھا۔ حضرت حافظ صاحب بھی اس کی رفاقت میں شہید ہو گئے۔



منظہرِ فیوضاتِ ربانی واقفِ اسرارِ نہانی حافظ محمد جمال ملتانیؒ نے یہ تین فوائد حضرت قبلۂ عالمؒ کے ملفوظات سے جمع فرما کر قلم بند کئے ہیں اور آپ ہی سے اس بندہ تک پہنچے ہیں۔ جو بعینہ یہاں پر لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ شبِ چہار شنبہ یکم ماہ ربیع الآخر میں چند خواجگانِ سلسلۂ چشتیہ رضی اللہ

تعالیٰ علیہم کا ذکر ہو رہا تھا کہ حضرت شیخ جہان آبادیؒ جوانی کے ایام میں تحصیل علم میں مشغول تھے اور علم میں کمال حاصل کیا ہوا تھا۔ اتفاقاً ان کی نگاہ ایک کھتری کے لڑکے پر پڑی۔ تو آپ فریفتہ ہو گئے۔ لیکن وہاں پہ ان کی رسائی مشکل تھی کیونکہ یہ مسکین اور فقیر تھے۔

شہر میں ایک مجذوب بزرگ رہتا تھا۔ لوگ ان کے پاس حصولِ مراد کے لئے جاتے تھے۔ اُن کا دستور تھا کہ جو شخص ان کے لئے شیرینی لے جاتا اور وہ توجہ فرماتے تو مشکل حل ہو جاتی۔ اور جو ایسا نہ کرتا اس پہ توجہ نہ فرماتے۔ چنانچہ حضرت شیخ مجبور ہو کر اس مجذوب کے ہاں چلے گئے اور شیرینی از قسم ریوڑیاں وغیرہ بھی لے گئے۔

اس نے حضرت شیخ کو اپنے پاس بلایا اور شیرینی بھی لے لی۔ دوسرے روز شیخ اس لڑکے کے پاس گئے تو اس نے بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور بہت ہی ملاطفت کی۔ بمجرد تلطف کے حضرت شیخ کا دِل اس سے منحرف ہو گیا اور اس مجذوب بزرگ کی محبت آپ کے دِل میں جاگزیں ہو گئی۔ وہاں آنے جانے لگے۔ ایک دن اس بزرگ نے شیخ کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور اپنا سر شیخ کے زانو پر رکھ کر سو گئے۔ جب اُٹھے تو شیخ پر کیفیتِ جذب طاری تھی۔ چونکہ آپ کو علمِ شرع میں کمال تھا۔ مزاج میں یہ تغیّر پا کر اندیشہ فرمانے لگے اور اس بزرگ کے ہاں چلے گئے۔ اس نے آپ کو بلا کر کہا اگر اس قسم کی آگ چاہتے ہو تو میرے پاس بہت ہے اور اگر پانی چاہیئے تو شیخ یحییٰ مدنیؒ کے ہاں چلے جاؤ۔

بزرگ مجذوب کی اسرار و رموز سے بھرپور اس گفتگو پر آپ نے خوب غور و فکر کیا۔ اور جلد ہی آپ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کسی کو خبر نہ کی حتیٰ کہ اپنی والدہ ماجدہ کو بھی مطلع نہ فرمایا۔ جب آپ مدینہ منورہ میں پہنچے تو اپنے قافلہ کے ساتھ کھجوروں کے جھنڈ کے نیچے بیٹھ گئے۔ ان کے پہنچتے ہی حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک غلام سے فرمایا کہ شہر کے باہر جا کر قافلہ سے کلیم اللہ

نام شخص کو بلا لاؤ۔

حضرت یحییٰ مدنیؒ کے غلام نے آکر کلیم اللہ کے نام کی ندا لگانی شروع کی۔ لیکن آپ یہ سمجھ کر خاموش رہے کہ شاید کوئی دوسرا ہوگا۔ خادم نے واپس جاکر حضرت یحییٰ مدنیؒ سے عرض کیا کہ اس نام کا کوئی شخص نہیں۔ حضرت مدنیؒ نے اپنے خادم سے فرمایا دوبارہ جاؤ اور کلیم اللہ جہان آبادی کے نام سے پکارو۔ جب اس نے اس یقین کے ساتھ ندا دی۔ تو حضرت شیخ نے جواب دیا اور حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ کے حضور میں مشرف بزیارت ہوئے اور اُن کی خدمت میں رہنے لگے۔

ایک شخص حضرت یحییٰ مدنیؒ کی خدمت میں ایک دن شرح وقایہ پڑھ رہا تھا اور آپ نہائیت ہی سادہ انداز میں تعلیم دے رہے تھے۔ وفورِ علم کی بنا پر شیخ کلیم اللہؒ کے دل میں خیال آیا کہ حضرت تحصیل سادہ رکھتے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی حضرت شیخ مدنیؒ نے وہ کتاب شیخ کلیم اللہ کے ہاتھ میں دے دی۔ آپ نے اس پر غور کیا تو تمام علم ذہن سے محو ہو چکا تھا حتیٰ کہ کتاب کی عبارت بھی نہ پڑھ سکتے تھے اس خطا کا فی الفور دل میں اقرار کیا اور فرمایا الٰہی میری توبہ۔ عفوِ تقصیر ہوا تو پھر ذہن میں علم کی جولانیاں رونما ہونے لگیں اور حضرت شیخ مدنیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے دولتِ بعیت سے سرفراز فرمایا جائے۔

چنانچہ اُنھوں نے قبول فرمالیا اور تھوڑے سے عرصے کے بعد رخصت بھی کر دیا اور کچھ خرچہ بھی عنائیت فرمایا۔ شیخؒ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جب مجھے نعمتِ باطنی سے نوازا گیا ہے تو کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت ہے۔ فوراً شیخ مدنیؒ نے جواباً فرمایا "تمھیں مبارک ہو کہ میں نے تمھیں ظاہری و باطنی نعمت دی ہے"۔ شیخ مدینہ سے روانہ ہو کر جب مکہ پہنچے تو جو شخص بھی آپ کو دیکھتا۔ کہتا کہ یہ قطب آرہا ہے۔

حرمین الشریفین سے واپس وطن روانہ ہوئے اور جہان آباد (دہلی شریف) پہنچ گئے اور آتے ہی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ یہاں آپ کی وجہ معیشت یہ تھی

کہ آپ کو اپنی ایک حویلی کا کرایہ مبلغ دو روپیہ آٹھ آنہ ملتا تھا۔ مبلغ دو روپے اپنی ضروریات میں خرچ فرماتے اور موازی آٹھ آنہ پر ایک مکان کرایہ کا لے کر اس میں بسر اوقات کرتے۔ کئی بار بادشاہ فرخ سیر نے التجا کی کہ بیت المال سے کوئی چیز قبول فرمایئے۔ لیکن آپ نے انکار فرما دیا۔ اس نے ایک حویلی بغرضِ رہائش پیش کرنا چاہی تو وہ بھی قبول نہ فرمائی۔ بادشاہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو قدم بوسی کے لئے حاضر ہوتا رہوں۔ فرمایا "تو ظل اللہ ہے اور میں تیرے زیرِ سایہ دعا گوئی میں مشغول ہوں۔ آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں"۔ حضرت شیخؒ جامع مسجد میں ہر جمعہ کو ادائے نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور بادشاہ بھی وہاں آتا تھا۔ لیکن اس نے کبھی بغیر اجازت ملاقات نہ کی تاکہ آداب کی حد سے تجاوز نہ ہو۔

ایک دن حضرت شیخؒ تدریس میں مشغول تھے اور آپ کی خدمت میں حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ اصول کی کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ اس وقت ایک شخص حاضر ہوا جو حضرت شیخ مدنیؒ کے دوستوں میں سے تھا۔ جب اس کی نظر شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ کے چہرۂ مبارک پر پڑی تو گر پڑا اور بیہوش ہو گیا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو دونوں ایک دوسرے سے ہمکنار ہوئے۔ شیخ نظام الدینؒ اس حالت کے معائنہ سے متحیّر ہوئے اور پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "یہ بھی ایک سبق ہے اور اس کا درس دوسرا ہے"۔ جب انہوں نے یہ بات سنی تو اس درس کا شوق ان کے دل میں اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت شاہ کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرنے لگے کہ مجھے بھی اس درس کا سبق دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے جب انہیں بیعت سے سرفراز فرما کر سبقِ خاص دیا تو وہ صاحبِ کمال ہو گئے حضرت شاہ صاحبؒ نے انہیں اجازت دے کر اورنگ آباد روانہ کر دیا۔ جب وہاں پہنچے تو ان سے کمال درجہ کا جذب ظاہر ہونے لگا تھا۔ وابستگانِ شیخ میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو ذکر اور فکر سے غافل ہو۔

۲۔ بندہ پہلی ماہِ صفر کو حضرتؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت معشوق اللہ شیخ یحییٰ مدنیؒ عنہ کا ایک بھانجا تھا جن کا نام فرح تھا۔ وُہ نصف رات کو پانی کے حوض میں کھڑے ہو جاتے اور چوبیس ۲۴ ہزار بار "یا اللہ" پڑھتے تھے جس کی وجہ سے اُن میں اس قدر جذب پیدا ہُوا کہ بیان میں نہیں آسکتا۔

۳۔ سترہ محرم الحرام کی رات کو میں حضرتؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا آپ نے فرمایا حضرت سُلطان المشائخؒ کا ایک مرید کئی سال تک اپنے شیخ کے فیض صحبت سے بہرہ اندوز ہوتا رہا۔ جب اس کا سلوک تمام ہُوا تو مرخّص ہو کر اپنے وطن جانے لگا۔ رُخصت کرتے وقت حضرتؒ نے اس سے فرمایا "کہ علمِ کیمیا سے بھی ایک عمل سیکھتے جاؤ" اُس نے عرض کیا جب آپ نے اس عاجز کو اللہ کا نام عنایت کیا ہے تو پھر مجھے کسی اور چیز کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت سُلطان المشائخؒ نے خاموشی اختیار فرماتے ہُوئے اُسے رُخصت فرما دیا۔ اتفاق ایسا ہُوا کہ وُہ صادق الاعتقاد جب وطن میں پہنچا تو جاتے ہی اس کی شادی ہو گئی۔ ضروریاتِ زندگی اس قدر بڑھیں کہ اس کی طبیعت میں پریشانی و پراگندگی پیدا ہو گئی۔ اُس وقت اُسے شیخؒ کا فرمان یاد آیا اور خیال کیا کہ واقعی حضرت شیخؒ کے فرمان میں حکمت تھی۔

ایک شخص کو حضرت سُلطان المشائخؒ کی خدمتِ عالیہ میں بھیج کر اپنی کوتاہی کی معذرت چاہی اور تائب ہُوا۔ حضرت سُلطان المشائخؒ نے کیمیا کا نُسخہ لکھ کر اُس شخص کے ہاتھ بھجوایا۔ وُہ شخص بہت خوش ہُوا کہ مجھے بھی کسی کے طفیل نُسخہ ہاتھ لگ گیا۔ چنانچہ مریدِ صادق کے ہاں آکر نُسخۂ کیمیا پہنچا دیا۔ عمل میں لایا گیا تو درست ثابت ہُوا۔ لیکن نُسخہ لانے والے شخص سے وُہ عمل باوجود کوشش کے بھی نہ ہو سکا۔ کیونکہ اُسے اجازت نہ دی گئی تھی۔ جب اس حکایت سے حضرت قبلۂ عالمؒ فارغ ہُوئے تو زبانِ دُرفشاں سے یہ شعر پڑھا ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید ـ کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسمِ منزلہا



قبلۂ عالمؒ نے ایک دن فرمایا کہ مولانا صاحبؒ ہر وقت اپنے کو درس و تدریس میں مصروف رکھتے تھے اور لوگوں کی بھی بہت آمد و رفت تھی۔ تھوڑا سا وقت بھی فارغ ہوتے تو کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے۔ کیونکہ مولانا صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر میں اپنے آپ کو مطالعہ میں مشغول نہ رکھوں تو اللہ جانتا ہے کہ کس حال کو پہنچ جاؤں، اس لئے ناچار ہو کر اس طرف راغب ہو جاتا ہوں، تاکہ مخلوق کا فائدہ منقطع نہ ہو۔

قبلۂ عالمؒ نے ایک روز فرمایا کہ میں بھی اپنے کو امورِ دنیا میں ضرور مشغول رکھتا ہوں اور گفتگو میں ہر کسی کے ساتھ توجہ کرتا ہوں اور اگر ایسا نہ کروں تو خدا جانتا ہے کہ کیا حال ہو۔ مخلوق کو فیض پہنچانا اہم کام ہے۔ چاہتا ہوں کہ یہ منقطع نہ ہو۔ ایک دن اس بندہ نے حضرت خلیفہ نور محمد نارووالہؒ سے عرض کیا کہ حضرت قبلہ اکثر اوقات ہر آنے والے کے ساتھ توجہ سے باتیں فرماتے ہیں کسی قسم کا انحراف نہیں فرماتے اور عوام کے معقول و غیر معقول معروضات سے مکدر خاطر نہیں ہوتے تو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت کا یہ طریقہ محض ہم خوش قسمت لوگوں کی خاطر ہے اگر بہ مشیتِ الٰہی وہ اپنے کو اس طرف مائل نہ فرماویں، تو اللہ جانتا ہے کہ کیا حال ہو اور ہم حضرت کو کہاں دیکھ سکیں۔



حضرت قبلۂ عالمؒ نے ایک دن فرمایا کہ جب شیخ یحییٰ مدنیؒ مکہ معظمہ میں اقامت پذیر ہوئے تو بعض لوگوں نے ان سے تعصب برتنا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ مکہ شریف میں پانی کی طغیانی آگئی اور تمام مکہ شریف پانی میں گھر گیا۔ شیخ مدنیؒ نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے حجرہ کے چاروں طرف ایک خط کھینچ دیا تو مطلقاً پانی اس میں داخل نہ ہوا۔ مخالفین نے جب یہ کرامت دیکھی تو شیخؒ کی

○

ایک دن کسی نے میاں محکم الدین سیرانی رحمتہ اللہ کے وصال کی بات کی اور کہا کہ وہ بہت کامل اور صاحبِ تجرید و تفرید اور سیاح تھے تو قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ میاں محکم الدینؒ صاحبِ شوق اور بزرگ تھے لیکن اُن کے مزاج میں بوجہ مجرد رہنے کے تحمل نہیں تھا۔ پہلے زمانے میں مَیں اور میاں محکم الدینؒ شہر لاہور میں ایک ہی جگہ پڑھتے تھے اور لاہور کے کوچوں میں گداگری کرتے تھے۔ میاں محکم الدینؒ عمر میں مجھ سے بڑے تھے۔ چند دن کے بعد میں پاکپتن کی طرف چلا آیا تو میاں محکم الدینؒ صاحب کسی دوسری طرف چلے گئے۔

سات آٹھ برس کے بعد وہ شہر فرید کے قریب کی بستی میں واپس آئے تو وہ اس وقت فارسی بولتے تھے۔ جہان میں مشہور ہو گیا کہ ایک بزرگ باہر سے آیا ہے درویش مرد ہے۔ چنانچہ مَیں بھی ان کے دیکھنے کی آرزو میں چلا گیا اور پہچان لیا۔ لیکن اُنہوں نے نہ تو مجھے پہچانا اور نہ ہی کوئی التفات کیا۔ مَیں واپس چلا آیا۔

اس کے بعد ایک مرتبہ میں دہلی شریف جا رہا تھا تو مسجد کے دروازہ پر مولود خوانی ہو رہی تھی میں وہاں پر رُک گیا۔ اسی اثنا میں میاں محکم الدینؒ بھی اسی جگہ آ گئے، مَیں نے اُنہیں شناخت کر لیا اور ان کا ہاتھ پکڑا تو اُنہوں نے کہا کہ تم کون ہو مَیں نے اپنا نام بتلایا۔ خوش ہو کر بغل گیر ہوئے پوچھا گیا کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں فرمایا کہ پورب سے بس تین چار روز میرے ہاں مقیم رہے۔ پھر کسی طرف چلے گئے۔ آپ نے فرمایا میاں محکم الدین خوب شخص تھا۔ ان کی تمام عمر ذوق میں گزری۔ لیکن ان کے پیچھے ان کے دوستوں میں سے کوئی ایسا صاحبِ رُشد نہیں رہا۔

○

اُس ماہتابِ ہدایت نے ایک روز فرمایا کہ ہم سواران کی جماعت کے ساتھ

پاکپتن سے اپنے مکان کی جانب آرہے تھے کہ راستے میں میاں محکم الدین کو دیکھا کہ وہ تنہا پاپیادہ سفر کر رہے ہیں۔ گرمی کا موسم تھا میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم آہستہ چلے آؤ۔ میں اپنا گھوڑا دوڑا کر ان کے قریب جب پہنچا تو گھوڑے سے اتر پڑا اور ان سے کہا کہ آپ اس گھوڑے پر سوار ہو جائیں انہوں نے فرمایا کہ آپ پھر کس گھوڑے پر سوار ہوں گے۔ ہم نے کہا کہ ہمارے ساتھ اور بہت سے گھوڑے ہیں کسی پر سوار ہو جاؤں گا پس وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور کہا کہ میں شہر فرید کے قریب کی بستی میں جاؤں گا یہ گھوڑا کس طرح واپس کیا جائے گا۔ ہم نے کہا آپ خاطر جمع رکھیں اپنا آدمی بھجوا کر منگا لیا جائے گا۔ وہ روانہ ہو گئے اور ہم دوسرے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

مکرر آنکہ بندہ نے بہت سے معتبران سے سنا ہے کہ میاں محکم الدین صاحبؒ کہتے تھے کہ جس دن سے مجھے قبلۂ عالمؒ نے گھوڑے پر سوار کیا ہے۔ اسی دن سے آج تک میرے پاس سواری کے لئے گھوڑا موجود رہا۔



حضور قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ سردیوں میں وضو کے لئے صبح کے وقت پانی گرم کراتے تھے پہلے دوسروں کو دیتے تاکہ وضو کر لیں اور جس کسی کو غسل کی ضرورت ہو تو وہ بھی غسل کر لے۔ پھر آپ دوسری بار پانی گرم کراتے اگر اس دفعہ بھی کسی کو ضرورت ہوتی تو آپ ایثار کرتے۔ اس کے بعد خود وضو فرماتے اور جماعت کے لئے نماز آخر وقت میں پڑھتے اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ کسی کو پانی ملا ہو یا نہ۔



ایک روز حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ سفر میں میری ایک ہندو سے ملاقات ہوئی اس کے پاس ایک الیساعمل تھا کہ جو چیز بھی چاہتا اس کے ہاں موجود ہو جاتی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے یہ عمل نہایت

ہی مشقّت اور کوشش سے حاصل کیا ہے۔ اگر آپ میرے گھر تشریف لے چلیں تو میں اس عمل کے موکلان کو آپ سے شناسا کر دوں۔ جس پر حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ تمام امور قرآنِ مجید میں موجود ہیں مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔

○

شیخ محیّ الدّین ابنِ عربی قدّس سرّہٗ کے بارے میں ایک روز فرمایا کہ وہ تقریباً چھ ماہ تک حالتِ سُکر میں رہے لیکن اثنائے سکر میں اُن سے فرائض و سُنن اور وضو وغیرہ میں کوئی خلل واقع نہ ہوا حالانکہ وہ عالمِ سکر میں اپنے اعمال کا شعور بھی نہیں رکھتے تھے۔ جب شیخ قدّس سرّہٗ چھ ماہ کے بعد کیفیتِ سُکر سے عالمِ صحو میں آئے، تو اپنے خادموں سے دریافت فرمایا کہ چھ ماہ کے اس عرصہ میں میری حالت کیسی رہی ہے۔

اُنہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کیفیّت کا کوئی امتیاز نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہمیں کوئی علم ہے کیونکہ آپ کے اعمالِ صوم و صلوٰۃ اُسی طرح رہے ہیں جیسا کہ آپ کی عادتِ مُبارک تھی۔ اُسی وقت شیخ قدس سرّہٗ نے چھ ماہ مذکور کی نماز کا اعادہ فرمایا۔ اُن سے پُوچھا گیا کہ آپ کے ادا شُدہ نماز کا کیوں اعادہ فرمایا ہے تو اُنہوں نے فرمایا کہ اُس وقت میرا قصد ادائے نماز کا نہ تھا۔ قبلۂ عالمؒ نے فرمایا سُبحان اللہ اس شیخ کو کس قدر پاسِ شریعت ہے۔ اور فرمایا یہ رُباعی شیخؒ کی ہے:

لا آدم فی الکون ولا ابلیس

(ترجمہ) دُنیا میں نہ آدم ہے اور نہ ابلیس

لا ملک سلیمان ولا بلقیس

نہ سلیمان کی حکومت ہے اور نہ بلقیس کی!

فالکل عبارۃ وانت المعنی

(ترجمہ) یہ سب کچھ عبارت ہے اور تُو معنی

یا من ھو للقلوب مقناطیس

اے وہ ذات جو دلوں کیلئے مقناطیس ہے



قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ شیخ المشائخ اورنگ آبادیؒ ایسا استغراق رکھتے تھے کہ بے شغل دوستوں کو بھی نہیں پہچانتے تھے اور وہ شخص جو مشغول رہتا تھا اس پر توجہ فرماتے۔ چنانچہ محمد شفیع ساکن ٹھٹھہ جو کہ حضرت کے دوستوں میں سے تھا جب بھی آپ کے ہاں آتا اُس پر توجہ فرماتے اور پرسش حالات کرتے۔ ایک دفعہ جب وہ شیخ المشائخؒ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس پر نظرِ التفات نہ فرمائی۔ وہ بے انتہا حیران ہو کر دِل میں فکر کرنے لگا کہ شاید مجھ سے کوئی قصور سرزد ہوا ہے۔ اس نے شیخؒ کے ایک عزیز سے اس کا تذکرہ کیا، تو اس نے کہا کہ شاید تم سے کوئی غلطی ہوئی ہوگی۔

محمد شفیع نے کہا میں نے ہر چند غور کیا ہے کوئی لغزش نظر نہیں آتی۔ تو شیخؒ کے اس عزیز نے کہا کہ جو اوراد و اشغال حضرت نے تمہیں فرمائے تھے وہ عمل میں لا رہے ہو یا نہیں؟ محمد شفیع نے بیان کیا کہ چند عوارض کے باعث ان کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ حضرتؒ کے اس عزیز دوست نے کہا جاؤ انہیں پھر سے شروع کر دو۔ چنانچہ اُس نے اُن اوراد و اشغال کی مواظبت کی اور جب وہ دوبارہ حاضرِ خدمت ہوا تو حضرت شیخؒ نے اس کی طرف خاص توجہ فرمائی اور پوچھا کہ اتنا عرصہ کہاں رہے ہو۔ غرضیکہ بے ذکر اور بے شغل انسان کو کوئی نہیں پہچانتا۔



قبلۂ حاجتمنداں حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ حضرت رسالت مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں کچھ عرصہ اُجرت و مزدوری کے ساتھ بکریوں کی چرواہی کا کام بھی کیا ہے۔ اِس موقعہ پر مولوی درویش محمد نے بیان کیا کہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ کوئی ایسا پیغمبر نہیں گزرا جس نے شبانی نہ کی ہو۔ یعنی (بکریوں کی چرواہی)۔ علامہ اقبالؒ نے خوب فرمایا ہے:

شبانی سے کلیمی دو قدم ہے!

# ارشادات

اقتباس از "نقدِ ملفوظات"

○

فرمایا کہ حضرت شیخ فرید گنج شکر رضی اللہ عنہ، کے لنگر میں (خشک) میوہ اور کھاری اور کڑوے درختوں کے پھول (پیلو اور کریل) درویشوں کو دیئے جاتے تھے۔

○

فرمایا کہ درویشوں کا اخلاق یہ ہے کہ جب کسی کو درد اور اذیت پہنچتی ہے تو انہیں بھی اس کی جیسی ہی تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک درویش سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ، کی خدمت میں بیٹھا تھا، ان کے خادم سے ایک ایسی حرکت صادر ہوئی جو سلطان صاحب رح کو ناپسند ہوئی اور اس شخص کے جسم پر کوڑے لگائے گئے۔ اُس وقت اس درویش کے بدن مبارک پر بھی اس چوٹ کا اثر ظاہر ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایسا وحدت الوجود کے غلبہ سے ہوتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک وجود ایک ہی ہے اور یہ کثرت (جو نظر آتی ہے) وہمی ہے۔ یہ اُسی وجود کی صفات اور مختلف تجلّیات کی (کثرت) ہے۔

○

فرمایا کہ سالک کو چاہیئے کہ رات اور دن ہمیشہ تقویٰ، زُہد اور پرہیزگاری میں کوشش کرے تاکہ اُسے بیخودی کا مرتبہ حق تعالیٰ نصیب کرے جو سب سے بڑا مطلب ہے۔ جیساکہ بابا فرید گنج شکر قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ "از خود رستن و بحق پیوستن" (خود سے چھوٹو تو حق سے ملو)

اور نیز ہمارے قبلہ (حضرت مہارویؒ) نے فرمایا ہے کہ سالک کو چاہیئے کہ تین چیزوں سے خود کو بچائے : ایک تو قضا کا حکم کرنا، دوسرے کسی کی ضمانت دینا، تیسرے کسی کی امانت اپنے پاس رکھنا۔ اس لئے کہ یہ ہمارے پیروں کی وصیت اپنے مریدوں کے لئے جاری ہوتی آئی ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت فریدالدّین گنج شکر نے شیخ نظام الدّین دہلوی (رضی اللہ عنہما) کو وصیت فرمائی تھی کہ جب تمہارے پاس مہمان اور مسافر آئیں، اور تمہیں فاقہ ہو تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا کہ یہ بہت بڑی نعمت ہے اور فرمایا کہ یہ بات شیخ کسی مریدِ کامل سے فرماتا ہے۔

---

وہ (اللہ) ہی ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔

(الفتح ۴۸ : ۲۸)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ آپ کے ساتھ ایسے زور سے کلام کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

بیشک جو اللہ کے رسول کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے مختص کر لیا ہے۔ بخشش اور اجرِ عظیم بھی انہی لوگوں کا حصہ ہیں۔

(الحجرات ۴۹ : ۱ تا ۳)


ساتواں
باب

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں یوں خرچ کرتے ہیں کہ پھر نہ اس
کا احسان جتلاتے ہیں اور نہ دُکھ دیتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے لئے ان
کے ربّ کے ہاں ان کا ثواب ہے۔ نہ کوئی خوف ہے اُن پر اور نہ وُہ
غمگین ہوں گے۔

(البقرۃ ۲ : ۲۶۲)

# کرامات

انبیاء کرام کو معجزات عطا ہوتے ہیں اور اولیاء اُمت کو کرامات۔ مناقب المحبوبین میں ہے کہ "کوئی نبی یا رسول ایسا نہیں ہے کہ اُس جیسا کوئی نہ کوئی ولی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں نہ ہو۔ اور انبیاء کرام سے کوئی معجزہ ایسا ظاہر نہیں ہوا کہ اس جیسی کرامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیاء کرام سے ظاہر نہ ہوئی ہو۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شان ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس بلند ترین مقام تک پہنچا دیا ہے کہ قیامت تک آپ کی اُمت میں ایسے اولیاء کرام پیدا ہوتے رہیں گے۔ اور قیامت کی آخری نشانی یہ ہے کہ زمین پر ایک ولی بھی زندہ موجود نہ ہوگا۔ جب تک زمین پر ایک ولی بھی زندہ موجود ہوگا، قیامت برپا نہ ہوگی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ فِی الْاَرْضِ
مَادَامَ فِیْهِ مَنْ یَّقُوْلُ اللّٰهُ اللّٰهُ"

(یعنی قیامت قائم نہیں ہوگی۔ جب تک زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا موجود ہوگا۔)

انبیاء کرام کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے معجزات کا اظہار کریں۔ مگر اولیاء اللہ کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اپنی کرامات کو ظاہر نہ ہونے دیں۔

عوارف المعارف میں مرقوم ہے کہ

"استقامت کے طلب گار رہو نہ کہ کرامت کے۔ کیونکہ تمہارا نفس تو کرامت حاصل کرنے میں مشغول ہے مگر تمہارا پروردگار

تم سے استقامت کا طالب ہے۔"

"اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ" (استقامت کرامت سے بہتر ہے۔)

کے بھی یہی معنی ہیں۔

کرامت کیا ہے اُسے یُوں واضح کیا جا سکتا ہے کہ ایسا محیّرالعقول واقعہ جو کسی وَلی اللہ سے ظہور پذیر ہو اور اُس میں اُس کی اپنی قوّتِ ارادی کا دخل نہ ہو۔ بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے کرم سے پیش آجائے تو اسے کرامت کہا جائے گا۔ جب ایسا واقعہ کسی وَلی اللہ کی قوّتِ ارادی سے ظہور پذیر ہو تو اُسے تصرّف کہا جاتا ہے۔

مخزنِ چشت میں مرقوم ہے کہ شیخ الاتقیاء حضرت شیخ حسن محمدؒ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کے لئے یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنی کرامات کو لوگوں سے حتّی الامکان پوشیدہ رکھیں۔ اس کے برعکس انبیاء کرام کو حکم ہے کہ وہ اپنے معجزات لوگوں پر ظاہر کریں۔ پس جو شخص کرامت کا اعلانیہ اظہار کرتا ہے، وہ گویا فرضِ خداوندی کا تارک ہے۔"

مناقب المحبوبین میں کشف وکرامت کے بارے میں حضرت خواجہ نظام الدین اَولیاء محبوبِ الٰہیؒ کے ارشاداتِ گرامی درج کئے گئے ہیں۔ حضرت محبوبِ الٰہیؒ فرماتے ہیں:

"ہمارے خاندانِ چشتیہ میں سلوک کے پندرہ مرتبے ہیں۔ اِن میں سے پانچویں مرتبہ پر کشف وکرامت ہے۔ اگر پانچویں مرتبے پر پہنچ کر کوئی کشف وکرامت کا اظہار کر دے تو دیگر دس مرتبوں پر نہیں پہنچتا۔"

"مردِ کامل وہ ہے کہ جب پندرھویں مرتبہ پر بھی پہنچے تو بھی کشف وکرامت کا اظہار نہ کرے۔ فقیری اور کمالیّت کا مقصود کچھ اور ہے اور کشف وکشود کا کچھ اور۔ اس کا ظاہر کرنا اور

اپنے آپ کو رسوا کرنا کہاں کی بزرگی ہے؟

"بلکہ اگر درویش کو کشف نہ ہو تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس درویش کی حدِ نظر خُدا ہے اور دوسرا درویش جو اظہار کرتا ہے، وہ اپنے کشف کے حجاب میں ہے کہ اس کی حدِ نظر اُس کا کشف ہے۔"

مناقب فخریہ تالیف نواب غازی الدین خان کا اردو ترجمہ جناب میر نذر علی درد کاکوروی نے کیا ہے۔ تیسرا باب کرامات اور خرقِ عادت کے بارے میں ہے اس باب کے آغاز میں مرقوم ہے کہ

"کرامت کا اظہار آپ (حضرت مولانا فخر الدین دہلوی) کے طریقے کے خلاف تھا۔ ہمیشہ اپنے حال کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش میں رہتے۔ مگر برتن میں جو کچھ ہوتا ہے، وہی اس سے ٹپکتا ہے۔ اس لحاظ سے کبھی کبھی کرامت بغیر خواہش ظاہر ہو جاتی تھی۔"

"جب مولانا نور محمد (مہاروی) سایہ عاطفت میں آگئے تو اُن سے ارشاد ہوا کہ تم سے مخلوق کے بہت سے کام نکلیں گے۔ اُن کو تعجب ہوا کہ میں پنجابی درویش ہوں۔ سلسلۂ مستحکم کا توسل حضرت مولانا صاحب رح تک ضرور ہے لیکن خُدا کی مخلوق کے مجھ سے کیا کام نکل سکتے ہیں؟ آخر ایسا ہی ہوا، جیسا حضرت مولانا صاحب رح نے فرمایا تھا کہ آج تک ان سے اور ان کے مریدوں سے بغیر خواہش کے خرقِ عادت (کرامت) جاری ہے۔"

حضرت مولانا صاحب رح کے ارشادِ گرامی کے مطابق قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رح اور آپ کے سجادہ نشینان و خلفائے کرام سے بے شمار کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔ حضرت قبلۂ عالم رح کی چند کرامات کا ذکر اگلے صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ساری کرامات جو مختلف ملفوظات میں درج ہیں یا حضرات مہاروی و دیگر اکابرینِ سلسلہ کے سینوں میں محفوظ ہیں یا نواب

صاحب کی ڈائری میں درج ہیں۔ ان سب کو اس کتاب میں درج کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کے لئے ایک الگ کتاب درکار ہے۔ بہرحال تبرکاً چند کرامات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ملفوظات میں مرقوم ہے کہ آپ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ کرامت کا اظہار ہو۔ بلکہ سختی سے منع فرمادیتے تھے کہ کسی سے ذکر نہ کیا جائے۔ مگر یایں ہمہ بہت سی کرامات کی تفصیل مؤلفینِ ملفوظات کو پہنچیں اور اُن کی مہربانی سے ہم لوگوں تک پہنچیں۔ زہے کرم۔

سُورج اور چاند سے روشنی از خُود نکلتی ہے۔ گلاب کے پھُول سے خوشبو خود بخود باہر آتی ہے اور چاروں طرف پھیل کر ماحول کو معطّر و تازہ بہ تازہ کر دیتی ہے اور قلب و جاں کو فرحت عطا کرتی ہے۔

حضرت قبلۂ عالمؒ مقرّبِ بارگاہِ الٰہی تھے۔ قُطبِ زماں تھے۔ محبُوبِ محبّ النّبی تھے۔ آپ کی نگاہ میں، زبان میں اور صحبت میں بے حد تاثیر تھی۔ آپ محبّتِ الٰہی، عشقِ رسُول صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اور حبِّ شیخ کے مقامات طے کرتے ہُوئے ایک ایسے مقامِ ارفع و اعلیٰ تک پہنچ چُکے تھے، جہاں صرف اللّٰہ تعالیٰ کے خاص الخاص دوست پہنچتے ہیں۔ اور اس مقامِ قرب و رفعت پر پہنچنے والے کا مقام یہ ہوتا ہے کہ :

؎ خُدا بندے سے خُود پُوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اِس بندۂ حقیر مؤلف کی نظر میں حضرت قبلۂ عالمؓ کی جملہ کرامات میں سب سے بڑی کرامت اتباعِ قرآن و سُنّت ہے۔ ملفوظات میں ہے کہ ایک بزرگ نے کسی دوسرے بزرگ کی ولائت کی تعریف بے حد سُننے کے بعد اُن سے مُلاقات کے لئے طویل سفر کیا۔ ان کی زیارت کی اور خدمت میں رہنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد واپسی کی اجازت طلب کی۔ اُنہوں نے فرمایا، اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ آپ کی بہت زیادہ تعریف سُنی تھی کہ آپ بہت باکمال

صوفی اور خدا رسیدہ ولی ہیں۔ مگر اتنے دنوں میں میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ اس لئے واپس جا رہا ہوں۔ اُنہوں نے فرمایا کیا اتنے دنوں میں میرا کوئی قول یا فعل قرآن وسُنّت کے خلاف دیکھا؟ جواب دیا کہ بالکل نہیں۔ فرمایا میری یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

حضرت قبلۂ عالم رح کی تمام کرامات اپنی جگہ اور یہ سب سے بڑی کرامت اپنی جگہ کہ آپ کا کوئی قول وفعل قرآن وسُنّت کے خلاف نہیں تھا۔ آپ کی دوسری بڑی کرامت آپ کی صحبت تھی۔ آپ کی صحبت میں اس قدر کشش وتاثیر تھی کہ جو دیدار سے مشرف ہوجاتا متأثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ اور تیسری کرامت آپ کے دستِ مبارک میں تھی۔ آپ کے دستِ مبارک میں خاص تاثیر تھی۔ آپ کے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رح فرماتے ہیں:

"عجیب تاثیر بودے۔ ہر کہ دستِ ایشاں گرفتے اورا تاثیر شدے" (نافع السالکین)

(حضرت قبلۂ عالم رح کے دستِ مبارک میں عجیب تاثیر تھی کہ جو اُن کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتا اس کی زندگی بدل جاتی۔)

ایک بزرگ کا قول ہے کہ کرامت یہ نہیں کہ مُردہ کو زندہ کیا جائے۔ بلکہ کرامت یہ ہے کہ دوزخی کو جنتی بنایا جائے۔ اور حضرتِ قبلۂ عالم رح کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے۔

---

# ضربِ کلیم

ہزار چشمہ ترے سنگِ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر
(اقبالؒ)

(حصّہ اوّل)

①

گلشنِ ابرار میں ہے کہ ایک دفعہ آپ مہار شریف سے براستہ اجمیر شریف دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ جب اجمیر شریف پہنچے تو خواجۂ خواجگاں، غریب نواز، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا سالانہ عُرس مبارک ہو رہا تھا۔ آپ نے بھی اپنے رفقاء کے ساتھ عُرس میں شرکت کی۔

اجمیر شریف میں ایک ہندو جوگی تھا جو اپنے فن میں کامل وقت تھے۔ اس کے تین سو چودہ چیلے تھے۔ وُہ ہندو حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نذر پیش کی۔ یہ بھی بتایا کہ وُہ دہلی میں حضرت مولانا صاحبؒ سے ملنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

پہلی رات محفلِ سماع میں وُہ ہندو بھی آیا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ ایسا تصرف کیا کہ مزامیر بھی بند ہو گئے اور قوّالوں کی آواز بھی۔ حاضرینِ محفل حیران و پریشان ہو گئے۔ جنابِ دیوان صاحب نے ایک آدمی حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں بھیجا کہ محفل کا سارا حال بیان کرنے کے بعد میری طرف سے درخواست پیش کرو کہ براہِ کرم آپ خود محفل میں تشریف لائیں۔

آپ محفل میں تشریف لائے اور اس ہندو کے مقابل بیٹھ گئے اور قوّالوں سے فرمایا کہ قوّالی شروع کریں۔ اُنہوں نے قوّالی شروع کی۔ مزامیر بھی کام کرنے لگے اور قوّالوں کی آواز بھی ٹھیک ہو گئی۔ یہاں تک کہ محفل میں خوب ذوق و شوق کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ حضرت دیوان صاحب اور تمام حضرات و حاضرین بہت خوش ہوئے۔

دوسرے دن وُہ ہندو حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا اور کہنے لگا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو خوب کامل کیا ہوا ہے۔ میرا ارادہ دہلی جا کر آپ

کے پیرو مُرشد سے مُلاقات کرنے کا تھا۔ مگر آپ کو دیکھا تو بہت متاثر ہُوا
ہُوں۔ اگر اُن کا مرید وخلیفہ اتنا کامل ہے تو وُہ تو بہت ہی کامل و اکمل ہوں گے
حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ خیر آئندہ اس خانقاہِ عالیہ میں ایسی حرکت نہ کرنا
ورنہ سزا ملے گی۔ اجمیر شریف سے رخصت ہو کر جب آپ دہلی پہنچے اور پیرو مرشد
کی بارگاہ میں حاضر ہُوئے تو حضرت مولانا صاحبؒ نے مُسکرا کر فرمایا کہ "میاں صاحب
اُس ہندو کو جو ہماری زیارت کے لئے آرہا تھا، آپ نے کیوں نہیں آنے دیا؟
پھر فرمایا کہ "وُہ ہندو اپنے فن میں کامل تھا۔ مگر خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ غریب نوازؒ
کے حضور بے ادبی کی وجہ سے اس کا حال سلب ہو گیا"

دوسری روایت میں ہے کہ یہ واقعہ اُن دِنوں پیش آیا جب حضرت قبلۂ عالمؒ
دہلی شریف سے براستہ اجمیر شریف اپنے وطن واپس جارہے تھے۔ اس واقعہ سے
متاثر ہو کر وُہ ہندو اپنے تین سو چیلوں کے ہمراہ مسلمان ہو گیا تھا۔

## ۲

ایک قاضی صاحب تھے جو حضرت قبلۂ عالمؒ کے مرید تھے اور کوٹ
مٹھن شریف کے قریب واجل میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ اُنہوں نے حضرت
قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت آپ میرے ساتھ وعدہ فرمائیں کہ جب میں
فوت ہو جاؤں تو میرا جنازہ آپ پڑھائیں۔ آپ نے وعدہ فرما لیا۔

حضرت قبلۂ عالمؒ کا وصال قاضی صاحب کی زندگی میں ہو گیا۔ جب یہ خبر
قاضی صاحب تک پہنچی تو وُہ گریہ وزاری کرنے لگے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے تو
میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میری نمازِ جنازہ پڑھائیں گے۔ اب میری نمازِ جنازہ وُہ
کیسے پڑھائیں گے۔ یہ کیسے ممکن ہو گا۔

وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ قاضی صاحب کا وقتِ اجل آگیا اور ان کا
انتقال ہو گیا۔ اُن کا جنازہ تیار کر کے آبادی سے باہر صحرا کی طرف میدان میں لے

گئے تاکہ نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔ جب نمازِ جنازہ کے لئے سب تیار ہو گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار گھوڑا دوڑائے چلا آرہا ہے۔ چار پانچ آدمی یا بیادہ اس کے ساتھ دوڑتے چلے آرہے ہیں۔

جب وُہ سوار قریب آیا اور گھوڑی سے اُترا تو دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ تشریف فرما ہیں۔ سب حاضرین نے پہچان لیا۔ کسی نے دست بوسی کی اور کسی نے قدم بوسی۔ اس وقت سب حاضرین کے دل سے یہ بات محو گئی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ تو وصال فرما گئے تھے، یہاں کیسے تشریف لائے۔ سب نے یہی خیال کیا کہ زندہ ہیں اور قاضی صاحب کا جنازہ پڑھانے آئے ہیں۔

حضرت قبلۂ عالمؒ نے قاضی صاحب کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ نمازِ جنازہ سے فارغ ہو کر سوار ہوئے اور دیکھتے دیکھتے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اُس وقت سب لوگوں کی آنکھیں کھُلیں کہ حضرت قبلۂ عالمؒ تو وصال پا چکے ہیں۔ یہاں تو صرف "اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" اور "مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ" کے پیشِ نظر تشریف لائے تھے۔

صالحین، اخیار، ابرار، عباد الرحمٰن اور اولیاء اللہ کے لئے موت نہیں ہے یہ تو وصال کرتے ہیں۔ اِن کے لئے موت تو ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ جو اللہ کے راستے میں شہید ہوئے انہیں مُردہ مت کہو، وُہ زندہ ہیں مگر تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔ میدانِ جنگ میں اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے بھی شہید و زندہ اور میدانِ محبت میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے والے بھی شہید و زندہ۔ اللہ کے دوستوں کے لئے موت نہیں ہے۔ اور حضرت قبلۂ عالمؒ تو قطبِ دوراں تھے، قُطب کے لئے موت کہاں۔ "مرا زندہ پندار چوں خویشتن" کے بھی یہی معنی ہیں۔

(۳)

مولوی ضیاء الدین صاحبؒ سکنہ مہار شریف حضرت مولانا صاحبؒ کے مُرید

تھے اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے فرزندِ اکبر حضرت نورالصمد شہیدؒ کے استاد بھی تھے۔ انہیں حضرت قبلۂ عالمؒ کی ولائیت و روحانیت پر زیادہ اعتقاد نہ تھا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کو اپنا عام پیر بھائی سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب مذکور نے حج کا ارادہ کیا اور حضرت قبلۂ عالمؒ کو بھی اس سفرِ مبارک کے بارے میں خبر دی۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا "مولوی صاحب آپ کا یہاں رہنا زیادہ بہتر ہے آپ قرآن و حدیث پڑھاتے ہیں اور لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہاں رہیں گے تو چند اور لوگ آپ سے علم حاصل کریں گے"۔ انہوں نے حضرت قبلۂ عالمؒ کو اس تجویز سے اتفاق نہ کیا اور کہنے لگے کہ میں ہر صورت حج پر جاؤں گا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا: "مولوی صاحب آپ ضرور حج پر جائیں۔ البتہ کسی جگہ آپ کسی مشکل یا مصیبت میں گرفتار ہو جائیں تو اس فقیر کو ضرور یاد کر لیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ بندہ کو حاضر پائیں گے"۔

مولوی صاحب بذریعہ بحری جہاز حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ سمندر میں طوفان آگیا۔ ایک مقام پر جہاز غرق ہونے لگا۔ تمام لوگ آہ و فغاں کرنے لگے۔ مولوی صاحب جہاز کے ایک گوشے میں گئے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کو یاد کیا اور عرض کیا کہ حضرت ہماری امداد فرمایئے۔ اتنا کہتے ہی مولوی صاحب پر غنودگی طاری ہوگئی۔ دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت قبلۂ عالمؒ اسی جہاز میں سوار ہیں اور فرمارہے ہیں کہ "مولوی صاحب غم نہ کرو۔ جہاز غرق نہیں ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ"۔ مولوی صاحب نے جب یہ سنا تو ہوش میں آگئے اور اپنے ساتھیوں کو یہ واقعہ سنایا اور کہا کہ انشاءاللہ اب ہم غرق نہیں ہوں گے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے جہاز کو خیریت سے دوسرے کنارے لگا دیا اور سب صحیح و سلامت مکۂ معظمہ پہنچ گئے۔

عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں مولوی صاحب جب نمازِ باجماعت ادا کرنے کیلئے کھڑے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دائیں جانب دو تین آدمی

چھوڑ کر حضرت قبلۂ عالمؒ بھی اسی صف میں کھڑے ہیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیکھا تو قبلۂ عالمؒ موجود نہ تھے۔ مولوی صاحب نے ساتھ والے لوگوں سے پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم اس پنجابی کو ہمیشہ خانہ کعبہ میں دیکھتے ہیں کہ یکایک ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح ہر سال ایامِ حج میں میدانِ عرفات میں بھی موجود ہوتے ہیں اور پھر یکایک غائب ہو جاتے ہیں۔

حج سے فارغ ہو کر مولوی صاحب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ روضۂ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوئے اور بقیہ زندگی وہیں گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر مسجد نبوی میں ایک ایسا عرفانی و روحانی تجربہ ہوا جس کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ بدل لیا اور اوّلین فرصت میں مہار شریف حاضر ہونے کا ارادہ کر لیا۔

خود مولوی ضیاء الدینؒ راوی ہیں (اور اس مبارک واقعہ کو انہوں نے نظم بھی کیا تھا) کہ "ایک رات نمازِ عشاء کے بعد مجھے مسجدِ نبوی میں نیند آگئی اور میں وہیں سو گیا۔ دستور یہ ہے کہ نمازِ عشاء کے بعد مسجد نبوی کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سب لوگوں کو باہر نکال دیا جاتا ہے۔ صرف خدامِ خاص اندر رہ جاتے ہیں۔ خدامِ مسجد کی مجھ پر نگاہ نہ پڑی۔ دروازے بند ہو گئے۔

جب میں بیدار ہوا تو ڈر گیا کہ اگر خدام کو پتہ چل گیا تو میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ اچانک میں نے ایک مردانہ اور ایک زنانہ آوازِ مبارک سنی۔ دراصل حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ رہی تھیں کہ کسی اجنبی شخص کی بو محسوس ہو رہی ہے۔ وہ واجب القتل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"نہیں عائشہ یہ واجب القتل نہیں ہے۔ اس شخص کو خواجہ نور محمد مہاروی نے میرے سپرد کر رکھا ہے"

اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے دریافت فرمایا:
"کہ آپ کو نورمحمد مہاروی کا اِتنا پاس ہے کہ ایک واجب القتل کو معاف فرما رہے ہیں"
آپ نے فرمایا "ہاں عائشہ"
اِس گفتگو کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میرے سر پر دستِ شفقت رکھا اور فرمایا "نورمحمد مہاروی کو میرا سلام کہنا" اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُم المومنینؓ کے ہمراہ حجرہ مُبارک میں تشریف لے گئے۔ صبح کو جب مسجدِ نبویؐ کے دروازے کھُلے تو اللہ کی قدرتِ کاملہ سے کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ مَیں نے رات مسجدِ نبوی میں گزاری ہے"
اِس واقعہ کے بعد مولوی صاحب واپسی کے لئے ازحد بے قرار ہو گئے۔ جی چاہتا تھا کہ اُڑ کر پہنچ جائیں۔ واپس روانہ ہوئے۔ جب مہار شریف کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نہر سر یاری کے کنارے استقبال کیلئے کھڑے ہیں۔ مولوی صاحب کی جونہی نظر حضرت قبلۂ عالمؒ پر پڑی۔ دوڑے اور قدموں پہ گر گئے حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا "مولوی صاحب آپ کا یہ سر حرمین الشریفین کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ اِسے میرے قدموں میں نہ رکھیں" مولوی صاحب نے عرض کیا "حضرت میں حرمین الشریفین کو آپ کی قدم بوسی کی خاطر چھوڑ کر آیا ہوں کرم فرما دیجئے"
منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ مولوی صاحب کی واپسی سے قبل حاضرینِ محفل سے فرما رہے تھے کہ یُوں تو تمام حاجی خوش نصیب ہیں مگر ہمارے دوست مولوی ضیاء الدین کی سعادت کا کیا کہنا۔ پس حضرت قبلۂ عالمؒ نے مولوی صاحب کی راہِ خدا میں خُوب تربیت کی۔ خلافت عطا کی اور تکمیل کے مقام تک پہنچا دیا۔

## (۴)

عبدالرحمٰن نامی ایک قوال آپ کا منظورِ نظر تھا۔ وُہ بے حد خوش الحان

اور صاحبِ تاثیر قوّال تھا۔ ایک دفعہ اُس سے نادانستہ کوئی ایسی ناشائستہ حرکت سرزد ہوگئی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ ناراض ہوگئے۔ حکم دیا کہ یہ کبھی میرے سامنے نہ آئے۔ آپ کی ناراضگی کا یہ اثر ہُوا کہ وُہ شدید بیمار ہوگیا۔ یہاں تک کہ تپِ دق میں مُبتلا ہو کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا۔ مسلسل پانچ چھ ماہ تک اِس موذی مرض میں مُبتلا رہا۔ آخر نواب غازی الدّین خانؒ کو اپنا سفارشی بنایا اور ساتھ لیکر معافی کے لئے حاضر ہُوا۔ مگر آپ نے نظرِ التفات نہ فرمائی۔

نوابِ غازی الدّین خانؒ نے عبدُالرّحمٰن سے کہا کہ کچھ سُناؤ۔ اُس نے یہ رباعی خوش الحانی سے دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہُوئی آواز کے ساتھ سُنانی شروع کی۔

نمیرد آنکہ جانانش تو باشی
خوش آں دردے کہ درمانش تو باشی
چہ پرسی دین و ایمانِ کسے را
کہ ہم دین و ہم ایمانش تو باشی

یعنی وُہ کیسے مر سکتا ہے، جس کے محبُوب آپ ہوں۔ وُہ کیُوں شفایاب نہ ہو، جس کے طبیب آپ ہوں۔ اور اُس کے دین و ایمان کا کیا کہنا، جس کا دین و ایمان آپ ہوں۔

اِس رباعی کا سُننا تھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ اور تمام حاضرین پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ جب آپ عالمِ بےخُودی سے باہر آئے تو عبدُالرّحمٰن کو مُعاف کر دیا اور مُسکراتے ہُوئے فرمایا "جاؤ، میرن شاہ کے حجرے میں غُسل کرو"۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ زہے کرم کہ اُس کی وُہ مہلک بیماری چشم زدن میں کافور ہوگئی۔

---

# ضربِ کلیم (حصّہ دوئم)

۵

ایک دفعہ آپؒ کی ہمشیرہ قائم خاتون صاحبہ بیمار ہوگئیں۔ بہتیرا علاج کرایا لیکن رتی بھر فائدہ نہ ہُوا۔ بیچاری بے حد پریشان تھیں۔ ایک دِن آپ اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اتفاق سے اُس وقت کوئی اور شخص موجود نہ تھا۔ ہمشیرہ صاحبہ کہنے لگیں "میں اِس منحوس مرض سے لاچار ہوگئی ہُوں۔ کسی دوا سے فائدہ نہیں ہو رہا۔ خُدا کے لئے اپنے مُرشد پاکؒ کے صدقے مجھ پر نگاہِ کرم ڈالیے تاکہ میں تندرست ہو جاؤں"۔ آپؒ کو اس کی حالتِ زار دیکھ کر بڑا ترس آیا۔

تا نگرید کودکِ حلوہ فروش!
بحرِ بخشائش کجا آید بجوش!

آپؒ نے ازراہِ شفقت قریب جا کر اپنی زبانِ مُبارک اُن کے مُنہ میں ڈالی۔ اور بدن کے ہر حصّہ سے اس کی بیماری کھینچ لی۔ تین بار آپ نے زمین پر تھوکا۔ آپ کی زبان کا رنگ سیاہ ہوگیا تھا۔ تھوکنے سے وُہ ٹھیک ہوگیا۔ آپ نے اُسے تاکید فرمائی کہ اس کا ذکر میری زندگی میں کسی سے نہ کرنا ورنہ مر جاؤ گی۔ اور ساتھ ہی ایمان بھی سلب ہو جائے گا۔ اِس عمل کے بعد وُہ بالکل تندرست ہو گئیں اور بعد ازاں وُہ دُنیا سے کنارہ کش ہو کر خلوت نشین ہوگئیں اور ہمہ وقت اوراد و وظائف میں مصروف رہنے لگیں۔ ان کا پُورا وقت عباداتِ الٰہی میں بسر ہوتا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے وصال پر بی بی صاحبہ مذکورہ نے دوسری عورتوں کی طرح نوحہ خوانی نہ کی۔ صبر و ہمت سے اس صدمۂ جانکاہ کو برداشت کیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنی بیماری اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے عمل کا ذکر کیا۔ تب جا کر اس واقعۂ کرامت کا دیگر اہلِ سلسلہ

کو پتہ چلا۔

(۶)

منقول ہے کہ ایک رات آپ بالاخانہ میں ایک پلنگ پر آرام کر رہے تھے اور ساتھ ہی سامنے آپ کی اہلیہ محترمہ کی چارپائی تھی۔ وہ بھی آرام کر رہی تھیں۔ اچانک آپ کی اہلیہ اُٹھیں تو دیکھا کہ آپ کا جسم ضخامت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے جب چاروں طرف سے جسم بڑھ گیا، تو آپ آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور نظروں سے غائب ہو گئے۔

اِس ہیبت ناک منظر کو دیکھ کر محترمہ کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی آپ کا جسم دوبارہ آسمان سے اُتر کر پلنگ پر موجود تھا۔ آپ کو پتہ چلا کہ اس منظر کو اہلیہ محترمہ نے بھی دیکھ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا دیکھو" اس واقعہ کی کسی اور شخص کو خبر نہ ہونے پائے۔ اگر تم نے عورتوں کی عادت کے مطابق کسی بھی شخص کے سامنے اس کا ذکر کر دیا تو فی الفور تمہاری موت واقع ہو جائے گی"۔ مائی صاحبہؒ نے زندگی بھر کسی کو نہ بتلایا۔ البتہ آپ کے وصال کے بعد خاص خاص لوگوں کو یہ واقعہ سُنایا۔

(۷)

ایک بار آپ "سید پور" المعروف سیت پور تشریف لے گئے۔ آپ کا ایک مخلص خادم سید محمود شاہ اس قصبے میں رہتا تھا۔ اس کا معمول تھا کہ جونہی وہ آپ کی تشریف آوری کی خبر سُنتا آپ کے استقبال کے لئے باہر نکل آتا۔ ایک روز آپ کی سواری اس کے گھر تک پہنچ گئی مگر سید محمود شاہ حسب معمول باہر نہ نکلا۔ وہ اپنے چار منزلہ مکان کی چوتھی منزل میں اپنے دوستوں کے ساتھ محفل سجائے بیٹھے تھے۔ جونہی اس کی نگاہ آپ کے چہرۂ انور پر پڑی بے اختیار ہو کر اُوپر سے چھلانگ لگا دی۔ اور اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔ زمین چُومنے لگا اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ تمام لوگ اس واقعہ کو دیکھ کر سخت حیران اور پریشان تھے دیکھا

کہ سید محمود صاحب صحیح سالم آپ کی خدمتِ اقدس میں کھڑے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے یہ شعر پڑھا:

ہر کہ از بہر خدا کار بد بیندیشاں بہ نماید
ایزدش از ہمہ آفات محافظ گردد

(۸)

گلشنِ ابرار میں ہے کہ ایک دفعہ تیمور شاہ ہندوستان سے افغانستان جاتے ہوئے دریائے ستلج کے جنوبی طرف سے اپنے لشکر کے ساتھ گزرا۔ لشکریوں نے علاقہ کو اجاڑ دیا جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے کہ "جب ملوک کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے اجاڑ دیتے ہیں"۔ لوگ حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں فریاد لے کر آئے کہ حضور دُعا فرمائیں کہ تیمور شاہ اور اس کا لشکر اِدھر نہ آئے۔ آپ نے ایک رقعہ لکھا اور فرمایا کہ اُس لشکر کے آگے آگے ایک درویش ہوگا جس کے ہاتھ میں بکری ہوگی۔ وہی اس لشکر کا سردار ہے۔ اُسے میرا یہ رُقعہ دے دو۔ جب حضور قبلۂ عالمؒ کا نامۂ مبارک اُسے دیا گیا تو اُس نے اُسے سر آنکھوں پہ رکھا اور اس راستہ سے مُنہ موڑ کر اپنا رُخ دوسری طرف کر لیا۔ تیمور شاہ اور اس کا تمام لشکر بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا اور یوں یہ تمام علاقہ اُجڑنے سے محفوظ رہا۔

(۹)

مولوی محمد گھلویؒ نے خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ ایک بار حضرت قبلۂ عالمؒ مہار شریف سے نارووال تشریف لے گئے جو خواجہ نور محمد ثانیؒ کا گھر اور وطن تھا۔ وہاں نارووال میں چند روز قیام فرمایا۔ چونکہ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا اور طہارت خانے کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا۔ اِس لئے آپ رفعِ حاجت کے لئے شہر

سے باہر صحرا میں تشریف لے جاتے۔ جہاں سے گذرتے وہیں آپ کے قدموں کے نشان لگتے۔ اتفاقاً ایک ہندو عورت کا قدم غیر ارادی طور پر آپ کے قدم پر پڑ گیا تو وُہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئی۔ اس کے ورثاء اُسے اُٹھا کر گھر لے گئے اس واقعہ کے بعد خلیفہ نارو والہ صاحبؒ نے شہر میں ہی طہارت خانہ کا انتظام کر دیا تاکہ آپ کو صحرا کی طرف جانے کی زحمت نہ ہو۔

(۱۰)

ایک دن حضرت قبلۂ عالمؒ حضرت تاج سرورؒ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں دیکھا کہ بے شمار مخلوق جمع ہے۔ اُنہوں نے قحط و خشک سالی کے دفعیہ کے لئے آپ سے دُعا کی درخواست کی۔ آپ نے حضرت بابا تاج سرورؒ کے لئے فاتحہ خوانی کے بعد عرض کیا کہ "صاحب آپ کو تو شائد قحط ہی منظور ہو گا لیکن مخلوق بے حد مصیبت میں مُبتلا ہے۔" یہ کہنا تھا کہ لوگوں نے دیکھا کہ اُسی وقت مُوسلا دھار بارش ہو گئی۔ حتیٰ کہ آپ اور سب لوگ بڑی مشکل سے پانی سے گزر کر واپس تشریف لائے۔

(۱۱)

منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کا دستور تھا کہ جب ملک مُلتان کا سفر کرتے جس سے مراد بہاول پُور، احمد پُور، اُوچ اور کوٹ مٹھن کا علاقہ ہے تو پہلے اُوچ تشریف لے جاتے پھر سید پُور میں، پھر نارو والہ میں اور پھر کوٹ مٹھن تشریف لے جاتے۔

ایک دفعہ جب اس مُلک کی طرف گئے اور بلدہ سید پُور پہنچے تو قاضی محمّد عاقلؒ کی علالت کی خبر سُنی یہ سُن کر نارو والہ نہ گئے بلکہ سیدھے کوٹ مٹھن کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت نارو والہ صاحبؒ آپ کے استقبال کے لئے نارو والہ سے سید پُور پہنچے ہُوئے تھے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا دستور یہ ہے کہ سید پُور سے اِس فقیر کے غریب خانہ میں تشریف لے جاتے ہیں اور اس کے بعد

کوٹ مٹھن جاتے ہیں۔ اس دفعہ غلام کی دعوت تناول فرما کر پھر کوٹ مٹھن تشریف لے جائیں۔ آپ نے بلا تکلف خوش طبعی سے فرمایا کہ دعوت تین قسم کی ہوتی ہے اوّل خام دوم پختہ سوم نقد ان میں سے جو بھی میسّر ہے اسی جگہ دے دو۔ ہمارا اس وقت کوٹ مٹھن جانا ضروری ہے۔

الغرض وہاں سے کوٹ مٹھن گئے۔ قاضی صاحبؒ خبر سنتے ہی دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر آپ کی قدم بوسی و استقبال کے لئے آ گئے۔ نارووالہ صاحبؒ نے پوچھا کہ قاضی صاحب اب آپ کے مزاج کیسے ہیں۔ انہوں نے ابھی جواب نہ دیا تھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا، "لِقَاءُ الْخَلِیلِ شِفَاءُ الْعَلِیلِ" یعنی دوست کی ملاقات بیمار کی شفایابی ہے۔ قاضی صاحبؒ پر اس کلام کے سننے سے وجد طاری ہو گیا اور اسی حالت میں آپ کی بیماری بھی جاتی رہی۔ حاجی نجم الدینؒ لکھتے ہیں کہ انہوں نے بھی حضرت صاحبزادہ نصیر بخش مہارویؒ سے ایسا ہی سنا ہے۔

(۱۲)

حضرت مولانا صاحبؒ کے مریدانِ مجاز میں مرزا آقا محمدی بیگ دہلویؒ کی بیٹی جمیلہ بیگم بھی مولانا صاحبؒ کی مرید تھیں اور اُسے آپ سے بے حد محبت تھی۔

جمیلہ بیگم صاحبہ سے منقول ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب اپنے خلیفۂ خاص حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کو وطن جانے کی اجازت دیتے تو دلی کے مریدوں اور امراء سے فرماتے کہ میاں صاحب وطن جانے والے ہیں۔ بس ہر شخص دعوت کرتا اور نذر و نیاز دیتا۔

جب آپ کی دعوت کی باری ہمارے گھر آئی اور حضرت قبلۂ عالمؒ ہمارے ہاں تشریف لائے تو میں چلمن کے پیچھے سے دیکھ رہی تھی۔ جب حضرت قبلۂ عالمؒ کی صورت دیکھی تو میرے دل میں خیال آیا کہ نہ معلوم حضرت مولانا صاحبؒ اس سیاہ فام پر کیسے عاشق ہو گئے ہیں اور کیوں انہیں تمام نعمت بخش دی ہے۔

اس وسوسہ کا خیال دل میں آتا تھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کا کرم اور ان کی محبت میری اس ظاہری صورت پر نہیں ہے وہ دوسری صورت ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ یکایک حضرت قبلۂ عالمؒ کی ہیئت بدل گئی اور ان کے چہرۂ مبارک کی نورانی شعاعوں نے ہمارے گھر کو روشن کر دیا چہرۂ مبارک ایسا حسین و زیبا دکھائی دیا کہ دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ میں نے فوراً اس وسوسہ سے توبہ کی۔

(۱۳)

گلشن ابرار و دیگر ملفوظات میں ہے کہ سایو نام ایک جٹی تھی جو حضرت قبلۂ عالمؒ کی بھینسوں کو چراتی تھی۔ ایک دن قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں عرض کرنے لگی کہ مجھے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیں۔ فرمایا وقت پر موقوف ہے ذرا صبر کر۔ چند روز کے بعد پھر عرض کرنے لگی۔ پھر وہی جواب ملا۔ اسی طرح چند بار سوال کیا اور یہی جواب پایا۔ آخر بداعتقاد ہو کر مہار شریف سے روانہ ہو گئی۔ اور شہر فرید کا راستہ لیا۔

راستہ میں ایک شخص میاں محمد اعظم رہتا تھا، جو حضرت قبلۂ عالمؒ کا بااعتقاد مُرید تھا اور قوم چنڈال سے تھا۔ اس سے راستہ میں ملاقات ہو گئی۔ پوچھنے لگے کہ سایو کہاں جا رہی ہو۔ کہا کہ میاں اللہ یار جیو ٹانوی کی خدمت میں جا رہی ہوں بات یہ ہے کہ میں بڑی مدت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں رہتی تھی اور ان کی بھینسیں چراتی تھی اور دیگر تمام خدمات سرانجام دیتی تھی، اس اُمید پر کہ مجھے وہ زیارت کرا دیں گے مگر میری حاجت ان سے پوری نہیں ہوئی۔ اب ان کی اجازت کے بغیر روانہ ہو گئی ہوں۔ تاکہ اپنی حاجت اللہ یار جی کے سامنے پیش کروں اور اب وہیں رہوں گی۔

میاں محمد اعظم نے کہا اے بے وقوف اتنے بڑے دروازہ کو چھوڑ کر اس کے پاس جا رہی ہے اور حالت یہ ہے کہ قبلۂ عالمؒ کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ

نے یہ رُتبہ دیا ہے کہ تمہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کریں اور تیرے مقصُود کو پہنچائیں۔ اللہ یار کے پاس نہ جا۔ کل میرے پاس میرے کنوئیں پر آ تاکہ تیرا مقصُود حاصل ہو جائے۔ وُہ عورت دوسرے دِن ہی ان کے پاس کنوئیں پر گئی اور اپنا مدعا بیان کیا۔ محمد اعظم نے کہا کہ آ۔ اِس لکڑی پر بیٹھ جا جہاں میں بیٹھ کر بیلوں کو ہانکتا ہوں اور رہٹ کو چلاتا ہوں۔ میرے بیلوں کو ہانک اور اپنے چہرہ پر چادر ڈال لے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ہُوا یہ کہ وُہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں داخل ہو گئی۔ اور اسے سعادتِ دارین حاصل ہو گئی۔

یہ محمد اعظم چیڈال حضرت قبلۂ عالمؒ کا مُرید تھا اور اس نے سائلہ کو ایک لحظہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کر دیا۔ یہ شخص قوم جٹ سے تھا۔ اور صرف ایک سال حضرت قبلۂ عالمؒ کو وضو کرانے اور لوٹا بھرنے کی خدمت کی تھی۔ بعد ازاں حضرت قبلۂ عالمؒ کی اجازت سے ایک کنوئیں پر رہتا تھا کھیتی باڑی کرتا تھا۔ حق تعالیٰ نے حضرت قبلۂ عالمؒ کی ایک سال کی خدمت کے بدلہ میں اُسے اِس مرتبہ پر پہنچا دیا کہ لوگوں کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں داخل کرتا تھا۔ ان بزرگوں کا کیا حال و مقام ہو گا جو سالہا سال حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں رہے۔ ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے اور آپ کی صحبت میں رہ کر مرتبۂ خلافت پر پہنچے۔

(۱۴)

تکملۂ سیر الاولیاء میں حضرت مولوی محمد غوث صاحب تُحفۂ غوثیہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی کسی تکلیف کے وقت آپ کی طرف رُخ کرتا تو محض روانگی سے وُہ تکلیف دُور ہو جاتی تھی۔ اور نا ممکن تھا کہ کوئی شخص کسی غرض سے آپ کے پاس جائے اور اس کا مطلب پُورا نہ ہو۔ مریضوں کو شفا بخشنا آپ کے خواص میں سے تھا۔ چنانچہ راقم الحروف کو بچپن میں اُم الصّبیان کا مرض تھا اور کسی طرح مرض ختم نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز میری قسمت نے یاوری کی۔

اور حضرت قبلۂ عالمؒ اُوچ میں جو میرا مولد ہے تشریف فرما ہوئے۔ اِس وقت مجھ پر مرض کی شدت تھی۔ میرے والدین اس مرض کے علاج سے مایوس ہو چکے تھے۔ میرے جدِ امجد یعنی والدِ مخدومی حضرت مولوی محمد بخشؒ جنہیں حضرت خواجہ فخر الدینؒ سے نسبتِ بیعت حاصل تھی، اِس حال میں مجھے اُٹھا کر حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے اپنا لعابِ دہن میرے مُنہ میں ڈالا۔ گویا وُہ آبِ حیات تھا جس سے مجھے شفا ہوگئی۔ اس کے بعد پھر زندگی بھر یہ تکلیف مجھے نہیں ہوئی۔ یقیناً اللہ کے کرم سے آپ کے اسمِ مُبارک میں یہ خاصیت ہے کہ اگر کسی مریض پر پڑھ کر دم کیا جائے تو اسے شفا ہو جاتی ہے۔

(۱۵)

اکثر آپ ایسا شعار سے شدنی اور ناشدنی کاموں کا اشارہ فرما دیتے تھے، جنہیں عقلِ سلیم ہی سمجھ سکتی ہے۔ اہلِ ظواہر نہیں سمجھ سکتے۔ چنانچہ حضرت قاضی محمد عاقلؒ فرماتے تھے کہ ایک روز برادرم قاضی قاضی نُور محمد کا خط ان کے نام مہار شریف میں آیا۔ اِس میں لکھا تھا کہ دریا کوٹ شریف میں آگیا ہے۔ جس کی وجہ سے بعض مکانات منہدم ہو گئے ہیں۔ حضور دُعا فرمائیں۔ مَیں حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور مشورے کے طریقے سے آپ سے عرض کیا کہ غریب نواز دریا کوٹ مٹھن کے قریب آگیا ہے۔ جس سے شہر کی چند عمارات بھی منہدم ہو گئی ہیں۔ حضور کا کیا مشورہ ہے کہ اب وہاں سے کہاں جایا جائے اور کِس جگہ اقامت اختیار کی جائے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ میرا مشورہ یہ ہے کہ جس جگہ بھی اقامت کرو گے وُہ اقامت باسلامت ہوگی کہیں کوچ نہ کرو۔"

حضرت قاضی محمد عاقلؒ فرماتے تھے کہ جونہی حضرت قبلۂ عالمؒ کی زبانِ مُبارک سے یہ نکلا مجھے یقین ہوگیا کہ ہر طرح سے خیریت ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا دریا وہاں سے واپس ہٹ گیا اور ہر شخص سلامتی کے ساتھ جہاں بیٹھا تھا وہاں بیٹھا رہا۔

(۱۶)

فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ نے اُس قطعہ زمین، جہاں پر حضرت قطب صاحبؒ کا مزارِ مبارک ہے اور دوسرے مقبول لوگوں کے بھی مزارات ہیں، کے بارے میں فرمایا کہ "ایسی متبرک جگہ نظر سے نہیں گزری" اور اپنی زبان گہرافشاں سے یہ بھی فرمایا تھا کہ "حضرت خواجہ قُطب صاحبؒ دہلی شریف میں نمازِ عید پڑھنے کے لئے عید گاہ میں تشریف لے گئے۔ جب وہاں سے مراجعت فرما ہُوئے تو اسی جگہ پر ٹھہر گئے جہاں اب اُن کا مزارِ مُبارک ہے۔ اُس زمانے میں یہ جگہ بالکل ویران تھی۔ فرمانے لگے "کہ مجھے اس مقام سے اولیاء کی خوشبو آتی ہے"۔ اُس اراضی کے مالک کو بُلوا کر اس سے قیمتاً خرید فرمالی اور پھر اس پر چار دیواری کا انتظام فرمایا۔ اب اس چار دیواری میں شہیدانِ محبّت کی قبور ہیں اور حضرت قطب صاحبؒ کا مزار پُر انوار بھی اسی جگہ موجود ہے۔

(۱۷)

ایک شخص نے بجناب قبلۂ عالمؒ عرض کیا کہ سُلطان التارکین شیخ حمیدُالدین ناگوریؒ نے کس سے بیعت کی تھی اور سُلطان التارکین کے لقب کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ان کی بیعت خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے تھی۔ اِسی اثنا میں ایک شخص عرض پرداز ہُوا کہ میں نے سُنا ہے کہ لقب سُلطان التارکین بھی حضرت خواجۂ بزرگؒ سے ہی اُنہوں نے پایا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔ لیکن سبب ظاہر ہے کہ اُنہوں نے اس قدر ترک اختیار کیا کہ ایسا کوئی دُوسرا شخص دیکھنے میں نہیں آیا اور یہ بھی فرمایا کہ ناگور کے قریب سوال نام ایک قریہ ہے جہاں پر آپ اقامت گزیں تھے اسی وجہ سے اِن کو حمیدُالدین ناگوری و سوالیؒ بھی کہتے اور لکھتے ہیں۔

(۱۸)

ایک دن حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ جب کسی

دوست کو دوسرے دوستوں کے ساتھ اُلفت اور یاری کرتے ہوئے دیکھتے تو بہت مسرور ہوتے۔ اور فرماتے کہ یہ شخص کام کے لائق ہے۔ اور جب کسی دوست کو کسی کے ساتھ بے مروّت اور بے اُلفت پاتے تو فرماتے یہ بیکار ہے اور اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

(۱۹)

حضرت قبلۂ عالم ؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں دہلی شریف حضرت مولانا صاحب ؒ کی زیارت کے لئے گیا جب بارگاہِ معلّٰی میں پہنچا تو حضور نے اُن دوستوں کا ذکر فرمایا جو حضرت کے منشائے گرامی کے خلاف عمل پیرا تھے۔ حضرت مولانا صاحب ؒ کے اس اظہار سے میں سمجھ گیا کہ یہ ہمیں تلقین ہو رہی ہے تاکہ جو کچھ بھی اُن کی مرضی مبارک کے خلاف ہو اس سے محترز رہوں۔

(۲۰)

یہ بندہ حضرت خلیفہ نور محمد نارووالہ ؒ صاحب کی خدمت میں کتاب فقرات پڑھ رہا تھا۔ ایک مسئلہ کے سمجھانے میں اُنہوں نے تامل کر کے فرمایا کہ یہ مسئلہ حضرت قبلۂ عالم غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھیں گے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ صاحب ؒ کی معیت میں حضور قبلۂ عالم ؒ سے مسئلہ مذکور کے بارے میں عرض کیا تو آپ نے اس مسئلہ کو ایک ہی اشارہ میں حل کر دیا۔ نیز فرمایا کہ ایک دن دہلی شریف میں حضرت مولانا صاحب ؒ مسجد سے باہر تشریف لائے تو ان کے ہاتھ میں کتاب فقرات تھی۔ مجھے کتاب فقرات عنایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ کتاب تمہارے بہت کام آئے گی۔ اکثر اس کتاب کو دیکھتے رہنا۔ یہ کتاب جذبہ کے پیدا کرنے والی ہے۔

---

# ضربِ کلیم

(حصّہ سوئم)

حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ کے مناقب کے سلسلہ میں نواب صاحب کی ڈائری کا بہت شہرہ ہے۔ حضرت میاں نور جہانیاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم سے بھی بارہا اس کا تذکرہ سُنا۔ یہ بھی فرمایا کہ اصل ڈائری کے حصول یا اس کے عکس کے حصول کی بہت کوشش کی گئی ہے۔ مگر نواب صاحب کا خانداں اس کی جھلک بھی نہیں دکھاتا۔

حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ کے دور سے والیان و نوابانِ ریاست بہاول پور کا اس آستانۂ معلّٰی سے عقیدت مندانہ تعلق رہا ہے۔ حضرت مولانا صاحب دہلوی رضی اللہ عنہ نے جس امیر کی طرف اپنی وصیت میں اشارہ فرمایا تھا۔ اُس سے مراد بھی نواب بہاول پور تھے۔ جیسا کہ خواجہ امام بخش صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ "گلشنِ ابرار" میں تحریر فرماتے ہیں کہ
"امیر ملک سے مراد محمد بہاول خاں تھے، جو حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ سے بیعت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ کی برکت سے نواب صاحب موصوف اور اس کے خاندان، ملک اور سلطنت کو حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھا۔"

نواب صاحب کی ڈائری سے ایک واقعۂ کرامت یہاں درج کیا جارہا ہے جو ہمیں ایک ایسے مستند اور معتبر ذریعہ سے ملا ہے جس نے اسے نواب صاحب کے خاندان کے ایک فرد سے براہِ راست سُنا تھا۔

(۲۱)

"امیر آف بہاول پور نواب سر صادق محمد خاں ڈیرہ نواب صاحب

سے شام کے وقت ٹینس کھیلنے کے لئے "شملہ پیلیس" بہاول پور میں تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک روز وہ حسبِ معمول اپنی گاڑی میں بہاول پور تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں ایک نوجوان لڑکی کھڑی تھی، جس نے ہاتھ ہلا ہلا کر گاڑی کھڑی کرنے کا اشارہ کیا۔

نواب صاحب کے حکم پر گاڑی روک لی گئی تو اُس لڑکی نے نواب صاحب کے قریب آکر سرائیکی زبان میں کہا کہ "تمہیں چائے پلائیں گے مگر تم چائے مت پینا"

نواب صاحب شملہ پیلیس پہنچے۔ ٹینس کھیلنے کے بعد غسل کر کے حسبِ معمول چائے پینے لگے تو اچانک انہیں اُس لڑکی کی بات یاد آگئی۔ نواب صاحب نے چائے اور دُودھ کے تجزیئے کا حکم دیا تو معلوم ہُوا کہ دُودھ میں زہر ملایا گیا تھا۔

نواب صاحب کے حکم پر اُس لڑکی کو تلاش کیا گیا تو اُس نے بتایا کہ

میری والدہ کو خواب میں حضرت قبلۂ عالمؒ غریب نواز نے حکم دیا تھا کہ نواب صاحب کو پیغام پہنچا دو کہ فلاں دن چائے نہ پیئیں۔

نواب صاحب نے بعد میں اُس لڑکی سے نکاح کر لیا اور فرمایا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے کرم کے ڈھنگ بھی نرالے ہیں کہ ایک طرف تو اپنے غلام کی جان بچالی اور دوسری طرف ایک غریب لڑکی پر نگاہِ کرم ڈال کر ملکہ بنا دیا۔

---


آٹھواں
باب

وُہ جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں انہیں مُردہ مت خیال کرو بلکہ وُہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں. جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انہیں عنایت کیا ہے اس پر خوش ہیں۔ وُہ اپنے پیچھے رہ جانے والوں کی وجہ سے بھی خوش ہیں جو ابھی تک ان سے آ نہیں ملے کہ نہیں ہے، کوئی خوف ان پر اور نہ وُہ غمگین ہوں گے۔

( آلِ عمران ۳ : ۱۶۹ — ۱۷۰ )

# آخری ایام، علالت اور وصال

حضرت مولانا محمد فخرالدین دہلویؒ کا وصال ۲۷ جمادی الآخر ۱۱۹۹ھ کو ہوا۔ خلافت عطا کرتے وقت حضرت قبلۂ عالمؒ کو جو وصیتیں پیرو مرشد نے فرمائی تھیں۔ اُن میں ایک یہ تھی کہ اگر میرے وصال کی خبر ملے تو وہیں قیام کرنا۔ دہلی نہ آنا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرو مرشد کے وصال کی خبر سُننے کے بعد دہلی نہیں گئے۔ مگر اس خبر کا آپ پر جو اثر ہوا وہ ناقابلِ بیان ہے۔

حکیم محمد عمر خلاصۃ الفوائد میں لکھتے ہیں کہ "جب شیخ المشائخ محب النبی حضرت مولانا محمد فخرالدین دہلویؒ کی خبرِ وصال پہنچی تو میں مہاراں شریف میں موجود تھا۔ اِس خبر سے جو کچھ حضرت قبلۂ عالمؒ کے نفسِ مُقدس اور حاضرینِ مجلس پر گزرا وہ بیان سے باہر ہے۔"

گلشن ابرار میں خواجہ امام بخش مہارویؒ نے تحریر کیا ہے کہ "حضرت قبلۂ عالمؒ کو اپنے پیرو مرشد کے وصال کے بعد لاغری شروع ہوگئی، جو روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ آپ نے خواص وعوام سے گفتگو بھی کم کر دی اور ملنا جلنا بھی تقریباً ترک کر دیا۔"

حکیم محمد عمر صاحب سے منقول ہے کہ "ایک دِن قدوۃ العارفین میاں نُور محمد نارووالہ صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ جب حضرت فراغت میں ہوں تو مجھے اطلاع کرنا۔ چنانچہ ایک رات حضرت کو فارغ پاکر میں نے میاں نارووالہ صاحب کو اطلاع کر دی۔ ہم دونوں قبلۂ عالمؒ کے حضور حاضر ہوئے۔"

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ "جب سے حضرت مولانا صاحبؒ کے

وصال کی خبر آئی ہے، آپ پر بے حد غم اور اضطراب طاری ہے۔ میں آپ کی تسکینِ خاطر کے لئے کیا عرض کر سکتا ہوں؟ ہم سب لوگ تو آپ کی ذاتِ اقدس سے تسکین و تلقین چاہتے ہیں۔"

حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ "ایسی شخصیت کے لئے موت یا ممات یا وفات کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔ وصال درست ہے۔ اولیاء اللہ کا وصال دراصل ایک مفارقت ہے۔ اور اس مفارقت سے اللہ تعالیٰ اُن کا فیض بند نہیں کرتا۔" اِن الفاظِ مبارک کو آپ نے کئی بار دُہرایا۔

پھر فرمایا کہ "تم لوگ جانتے ہو کہ اِس غم کا علاج بھی حضرت مولانا صاحبؒ نے پہلے ہی سے فرما دیا تھا کہ مجھے یہاں بھیج کر مفارقت کی کیفیت سے آشنا فرما دیا تھا۔ اور پھر تمام امور حتّٰی کہ مہاراں شریف کی مستقل رہائش اور شادی بھی آپ ہی کے ایمائے مبارک سے عمل میں آئی تھی۔ ورنہ مجھے اس طرف کوئی التفات نہ تھا۔"

پھر فرمایا کہ تسکین بھی حسبِ مشیّت ہے۔ جیسا کہ ذاتِ شریف خلاصۂ موجودات، حضرتِ رسالت مرتبت، آفتابِ ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں بُلا لیا۔ اگر آپ اس دُنیا میں قیامت تک بظاہر بھی جلوہ فرما رہتے تو ہر کوئی فیض یابِ زیارت ہوتا۔ مگر تقدیر میں ایسا نہ تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کرنا اختیار فرمایا۔ اور اِس میں جو چاشنی اور لذّت پائی، وُہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔

حضرت رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر بعض صحابۂ کرام پر اتنا اثر ہُوا کہ وُہ مدینہ منوّرہ میں داخل بھی نہ ہوئے۔

اِسی اثنا میں خلیفہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ ہاں حضور، جیسا کہ امیر المؤمنین حضرتِ عمر فاروقؓ تلوار کھینچ کر اُٹھ کھڑے ہُوئے اور فرمایا کہ اگر میرے سامنے کسی نے کہا کہ سرکارِ دوعالم کا وصال ہو گیا ہے تو میں اس کا سر قلم کر دُوں گا۔

فرمایا کہ اصحابِ کرام ایسے ہی تھے۔ اُن کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا۔ مگر باوجود اس کمال کے اُن میں بھی بعض صحابہ لاچار اور بے اختیار ہو گئے۔ اور بعض نے عملِ تسکین سے کام لیا۔ جیسی اس کی مشیت ہوتی ہے، وہی کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ عوام کہتے ہیں کہ دین گم ہو گیا ہے۔ مجھے ان کے اس کہنے پر سخت تعجب ہوتا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ دوسرے پیغمبروں کا دین اُن کے وصال کے بعد کتنی مدت رہا اور کیسا رہا؟ مگر الحمد للہ کہ دینِ اسلام اس قدر اشرف ہے کہ قیامت تک رہے گا۔

فرمایا کہ اِن دنوں میں اس قدر غم زدہ ہوں اور میرے دِل میں ایسا اندوہ ہے کہ چاہتا ہوں کہ سب سے چھپ کر کسی جنگل میں چلا جاؤں۔ ایسی جگہ بیٹھ جاؤں کہ جہاں نہ کوئی میرے نزدیک آئے اور نہ میں کسی کو دیکھوں"

تکملہ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کے بعد حافظ محمد الیاسؒ ایک دن حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جب زندہ اولیاء کو واصل بحق اولیاء سے ملاقات میسر ہوتی ہے۔ تو پھر ان کے دِل میں حزن و ملال کیوں پیدا ہوتا ہے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ یہ سچ ہے کہ ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ لیکن جسمانی ملاقات کے برابر حظ نصیب نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی روحانی ملاقات میں اُس قدر فائدے ہیں جتنے کہ جسمانی ملاقات میں ہیں۔

حکیم محمد عمر خلاصۃ الفوائد میں لکھتے ہیں کہ" میں نمازِ مغرب کے بعد حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور پاؤں دابنے لگا۔ جب میرا ہاتھ آپ کے پاؤں کے انگوٹھے پر پڑا تو آپ نے فرمایا کہ انگوٹھے کے قریب مجھے بہت مدت سے درد رہتا ہے۔

پھر فرمایا کہ" حضرت مولانا صاحبؒ برسوں سے عارضۂ نقرس (وجع مفاصل) میں مبتلا تھے۔ لیکن کسی کو بھی اُن کی اس تکلیف کی خبر نہ تھی۔ ایک دِن خود بخود

مجھے فرمایا کہ مدت گزری ہے کہ مجھے نقرس کا درد رہتا ہے۔" بندہ نے عرض کیا کہ یہاں بہت سے حکیم موجود ہیں۔ بہتر ہے کہ کسی سے مشورہ کر کے علاج شروع کیا جائے۔"

حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ "ہمیں یہ درد موروثی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ اور حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ بھی اسی مرضِ نقرس میں مبتلا تھے۔ پس یہ ہمارے سلسلہ کا موروثی مرض ہے۔ اس کا کیا علاج۔

غرضیکہ حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کے بعد آپ اسی طرح غم زدہ، بے قرار اور مضطرب رہے۔ بیمار رہنے لگے اور کمزور ہونے لگے اور تخلیہ پسند بھی۔ اتنے میں ایک اور اندوہناک سانحہ ہُوا۔ حضرت مولانا صاحبؒ کے وصال کے چار سال دس ماہ بعد آپ کے محبوب ترین خلیفہ حضرت خلیفہ نور محمد نارووالہ صاحبؒ کا وصال ہو گیا۔ مولانا نارووالہ صاحبؒ کی تاریخِ وصال ۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۴ھ ہے۔

جب حضرت قبلۂ عالمؒ کے پاس حضرت نارووالہ صاحبؒ کے وصال کی خبر پہنچی تو آپ نے آہِ سرد کھینچی اور یہ شعر پڑھا:

عرفی چہ نشستہ کہ یاران رفتند!
ماندی تو پیادہ و شہ سواران رفتند

دن بدن جسم مزید کمزور ہونے لگا۔ لاغری حد سے بڑھ گئی اور تپِ دائمی رہنے لگا۔

منقول ہے کہ ایک دن حافظ صاحبؒ فرزند حضرت نارووالہ صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور شرفِ قدم بوسی حاصل کیا۔ پھر حضرت قبلۂ عالمؒ کے پائے اقدس ہاتھ میں لے کر ملنے لگے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ حضرت کا بدن ازحد کمزور ہو گیا ہے۔ بہت غمگین و فکر مند ہو گئے اور ایک آہِ سرد بھری۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے زبانِ فیض ترجمان سے فرمایا:

"اے حافظ میرا یہ حال تیرے باکمال والد صاحب کے وصال
کے بعد ہو گیا ہے"

تکملۂ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ قاضی محمد عاقلؒ فرماتے تھے کہ آخری سال میں تپ دائمی مستقل شکل اختیار کر گیا تو سب فکر مند ہو گئے۔ میں نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت اس تپ دائمی کا کیا انجام ہو گا؟ فرمایا "سالک کو چاہیئے کہ شیخ سے ایسے امور کے بارے میں سوال نہ کرے۔ بلکہ اپنے قیاس سے کام لے"

قاضی محمد عاقلؒ فرماتے تھے کہ آخری دنوں میں بھی بعض دوستوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں حضرت قبلۂ عالمؒ سے دریافت کروں کہ آپ کا مزار مبارک کہاں ہو گا؟ مجبوراً میں نے آپ سے یہ سوال کر دیا۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ "میں غیب دان نہیں ہوں۔ خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ مجھے کہاں لے جایا جائے گا"

قاضی محمد عاقلؒ فرماتے تھے کہ یہ جواب سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کا مزار مبارک مہار شریف کی بجائے کہیں اور ہو گا۔

گلشن ابرار میں ہے کہ حافظ محمد جمال ملتانیؒ فرماتے تھے کہ "میں حضور قبلۂ عالمؒ کے ہمرکاب حضرت بابا تاج سرور شہیدؒ کی زیارت کے لئے چند بار حاضر ہوا۔ حضور کا دستور تھا کہ جب زیارت اور فاتحہ خوانی سے فارغ ہوتے اور اپنے ڈیرے کی طرف واپس آنے لگتے" تو یہاں آ کر بیٹھ جاتے تھے' جہاں آج کل آپ کا روضۂ مبارک ہے۔ یہ جگہ ایک صاف میدان تھا۔ مگر اس میدان میں جہاں آپ بیٹھتے تھے۔ وہاں ایک سرسبز اور خوش نما درخت اُگا ہوا تھا۔ حضور اس درخت کے نیچے چند گھنٹے آرام فرماتے تھے۔ آپ نے بارہا فرمایا:

"یہ کیسی اچھی جگہ ہے۔ مجھے اس جگہ سے محبت کی خوشبو
آتی ہے"

میں یہ سنتا اور ہمیشہ متعجب رہتا کہ اس مقام کی تعریف کرنے اور یہاں ٹھہر جانے اور آرام کرنے کی ضرور کوئی وجہ ہو گی۔

آخر کار اس حکمتِ پوشیدہ کا اظہار اس وقت ہوا، جب آپ کے وصال کے بعد حاضرین آپ کے جسدِ اطہر کو کسی کی مرضی یا باہمی صلاح مشورہ کے بغیر مہار شریف سے تاج سرور میں لائے اور اسی مقام پر لاکر دفن کر دیا، جس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

"ازیں زمین بوئے دلہا مے آید"

مولوی غلام رسول بہاولپوری و دیگر بزرگوں سے منقول ہے کہ آپ وصال سے چند دن قبل بالکل خاموش ہو گئے۔ ہر لمحہ شغل پاس انفاس میں مشغول رہنے لگے۔ خاموشی اس قدر اختیار کر لی کہ خواص و عوام میں سے کسی کے ساتھ بھی گفتگو نہیں کرتے تھے۔

ایک دن خلفاء فرزندان اور دیگر احباب نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا کہ بہت سی اہم باتوں کے بارے میں آپ سے پوچھنا اور جواب لینا ضروری ہے۔ یہ سلسلہ جنبانی کس طرح کی جائے۔ کافی غور و فکر کے بعد یہ طے ہوا کہ حافظ محمدؐ الیاس سیال آپ سے ان تمام امور کے بارے میں بات چیت کریں۔

حافظ محمدؐ الیاس سیال حضرت قبلۂ عالمؒ کے مجاز تھے اور آپ سے بے تکلف بول چال کے عادی تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ بھی ان کے حال پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ وہ تیار ہو گئے اور سب کو اپنے ساتھ لے کر حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تمام حاضرین حجرے کے اردگرد حلقہ بنا کر بیٹھ گئے اور حافظ محمدؐ الیاس حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں چلے گئے۔

حضرت قبلۂ عالمؒ نے دیکھا اور اشارۃً پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ حافظ صاحبؒ نے عرض کیا کہ قبلہ ہم سب بہت سی معروضات کے لئے حاضرِ خدمت ہوئے ہیں۔ ذرہ نوازی فرماتے ہوئے ہمیں جواب سے سرفراز فرمائیں۔

حضرت قبلۂ عالمؒ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور سوالات کرنے کی اجازت بخشی۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ ہم جو کچھ عرض کریں گے، براہِ کرم ان کے جوابات اشارات

میں نہ دیں اس لئے کہ ہم لوگ زُود فہم نہیں ہیں۔ اشارے سے نہ سمجھ سکیں گے۔ گفتگو فرمائیں تاکہ ہم اطمینان حاصل کر سکیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے اَز رہِ عنایت زُبانِ مُبارک سے جواب دینے کا وعدہ فرمایا۔

حافظ صاحب نے عرض کیا:

۱۔ غریب نواز آخر فنا ہے۔ آپ کے مزاج شریف کی موجودہ حالت اور مرض کی شِدّت دیکھ کر ہمیں فکر ہے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی اولاد کا کیا حال ہوگا اور اِن کا گزارہ کیونکر ہوگا۔

حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا" اگر میری اولاد نے فقیروں کی خدمت اور اپنے مشائخ کی مطابعت سے مُنہ نہ موڑا تو یہ کبھی کسی کے محتاج نہ ہوں گے۔ ہمارے بزرگوں کا یہی وظیفہ ہے۔ اگر میری اولاد نے اِس پہ عمل کیا تو انہیں کوئی حاجت نہیں رہے گی۔ لوگ ان کے حاجت مند رہیں گے۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں اِس کے گدا دارا و جَم ؒ (اقبالؒ)

۲۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ آپ کے مدفن کے بارے میں پریشانی بھی ہے اور اختلافِ رائے بھی۔ آپ فرما دیں کہ مدفن کہاں ہونا چاہیئے۔

حضرت قبلۂ عالمؒ نے ارشاد فرمایا کہ "مَیں نجومی نہیں ہُوں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہیں مدفن بن جائے گا"

۳۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ بعض احباب کی مرضی ہے کہ تاج سرورہ میں بنایا جائے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا "ما شاء اللہ"۔ (یعنی رضا مندی و اطمینان کا اظہار فرمایا)۔

۴۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ اب تو ہم سب غُلام آپ کی خدمتِ عالیہ میں مشرّف ہو کر معروضات پیش کرتے ہیں اور اپنی اپنی مراد پا لیتے ہیں۔ حضور کے بعد ہمارا حال کیا ہوگا؟ وَاللہُ اَعلم۔ ہماری عرض قبول ہو گی یا نہیں؟

حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا :

"جو شخص بھی وصال کے بعد ہمارے بزرگوں کی خدمت میں حاضری دے اور اپنی عرض پیش کرے۔ وُہ قبول فرماتے ہیں اور جہاں بلائیں حاضر ہوتے ہیں"

حافظ صاحب نے عرض کیا کہ اسی طرح جس طرح اب ہے یا کسی اور طرح؟

فرمایا : "بالکل اسی طرح"

حافظ صاحب نے عرض کیا کہ یہ مہربانی صرف اہلِ نسبت اور خواص کے ساتھ ہوتی ہے یا عوام کے ساتھ بھی۔

فرمایا : "ہر شخص کے ساتھ"

جب یہ شفقت بھرے الفاظ حضرت قاضی محمد عاقلؒ نے سُنے تو آپ پر بے خودی کا عالم طاری ہو گیا۔ آپ نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور بات چیت ختم ہو گئی۔

تکملۂ سیر الاولیاء میں حضرت قاضی محمد عاقلؒ سے منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے آخری ایام میں بعض دوستوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں آپ سے دریافت کروں کہ آپ کا مزارِ مُبارک کہاں ہوگا۔ مجبوراً میں نے حضور سے یہ سوال کر دیا۔ آپ نے فرمایا :

"میں غیب دان نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ مجھے کہاں لے جایا جائے گا۔؟

یہ سُن کر مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کا مزارِ مُبارک مہار شریف کی بجائے کہیں اور ہوگا۔ چنانچہ حضرت بابا تاج سرورؒ کے قبرستان میں اُسی مقام پر آپ کا مزارِ مُبارک بنا جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد بعض احباب نے یہ سوچا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کو وہاں سے دوبارہ مہار شریف لا کر دفن کیا جائے تاکہ مہار شریف ویران نہ ہو جائے۔ جب حضرت قاضی محمد عاقلؒ نے یہ سُنا تو فرمایا :

"اب خدا تعالیٰ کسی کو بھی اس کی توفیق نہیں دے گا۔"

جائے مدفن کے بارے میں گلشن ابرار میں میاں احمد کلیہرہ سے بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ حضرت بابا تاج الدین سرور شہیدؒ کے روضۂ مبارک پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور بعد ازاں اپنے آباؤ اجداد کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے۔

اس مقام پر میرے دل میں معاً خیال آیا کہ آخر اس دنیائے فانی کو ایک دن چھوڑنا ہے۔ یہاں اس مقام پر جگہ بہت تنگ ہو گئی ہے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے وصال کے بعد اس جگہ آپ کا مزارِ مبارک کیسے بن سکے گا؟ یہاں مزار کے لئے گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے نورِ معرفت سے میاں احمد کے خطرۂ دلی کو دریافت کر لیا اور فرمانے لگے "میاں احمد اس بات کی فکر نہ کرو۔ میرا مدفن جنت البقیع میں ہو گا۔"

مناقب المحبوبین میں بھی اسی سلسلہ میں میاں محمد بخش چشتیؒ سے ایک حکایت منقول ہے۔ میاں بخشؒ حضرت بابا تاج سرور شہیدؒ کی اولادِ پاک سے تھے اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے مریدانِ مجاز میں سے تھے۔ وہ بھی اسی قسم کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالمؒ حضرت تاج سرورؒ کی زیارت کے بعد دیگر اہلِ قبور پر فاتحہ پڑھ رہے تھے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ قبرستان بھر گیا ہے اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے دادا صاحبؒ کے اور والد صاحبؒ کے مزارات بھی یہیں ہیں۔ مگر اب آپ کے مزارِ مبارک کے لئے جگہ نظر نہیں آتی۔ یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا:

"میاں بخش میری قبر جنت البقیع میں ہو گی۔"

خواجہ امام بخش مہاروی ان حکایات و اقوال کی روشنی میں گلشن ابرار میں لکھتے ہیں کہ "حضرت قبلۂ عالمؒ کے ارشادِ گرامی کی دو تاویلات ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ تم لوگ یہ نہ خیال کرو کہ میری جائے دفن یہ تنگ و قلیل احاطہ ہو گا

نہیں۔ بلکہ میرا مکانِ دفن جنّت البقیع ہو گا۔ کہ جو شخص وہاں دفن ہوتا ہے وہ خوش بخت و صاحبِ نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ پس کارکنانِ قضا و قدر جس شخص کو اُس مقدّس مقام کے لائق نہیں دیکھتے، اس کا جنّت البقیع میں دفن ہونا روا نہیں رکھتے۔ بلکہ اُسے نکال کر کسی اور جگہ دفن کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص اس مقام کے لائق ہوتا ہے۔ وہ اگر کسی دوسری جگہ بھی دفن کیا گیا ہو۔ اسے وہاں سے نکال کر جنّت البقیع میں لا کر دفن کر دیتے ہیں۔ تو شاید آپ نے بھی اپنے یقینِ مغفرت کی بنا پر اپنی جائے دفن جنّت البقیع فرمادی ہو۔

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ ہماری جائے دفن بھی جنّت البقیع کی طرح ہو گی کہ جو شخص بھی میرے قرب و احاطہ میں دفن ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرمِ بے حساب سے بخش دے گا اور عذابِ قبر سے مامون رکھے گا۔

اور ایک تاویل اس کم علم اور بے عمل مؤلف کی بھی ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے حضرت بابا تاج الدین سرور شہیدؒ کے ارد گرد دور تک پھیلے ہوئے قبرستان کو اور اپنی درگاہِ معلّٰی کے احاطے اور اس کے قرب و جوار کو جنّت البقیع سے تشبیہہ دی ہے۔ کہ اس ماحولِ پُر نور میں ابدی زندگی سونے والے بھی مامون و محفوظ ہیں۔ تب ہی تو بقول میاں نور الصمد مہاروی حضرت کریم سلیمانِ ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ نے درگاہِ معلّٰی کے قریب اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ دوڑا کر فرمایا تھا۔ "کہ یہاں چاروں طرف اللہ کے ایسے دوست اور اولیاء مدفون ہیں۔ جن کے مقاماتِ روحانی قابلِ رشک ہیں۔"

خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ وصال سے قبل کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن !!

یعنی مجھے اپنی طرح زندہ ہی خیال کرو۔ اگر تو جسم میں آئے گا تو میں جان میں آجاؤں گا۔

**وصال:** آخر کار "کُل نفسٍ ذائقۃ الموت" کی گھڑی بھی آپہنچی اور دوست دوست کے پاس پہنچ گئے۔ ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ کی تین تاریخ تھی (مطابق ۳ اگست ۱۷۹۱ء)۔ پنجشنبہ کی رات تھی۔ سورج کے طلوع ہونے سے ایک گھنٹہ قبل آفتابِ ولایت ہمیشہ کے لئے چھپ گیا اور جہانِ چشتیاں بے نور ہو گیا۔

"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

وصال کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ (۶۳) برس تھی۔ نواب غازی الدین خان نے اس مصرع سے آپ کی تاریخِ وصال نکالی:

حیف واویلا جہاں بے نور گشت

خلاصۃ الفوائد میں لکھا ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کی مُہرِ مُبارک پر یہ سجع تھا:

ز نورِ محمد جہاں روشن است

آپ کی نمازِ جنازہ حضرت حافظ محمد جمال ملتانیؒ کے خلیفہ و قائم مقام حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ نے پڑھائی تھی۔

---

# اولادِ عالی مقام

حضرت قبلۂ عالمؒ نے اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا صاحبؒ کے حکم پر یہ شادی کی تھی۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "اے نور محمد اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹے عطا کرے گا۔ اُن میں سے پہلا بیٹا ہمارا ہوگا" چنانچہ شادی کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے عطا کئے۔

فرزندانِ گرامی کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں :

۱۔ سب سے بڑے حضرت خواجہ نور الصمد شہیدؒ تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ انہیں اپنے ساتھ دہلی شریف لے گئے اور حضرت مولانا صاحبؒ کا مرید کرا دیا۔

۲۔ دوسرے بیٹے حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ تھے۔ اِن کی بیعت اپنے والدِ محترم حضرت قبلۂ عالمؒ سے تھی۔

۳۔ تیسرے بیٹے حضرت خواجہ نور الحسن منگھیرویؒ تھے۔ اِن کی بیعت حضرت قاضی محمد عاقلؒ (کوٹ مٹھن شریف) سے تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلۂ عالمؒ کو دو دخترانِ نیک اختر بھی عطا کیں، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں :

۱۔ محترمہ زینت بی بی صاحبہؒ

۲۔ محترمہ صاحب بی بی صاحبہؒ

# حضرت خواجہ نور الصمد شہید رحمۃ اللہ علیہ - فرزندِ اکبر و سجادہ نشینِ اوّل

آپ حضرت قبلۂ عالمؒ کے فرزندِ اکبر تھے۔ آپ کی بیعت حضرت مولانا صاحبؒ سے تھی۔ حضرت قبلۂ عالمؒ حضرت شہید صاحبؒ کو اپنے شیخ کا حصّہ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں اِن کے بارے میں لکھا کہ "حضرت دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے اِس بیٹے کو ہدایتِ کاملہ نصیب فرمائے"۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ " میرے حصّے کا یہ بیٹا، انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن آپ کے دوسرے نیک و صالح بیٹوں کے برابر ہوگا"۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالمؒ حسبِ معمول پاکپتن شریف کی حاضری اور زیارتِ حضرت گنج شکرؒ کے لئے روانہ ہُوئے تو حضرت شہید صاحبؒ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ عُرسِ مُبارک کی تقاریب میں ترکت کی۔ ایامِ عُرس کے بعد آپ نے حضرت شہید صاحبؒ کو فرمایا کہ " آج رات فلاں کلام پڑھ کر حضرت بابا صاحبؒ کے سرہانے کی طرف سو جاؤ۔ جو کچھ خواب میں نظر آئے۔ صُبح میرے سامنے بیان کرو"۔ حضرت شہید صاحبؒ نے وُہ عمل پڑھا اور سو گئے۔ خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ سیرت، پُرکشش اور نُورانی چہرے والے بُزرگ نے خُون سے بھرا ہُوا ایک کٹورہ انہیں عنائیت کیا اور فرمایا کہ اِسے پی لو۔ انہوں نے پی لیا۔ آنکھ کھُل گئی۔ صُبح جب حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہُوئے تو رات کا خواب بیان کیا۔

حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا " اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں مرتبۂ شہادت نصیب ہوگا۔ حضرت مولانا صاحبؒ کا فرمانِ مُبارک پُورا ہوگا اور تم بغیر حساب کے جنّت الفردوس میں داخل ہو جاؤ گے۔ اِس لئے کہ شہداء کا یہی مقام ہے"۔

## محاسن

حضرت قبلۂ عالمؒ کے وصال کے بعد ۱۲۰۵ھ میں آپ اِس درگاہِ معلّٰی کے پہلے سجادہ نشین کی حیثیت سے مسند قبلۂ عالمؒ پر رونق افروز ہوئے۔ سجادگی کے اِس مختصر ترین دور میں آپ نے اپنے شیخ و مرشد اور والدِ گرامیؒ کے راستہ پر چلنے کے لئے کمر ہمت باندھی اور زائرین، مُریدین، فقرا، علماء، امراء اور درویشوں کی خدمت میں مصروفِ عمل ہو گئے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے خلفاء، پیر برادران اور احباب سے محبت و احترام سے پیش آتے تھے۔ اپنے خاندان کے اکابرین کی رضامندی و دلجوئی میں ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔

## شہادت

دورِ سجادگی کے تین ماہ بھی پُورے نہ ہو سکے حضرت مولانا صاحبؒ کی پیشن گوئی پُوری ہونے کو آئی۔ مقامِ شہادت نے آگے بڑھ کر حضرتِ شہیدؒ کے قدم چُوم لئے۔ اور چشم زدن میں بخاک و خوُن غلطیدن، کی تمام رسومات ادا ہوگئیں:

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

تکملۂ سیر الاولیاء و دیگر ملفوظات میں مرقوم ہے کہ قومِ مہاراں کے کسی شخص نے خاندانی عداوت کی بنیاد پر آپ کو شہید کر دیا۔ اِس حادثہ کے نتیجہ میں مہاراں شریف چشتیاں شریف، اور تمام چشتیہ خانقاہوں پر اُداسی چھا گئی۔ مہار شریف تو اس حادثہ کے بعد چند سال ویران رہا۔ حضرت شہید صاحبؒ کے قاتل بہت جلد ذلیل و خوار و مردُود ہوئے اور مارے گئے۔

یہ واقعۂ شہادت سجادگی کے دو ماہ ستائیس دِن بعد یکم ربیع الاوّل ۱۲۰۶ھ کو پیش آیا۔ آپ کو شہادت کے بعد حضرت قبلۂ عالمؒ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کا مزارِ مُبارک حضرت قبلۂ عالمؒ کے پہلو میں مشرقی جانب روضۂ مُبارکہ کے اندر

موجود ہے۔

دو صدیاں گزر گئیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کا مرقدِ مبارک روضۂ شریف میں اور روضۂ شریف درگاہِ معلّٰی میں تبدیل ہو گیا۔ محفل خانے، لنگر خانے، مہمان خانے تعمیر ہو گئے۔ مسجد و مدرسہ و سرائے بن گئے۔ بستی تاج سرور، چشتیاں شریف میں تبدیل ہو گئی اور چشتیاں شریف ایک ملکی و ملی روحانی مرکز کی صورت اختیار کر گیا۔ پرانی مختصر سی بستی سے ایک نیا شہر وجود میں آ گیا۔ جدید ذرائع رسل و رسائل آ گئے۔ مٹی کے دیئے کی جگہ بجلی کے قمقموں نے لے لی۔ گھوڑی کی سواری (جو حضرت قبلۂ عالمؒ کی سواری تھی) کار کی سواری میں تبدیل ہو گئی۔ مگر بایں ہمہ دورِ اوّل آج بھی قریں دور نظر آتا ہے۔

حضرت شہید صاحبؒ نے اپنا خون دے کر اس درگاہِ معلّٰی کی بنیاد استوار کی تھی۔ آپ کے مزارِ اقدس سے آج بھی یہ صدا آ رہی ہے:

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئینِ گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

آپ یقیناً آستانہ عالیہ قبلۂ عالمؒ کی خشتِ اوّل ہیں اور نہایت اہم ہیں۔

## اولاد

حضرت شہید صاحبؒ کے تین فرزند تھے۔ صاحبِ تکملۂ سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ حضرت شہیدؒ کے تینوں صاحبزادے صاحبِ نام و نشاں اور مقبول و مشغول باللہ ہوئے۔

## ۱۔ حضرت میاں نور حسین مہارویؒ

حضرت شہیدؒ کے سب سے بڑے فرزند میاں نور حسین مہارویؒ تھے۔ آپ حضرت قبلۂ عالمؒ کے خلیفۂ مجاز تھے حضرت قاری عزیز اللہؒ کی بیعت سے مشرف تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے تمام خلفائے عظام کے ساتھ شرفِ صحبت حاصل تھا۔ خاص طور پر خلیفہ حافظ غلام حسن

بھٹیؒ کو پیرِ صحبت بنایا اور مرتبۂ عظیم حاصل کیا۔ آپ کا وصال ۱۴ ذوالقعدہ ۱۲۵۹ھ کو ہوا۔

## ۲۔ حضرت حافظ غلام نبی مہارویؒ:

حضرت شہید صاحبؒ کے دوسرے فرزند حافظ میاں غلام نبیؒ تھے۔ آپ پیر پٹھان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ کامل اعتقاد رکھتے تھے۔ اپنے پیر بھائیوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ خلفائے قبلۂ عالمؒ اور اکابرینِ خاندان کا احترام کرتے تھے۔ ۲ ذوالحجہ ۱۲۵۵ھ آپ کی تاریخِ وصال ہے۔ خلافت حضرت پیر پٹھانؒ سے تھی۔

## ۳۔ حضرت حافظ غلام مصطفےٰ مہارویؒ

حضرت شہید صاحبؒ کے تیسرے فرزند حافظ غلام مصطفےٰؒ تھے۔ آپ کی بیعتِ ارادت حضرت قاضی محمد عاقلؒ (کوٹ مٹھن شریف) سے تھی۔ آپ غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ کمال ہمدردی و غمگساری کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ آپ کا زیادہ تر وقت صوم و صلوٰۃ اور ورد وظائف میں گزرتا تھا۔ آپ کا وصال ۱۷ ربیع الآخر ۱۲۵۷ھ کو ہوا۔

اِن تینوں حضرات کے مزارِ مبارک حضرت قبلۂ عالمؒ کے روضۂ شریف کے باہر پائینتی کی طرف ایک حجرہ خاص میں ہیں:

---

# حضرت خواجہ نور احمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ۔ فرزندِ دوم و سجادہ نشینِ دوم

آپ حضرت قبلۂ عالمؒ کے دوسرے فرزند ہیں۔ آپ نے سب سے پہلے قرآنِ پاک حفظ کیا۔ اس کے بعد علومِ نقلی و عقلی کی تحصیل میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ آپ اپنے والدِ بزرگوار حضرت قبلۂ عالمؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ ان کی صحبت و مطابقت میں یہاں تک کمال حاصل کیا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ آپ کو فقیر کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولےٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی!

گلشنِ ابرار میں مرقوم ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے ایک مُریدِ خاص میاں محمد عظیم ایک رات خواب میں حضرت قبلۂ عالمؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا "میاں محمد عظیم جاؤ اور سب رُفقاء سے کہو کہ میرے کپڑے برخوردار نور احمد کو پہنا دیں"۔ ان دنوں حضرت شہید صاحبؒ سجادہ نشین تھے۔ میاں محمد عظیم حیران ہوئے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے خلیفۂ مجاز حافظ غلام حسن بھٹیؒ کے پاس آئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا "خاموش رہو۔ مجھے بھی حضرت قبلۂ عالمؒ کا ارشاد اسی طرح ہوا ہے"۔ ابھی تین ماہ بھی نہیں پورے ہوئے تھے کہ حضرت شہید صاحبؒ کا واقعۂ شہادت رونما ہوا۔ چنانچہ اس خواب کی تعبیر سامنے آئی۔ حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کے سجادہ پہ رونق افروز ہوئے۔

**محاسن:** آپ درگاہِ معلّٰی کے دوسرے سجادہ نشین ہیں۔ آپ تقریباً پچاس برس مسندِ خلافت پہ جلوہ فگن رہے۔ آپ شب و روز عبادت

و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ نے حضرت قبلۂ عالمؒ کے تمام خلفائے اعظم سے فیض حاصل کیا۔ حضرت حافظ محمد جمال ملتانیؒ نے آپ کو خرقۂ خلافت بھی عطا فرمایا۔ آپ علماء، فقراء اور غربا کو بہت دوست رکھتے تھے۔ سخی تھے۔ کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔ فقیروں، غریبوں، مہمانوں اور طالب علموں کے لئے لنگر جاری رہتا تھا۔ بڑے بڑے عالم آپ کی بارگاہ سے حصہ پاتے تھے۔ آپ کی کرامات اور خوارقِ عادات بھی بے شمار ہیں۔

انوارِ جمالیہ میں ہے کہ بمصداق حدیثِ مبارکہ "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ" (بیٹا اپنے باپ کا راز ہوتا ہے۔) آپ حضرت قبلۂ عالمؒ کا سر یا بھید تھے۔ کیونکہ آپ صورت اور سیرت میں اپنے والدِ بزرگوارؒ کی مثل تھے۔ چونکہ آپ کی شکل و صورت حضرت قبلۂ عالمؒ سے بہت زیادہ ملتی جلتی تھی، اس لئے حافظ محمد جمال ملتانیؒ آپ سے کمال عشق و محبت رکھتے تھے اور آپ کے والا و شیدا تھے جب بھی کبھی حافظ صاحبؒ کی طبعِ اقدس میں اپنے پیر و مرشد حضرت قبلۂ عالمؒ کی زیارت کا شوق غالب آتا تو آپ کی طرف دیکھتے۔ آپ سے بغل گیر ہو جاتے اور آپ کے ہاتھ پاؤں چومتے۔ محبت کے ساتھ ساتھ ادب کی بھی کوئی حد نہ تھی۔ ہمہ وقت حضرت خواجہ نور احمدؒ کی رضا جوئی، خدمت اور متابعت میں مصروف رہتے۔

حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ کا وصال ۱۸، رمضان المبارک ۱۲۵۴ھ کو ہوا۔ آپ کا مزارِ مبارک روضہ شریف میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے مزارِ مبارک کے متصل مغربی جانب ہے۔

**اولاد:۔** حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ کے چھ فرزند تھے جو اپنے آباؤ اجداد اور مشائخِ عظام کے نقشِ قدم پر چلنے والے تھے اور اہلِ سلسلہ کے لئے ہدایت کا موجب تھے۔

۱۔ **حضرت خواجہ محمود مہارویؒ**: آپ حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ کے فرزندِ اکبر تھے۔ اپنے والدِ گرامی کے وصال کے بعد درگاہِ معلّٰی کے تیسرے سجّادہ نشین بنے۔ آپ کی بیعت حضرت قاضی محمد عاقلؒ (کوٹ مٹھن شریف) سے تھی۔ ان ہی سے سعادتِ ازلی اور نعمتِ لم یزلی حاصل کی۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے دیگر خلفائے عظام کی صحبت سے بھی استفادہ کیا۔ مسکینوں اور حاجت مندوں کے حال پر بے حد رحم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبانِ مبارک میں ایسی تاثیر رکھی تھی کہ جو لفظ بھی زبانِ مبارک سے نکلتا پورا ہو کر رہتا۔ آپ کا وصال دس رمضان المبارک ۱۲۶۶ھ کو ہوا۔

۲۔ **حضرت خواجہ حافظ غلام فرید مہارویؒ**: آپ حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ کے فرزندِ دوئم ہیں اور مؤلف گلشنِ ابرار حضرت خواجہ امام بخش مہارویؒ کے والد۔ حفظِ قرآن پاک کے بعد علوم بھی حاصل کئے۔ حافظ محمد جمال ملتانیؒ اپنے دسترخوان پر اُن کو بٹھا کر پھر کھانا کھاتے تھے۔ سفر میں اپنی سواری پر اپنے ساتھ بٹھاتے تھے اور فرماتے تھے یہ میرا بیٹا ہے۔ حضرت خواجہ خدا بخش خیرپوریؒ سے نعمتِ باطنی ملی اور چاروں سلسلوں میں خلافت و اجازت عطا ہوئی۔ آپ کی تمام عمر اپنے بزرگوں کی مطابقت، احیائے سنّت، اوراد و وظائف اور تلاوتِ قرآنِ مجید میں صرف ہوئی۔ ہزاروں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کا وصال کو ہوا۔ حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ کے دوسرے چار فرزندانِ گرامی کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

۱۔ حافظ نبی بخش مہارویؒ
۲۔ میاں خدا بخش مہارویؒ
۳۔ حافظ قادر بخش مہارویؒ
۴۔ حافظ گنج بخش مہارویؒ

# حضرت خواجہ نور حسن منگھیروی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ فرزند سویم

آپ حضرت قبلۂ عالمؒ کے تیسرے فرزند ہیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے بچپن میں ہی آپ کو حضرت قاضی محمد عاقلؒ (کوٹ مٹھن شریف) کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے آپ کو بیعت سے مشرف کیا اور پھر خلافت و اجازت بھی عطا فرمائی۔ آپ بے حد سخی تھے۔ سخاوت اور مروت میں بے مثال تھے اور گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے۔

ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالمؒ کسی جگہ تشریف لے گئے۔ حضرت شہید صاحبؒ اور خواجہ نور حسنؒ بھی ہمراہ تھے۔ جب آپ سفر سے واپس آ رہے تھے اور ایک منزل باقی تھی تو خواجہ نور حسنؒ کو بخار ہو گیا۔ ظہر کے وقت منگھیر پہنچے حضرت قبلۂ عالمؒ وہاں ٹھہرے۔ غسل کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ خواجہ نور حسنؒ کو مسجد کی دیوار کے سایہ میں لٹا دیا۔ وہ سو گئے۔ جب اُٹھے تو بالکل صحت مند تھے۔

حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منگھیر کی آب و ہوا نور حسن کی طبعیت کے موافق ہے۔ ممکن ہے کہ یہیں ان کا مستقل مسکن ہو" چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت قبلۂ عالمؒ کے وصال کے چند سال بعد خواجہ نور حسنؒ مستقل طور پر منگھیر آ گئے اور اسے منگھیر شریف بنا دیا۔

آپ کا وصال ۲۳ شوال ۱۲۵۵ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار شریف روضۂ مبارکہ کے اندر حضرت شہید صاحبؒ کے مزار کے متصل شرقی جانب ہے۔

آپ کے چھ فرزند تھے، جن کے نام حسبِ ذیل ہیں :

۱۔ خواجہ نظام بخشؒ

۲۔ خواجہ نصیر بخشؒ

۳۔ میاں تاج محمودؒ

۴۔ میاں غلام قادرؒ

۵۔ میاں عمر بخشؒ

۶۔ میاں غلام علیؒ

حضرت خواجہ نور حسن منگھیرویؒ کے تمام صاحبزادے بہترین صفات و محاسن کے حامل تھے۔ البتہ صاحبِ گلشنِ ابرار نے صاحبزادہ خواجہ نصیر بخشؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خاص خوبیوں کے مالک تھے۔ ہر خاص و عام سے محبت کرتے تھے۔ یتیموں کے ملجاء و ماوا تھے۔ ان کے مدرسے سے بے شمار طالبِ علم فیض یاب ہوئے۔ بے شمار لوگ ان کے لنگر کے وظیفہ خوار تھے۔ غرضیکہ آپ مکارمِ اخلاق کے منبع اور محاسنِ اشفاق کے مصدر تھے۔

---

والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونو بوڑھے ہوکر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے عزت و احترام کے ساتھ بات کرو۔

(بنی اسرائیل : ۲۴)

# حضرت قبلہ عالمؒ کی دختران نیک اختر

## ۱۔ محترمہ زینت بی بی صاحبہؒ

آپ کی شادی لالیکہ قوم کے جناب جمال محمد صاحبؒ بن خلیفہ غلام محمد صاحبؒ کے ساتھ ہوئی تھی۔ جمال محمد صاحبؒ تھوڑے عرصہ بعد فوت ہو گئے۔ آپ اپنے خاوند کی وفات کے بعد حضرت قبلۂ عالمؒ کے پاس آگئیں اور بقیہ زندگی یہیں اپنے پدرِ بزرگوارؒ کے گھر میں عبادت و ریاضت میں گزار دی۔ آپ کا زیادہ تر وقت اوراد و وظائف میں صرف ہوتا تھا۔ نیک فطرت، غریب پرور اور پیکرِ جود و سخا تھیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "زینت ہمارے گھر کی زینت ہے"۔

## ۲۔ محترمہ صاحب خاتون صاحبہؒ

آپ کی شادی سید شیر شاہ صاحبؒ سے ہوئی تھی، جو پیر عادل شاہ صاحب کی اولاد حاجی سید رسول صاحب کے نسب سے تھے۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا، جو بچپن میں فوت ہو گیا۔ یہ بی بی صاحبہؒ بھی اپنے پدرِ بزرگوار حضرت قبلۂ عالمؒ کے دولت خانہ میں آگئیں اور اپنی تمام عمر گوشہ نشینی میں عبادت و ریاضت اور وظائف و نوافل میں گزار دی۔

صاحبِ گلشنِ ابرار تحریر فرماتے ہیں کہ دونوں پاک دامن بیبیوں کا تقرب حضرت قبلۂ عالمؒ کے ساتھ، زندگی میں اور بعد از وصال، بے حد حساب تھا۔

---

# گلستانِ مہاروی

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تین فرزندِ ارجمند عطا فرمائے تھے، جو روضہ شریف کے اندر آپ کے دائیں بائیں آرام فرما رہے ہیں۔ آپ کی اولاد امجاد کے کوائف اکٹھے کرنا کوئی آسان کام نہیں جبکہ کچھ بزرگان اب مہار شریف اور اس کے مضافات سے نقل مکانی بھی کر چکے ہیں چند سال قبل جناب میاں محمد اشرف صاحب نظامی مہاروی دامت برکاتہ نے انہیں یکجا کرنے کی سعی کی جسے "مناقب المحبوبین" کے پہلے مکمل ترجمہ کے اندر ایک نقشے کی شکل میں تہہ کر کے رکھ دیا گیا، مگر کتاب کے اندر اس کی مستقل کوئی حیثیت نہ تھی۔ اب موصوف نے اس گرانقدر مواد کی ۱۹۹۱ء تک توسیع کر دی ہے اور اسے اس کتاب کا ایک مستقل باب بنانے کا حکم دیا ہے جس کی تعمیل کی جا رہی ہے۔ نیز لگ بھگ سوا سو (۱۲۵) اکابرین سلسلہ کے مشائخ عظام کے اسمائے گرامی کا اضافہ ایک علیحدہ گوشوارے میں کر دیا گیا ہے۔ لیکن بیعت خلافت کے بارے میں ہماری یہ کوشش سراسر نامکمل ہے۔ تاہم جن بائیس۲۲ حضرات کے بارے میں ہمیں کوائف مل سکے ہم انہیں تبرکاً مؤخر الذکر گوشوارے کی زینت بنا رہے ہیں۔ یقیناً باقی حضرات مہاروی بھی کسی نہ کسی شیخ سے خلافت یافتہ ہوں گے مگر جلدی میں ہم ان کے کوائف اکٹھے نہ کر سکے جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔

زیرِ نظر "گلستان" کے پہلے صفحہ پر اکتالیس۴۱ اکابرین کو ایک ساتھ دکھایا جا رہا ہے تاکہ خاصان سلسلہ کے مابین رشتوں کی نشاندہی ہو سکے۔ یوں حضرت قبلۂ عالمؒ کے تینوں۳ فرزند، پندرہ۱۵ پوتے، اور تیئس۲۳ پڑپوتے علی الترتیب **خواجگان** **حضرات** اور صاحبزادگان کے سرناموں کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ مزید برآں ان کا الاولد

ہونا، اولادِ نرینہ کا نہ ہونا، یا بچپنے میں وصال علی الترتیب ۱، ۲، اور ۳ کے ہندسوں سے ظاہر کر دیا گیا ہے ۔ باقی کے گیارہ صاحبزادگان کی اولادِ امجاد کا گوشوارہ آگے جس صفحہ پر درج کیا جا رہا ہے اس کا نمبر شمار بھی قارئین کی سہولت کے لئے ان کے ناموں کے سامنے درج کر دیا گیا ہے ۔ یوں اگلا صفحہ سارے گلستان کے لئے فہرست مضامین کا بھی کام دے رہا ہے ۔

چونکہ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے اس لئے اس میں خامیاں ضرور ہوں گی۔ لہٰذا صاحبزادگانِ عظّام سے بالخصوص اور قارئین کرام سے بالعموم درخواست ہے کہ ہماری خامیوں اور غلطیوں سے ہمیں آگاہ فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کا ازالہ کیا جا سکے ۔ یہ امر کسی تاکید کا محتاج نہیں کہ آپ حضرات کے گرانقدر تعاون کے بغیر اس گوشوارے کی تصحیح اور توسیع ناممکن ہے ۔

اللہ تعالیٰ ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کے علاوہ ہماری بے ادبیوں سے بھی در گذر فرمائے جو ان حضراتِ مہاروی کے اعلیٰ مقامات سے عدم آگہی کی وجہ سے ہم سے سرزد ہوئی ہیں ۔

---

نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر۔

( الانبیاء ۲۱ : ۱۰۷ )

ص ۲۷۳

**قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رح**

- **خواجہ نور حسن صاحب رح**
  - حضرت غلام عباس رح ۳
  - حضرت غلام قادر رح ۱
  - حضرت [illegible] محمود رح ۱
  - حضرت عمر بخش رح ۱
  - حضرت نصیر بخش رح
    - صاحبزادہ فضل حق رح
    - صاحبزادہ عبدالحق رح ۲
  - حضرت نظام بخش رح
    - صاحبزادہ احمد بخش رح ۱
    - صاحبزادہ غلام محمد رح ۱
- **خواجہ نور احمد صاحب رح**
  - حضرت قادر بخش رح
    - صاحبزادہ سراج الدین رح ص ۲۷۲
  - حضرت خدا بخش رح
    - صاحبزادہ محمد حیات رح ۲
    - صاحبزادہ محمد شریف رح ص ۲۷۱
  - حضرت نبی بخش رح
    - صاحبزادہ اللہ داد رح ۱
    - صاحبزادہ غلام حسین رح ص ۲۷۰
  - حضرت گنج بخش رح
    - صاحبزادہ کمال الدین رح ۱
    - صاحبزادہ غلام رسول رح ۱
  - حضرت غلام فرید رح
    - صاحبزادہ غلام صدیق رح ۲
    - صاحبزادہ غلام دستگیر رح ص ۲۶۹
    - صاحبزادہ امام بخش رح ص ۲۶۸
  - حضرت خواجہ محمود رح
    - صاحبزادہ غلام فخر الدین رح ص ۲۶۷
    - صاحبزادہ قطب الدین رح ۲
    - صاحبزادہ نور بخش رح
    - ص ۲۶۶
- **خواجہ نور الصمد شہید رح**
  - حضرت نور حسین رح
    - صاحبزادہ الٰہی بخش رح ص ۲۶۴
    - صاحبزادہ محمد عبداللہ رح ۲
    - صاحبزادہ محمد فخر الدین رح ۱
  - حضرت غلام مصطفیٰ رح
  - حضرت غلام نبی رح
    - صاحبزادہ عبدالغفور رح ص ۲۶۵
    - صاحبزادہ عبدالستار رح ص ۲۶۵
    - صاحبزادہ محمود رح ۱

| | |
|---|---|
| ۱ | لاولد |
| ۲ | نرینہ اولاد نہیں |
| ۳ | بچپن میں فوت ہوگئے |

دیکھئے صفحہ ص پر

خواجہ نور الصمدؒ
حضرت نور حسینؒ
صاحبزادہ اللہ بخشؒ

میاں محمد اشرف صاحبؒ
- میاں خیر محمد
  - میاں شرف الدین
    - میاں غلام اللہ بخش
      - میاں شرف الدین
      - میاں نجم الدین
      - میاں سیف الدین
  - میاں غلام نبی
    - میاں محمد اشرف
      - میاں خیر محمد
      - میاں فتح محمد
    - میاں محمد شریف
      - میاں محمد عبداللہ
      - میاں محمد نعیم
      - میاں محمد امجد
      - میاں محمد زبیر
      - میاں غلام نبی
- میاں فتح محمد ۲

میاں عبدالعزیز صاحب
- میاں عبدالغفور
  - میاں عبدالصمد
    - میاں عبدالرزاق
    - میاں عبدالغفار
  - میاں عبدالرؤف
    - میاں عبدالغفور
    - میاں طارق عزیز
    - میاں محمد نعیم
    - میاں عبدالمنان
    - میاں عبدالعلی

جاری ہے ---

خواجہ نُورُ الصمدؒ
حضرت غلام نبیؒ
صاجزادہ عبدالغفورؒ
صاجزادہ عبدالستارؒ

میاں عبدالعزیز صاحبؒ
میاں عبدالرحمٰن
میاں عبدالقیوم
میاں محمدؐ اورنگ زیب
میاں عبدُالرحمٰن
میاں عالمگیر
میاں عبدالرّحیم
میاں عبدالعزیز
میاں طاہر عزیز
میاں عبدالرحیم
میاں محمُود حسن
میاں فخر محمُود

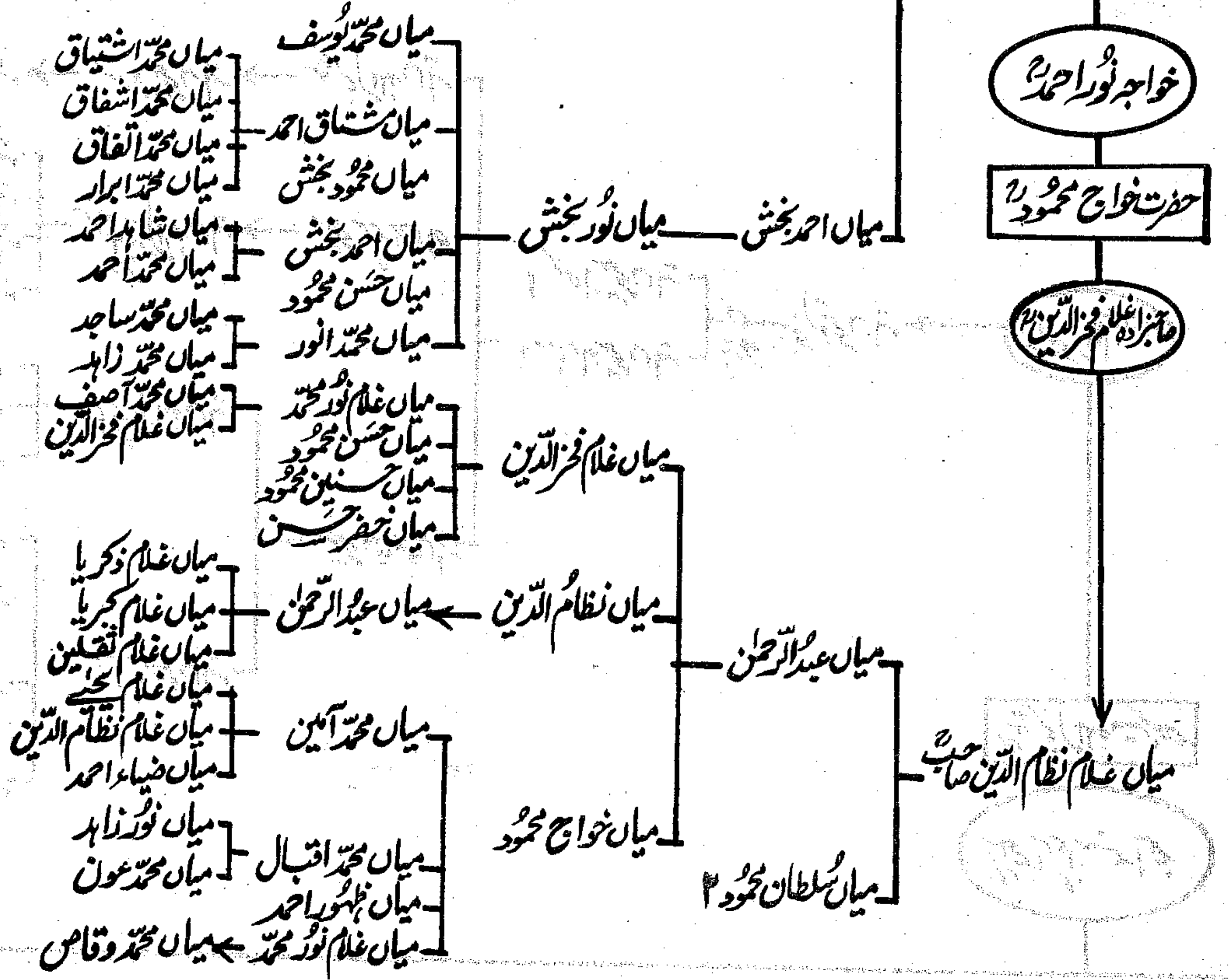
میاں محمدؐ یار صاحبؒ
میاں عبدالشکور
میاں عبدالغفور
میاں محمدؐ یار قمر
میاں احمد یار بدر
میاں عطاءالرّحیم
میاں قیصر رحیم
میاں اظہر رحیم
میاں نُورحسین
میاں عبدالشکور
میاں محمدؐ عمر
میاں عبدالغفوّر

میاں احمد یار صاحبؒ
میاں غلام نبی
میاں عبدالستار پرویز
میاں محمدؐ حسن
میاں محمدؐ حسنین
میاں محمدؐ علی
میاں احمد یار

--- گذشتہ سے پیوستہ

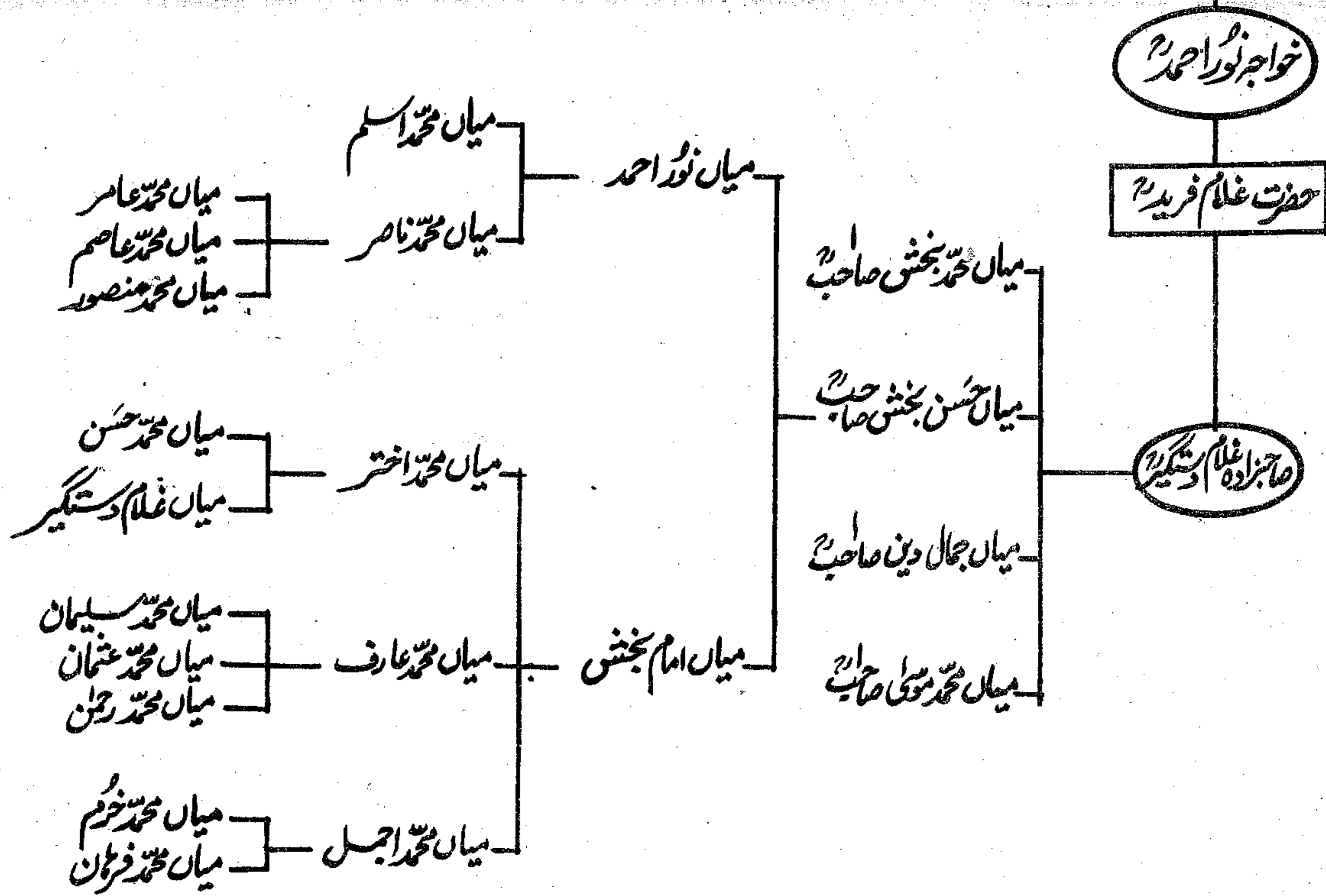
- خواجہ نور احمدؒ
  - حضرت خواجہ محمودؒ
    - صاحبزادہ نور بخشؒ
      - میاں غلام جہانیاں صاحبؒ ۱
        - میاں محمد یوسفؒ
          - میاں نور الصمد ۱
          - میاں محمود بخش
            - میاں نور جہانیاں
              - میاں غلام معین الدین
                - میاں غلام شہاب الدین ← میاں نجم الدین
                - میاں غلام بہاؤ الدین آفتاب
              - میاں غلام کلیم اللہ
                - میاں غلام محی الدین ندیم
                - میاں غلام فخر الدین
                - میاں بیدار بخت
              - میاں شمس الدین
                - میاں جلال الدین ← میاں محمد جنید
                - میاں محمد محسن
              - میاں محمد یوسف ← میاں غلام نظام الدین
              - میاں ریاض قاسم ← میاں محمد عمران ← میاں محمد عثمان
              - میاں محمد سلیم اللہ
            - میاں محمد آمین
              - میاں غلام مسعود فرید الدین محمد ← میاں محمد آمین محمود
              - میاں غلام محمود
            - میاں غلام نور محمد
              - میاں عتیق شہزاد
              - میاں ابو تراب الدین
      - میاں نور جہانیاں صاحبؒ

جاری ہے ---

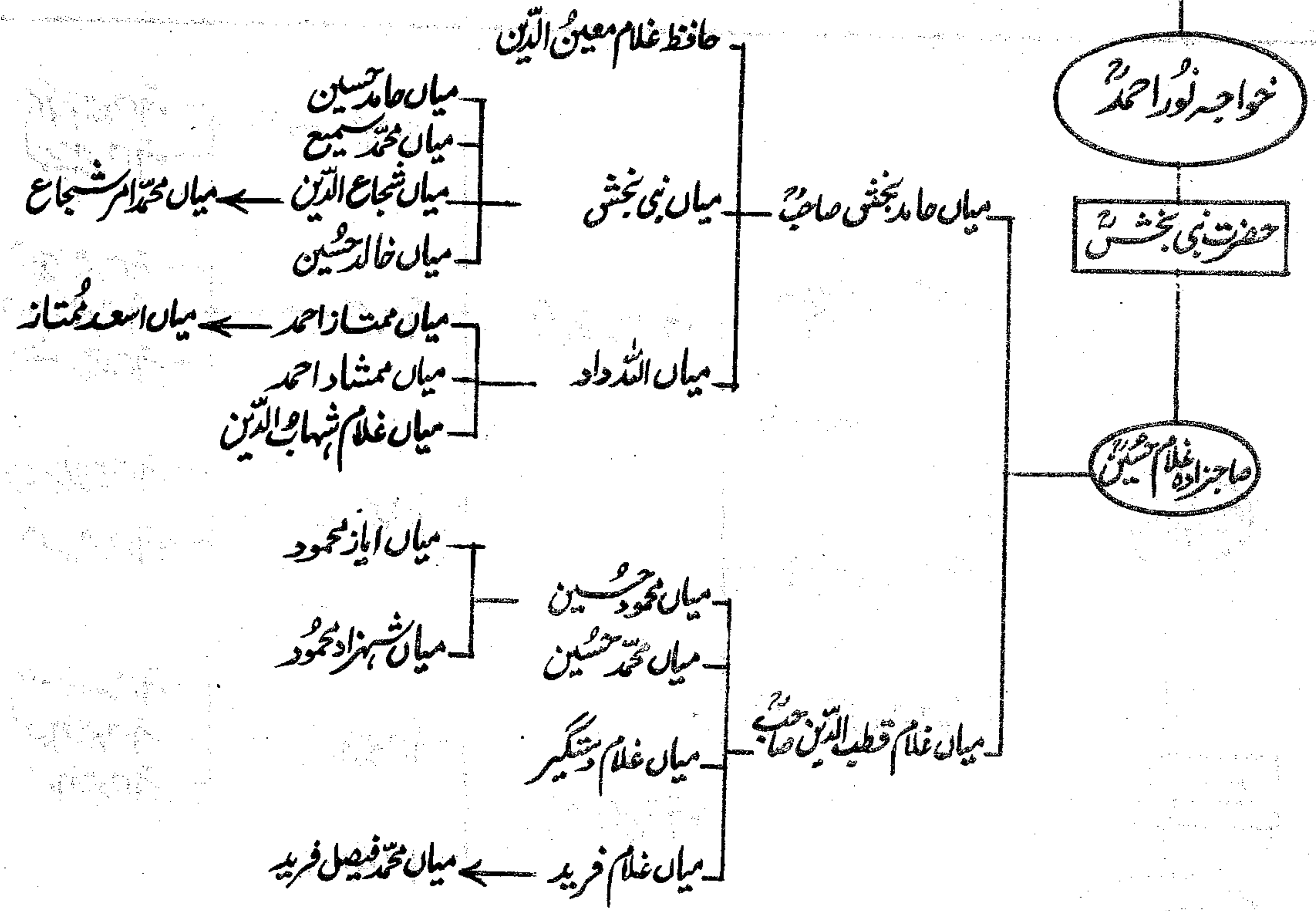


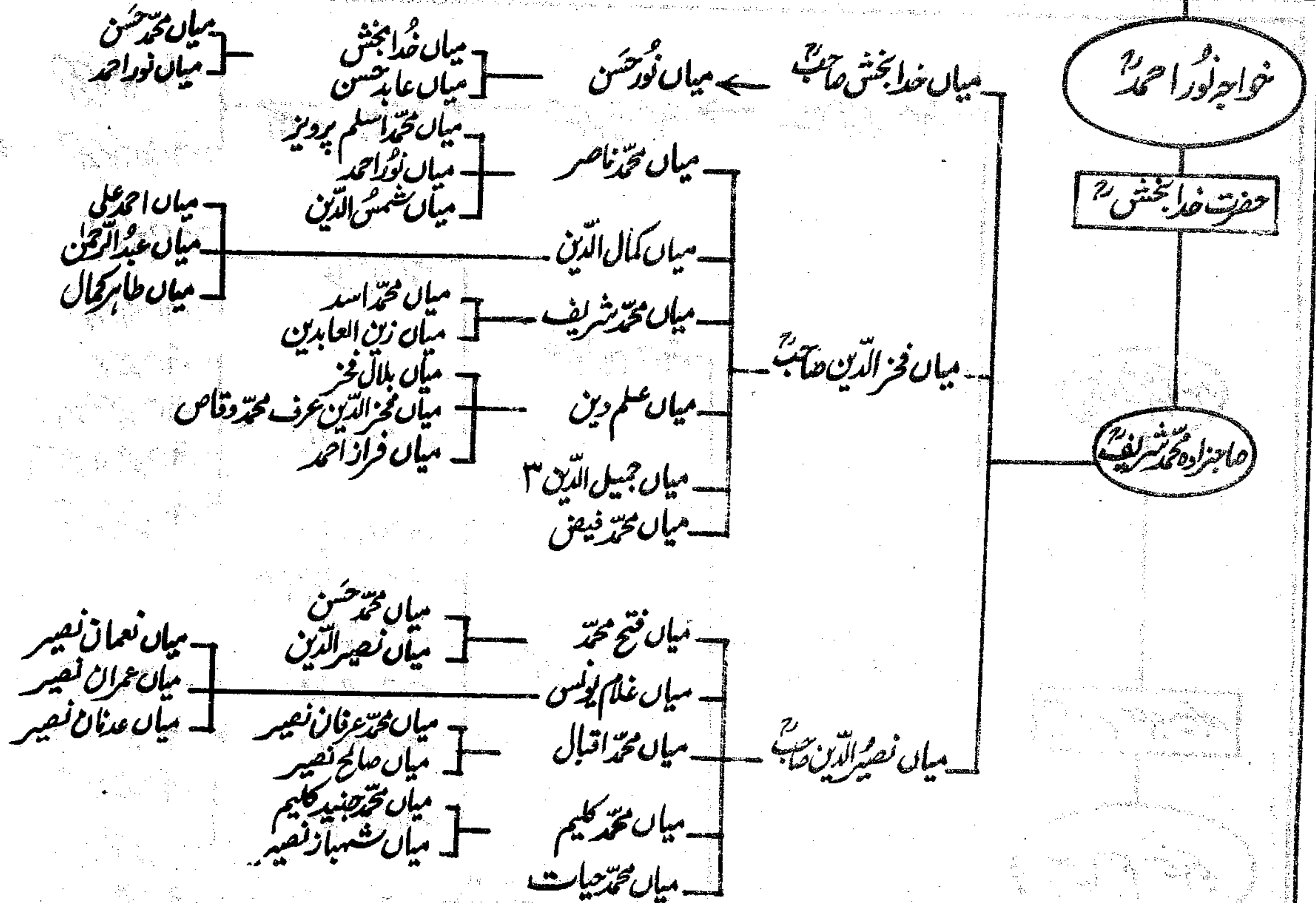
خواجہ نور احمدؒ
حضرت خواج محمودؒ
صاحبزادہ غلام فخرالدینؒ
میاں غلام نظام الدین صاحب
میاں احمد بخش
میاں نور بخش
میاں محمد یوسف
میاں مشتاق احمد
میاں محمود بخش
میاں احمد بخش
میاں حسن محمود
میاں محمد انور
میاں محمد اشتیاق
میاں محمد اشفاق
میاں محمد اتفاق
میاں محمد ابرار
میاں شاہد احمد
میاں محمد احمد
میاں محمد ساجد
میاں محمد زاہد
میاں عبدالرحمٰن
میاں سلطان محمود
میاں غلام فخرالدین
میاں نظام الدین
میاں خواج محمود
میاں غلام نور محمد
میاں حسن محمود
میاں حسنین محمود
میاں خضر حسین
میاں محمد آصف
میاں غلام فخرالدین
میاں عبدالرحمٰن
میاں غلام ذکریا
میاں غلام کبریا
میاں غلام ثقلین
میاں محمد آمین
میاں غلام یحییٰ
میاں غلام نظام الدین
میاں ضیاء احمد
میاں محمد اقبال
میاں ظہور احمد
میاں غلام نور محمد
میاں نور زاہد
میاں محمد عون
میاں محمد وقاص
گذشتہ سے پیوستہ

- خواجہ نور احمدؒ
  - حضرت غلام فریدؒ
    - صاحبزادہ امام بخشؒ
      - میاں کریم بخش صاحبؒ
        - میاں محمد عارف
          - میاں غوث محمد
            - میاں کریم بخش
              - میاں محمد سعید
                - میاں محمد شعیب
                - میاں غوث محمد
                - میاں محمد مغیث
              - میاں محمد مسعود
                - میاں غلام اویس
                - میاں محمد سعید
              - میاں محمد اجمل
                - میاں محمد مدثر
                - میاں زین العابدین
              - میاں محمد ظفر
            - میاں غلام رسول
              - میاں فیض رسول
                - میاں بابر فرید
                - میاں محمد عثمان
              - میاں محمد عارف
              - میاں محمد خالد
          - حافظ نور محمد
            - میاں غلام دستگیر
              - میاں خضر حسن
              - میاں امام بخش
                - میاں محمد آصف
                - میاں محمد عامر
              - میاں احمد حسن
              - میاں محمد اسلم
                - میاں غلام نور محمد
          - میاں غلام فرید
            - میاں محمد ناصر
              - میاں غلام فرید
        - میاں محمد ناصر ا

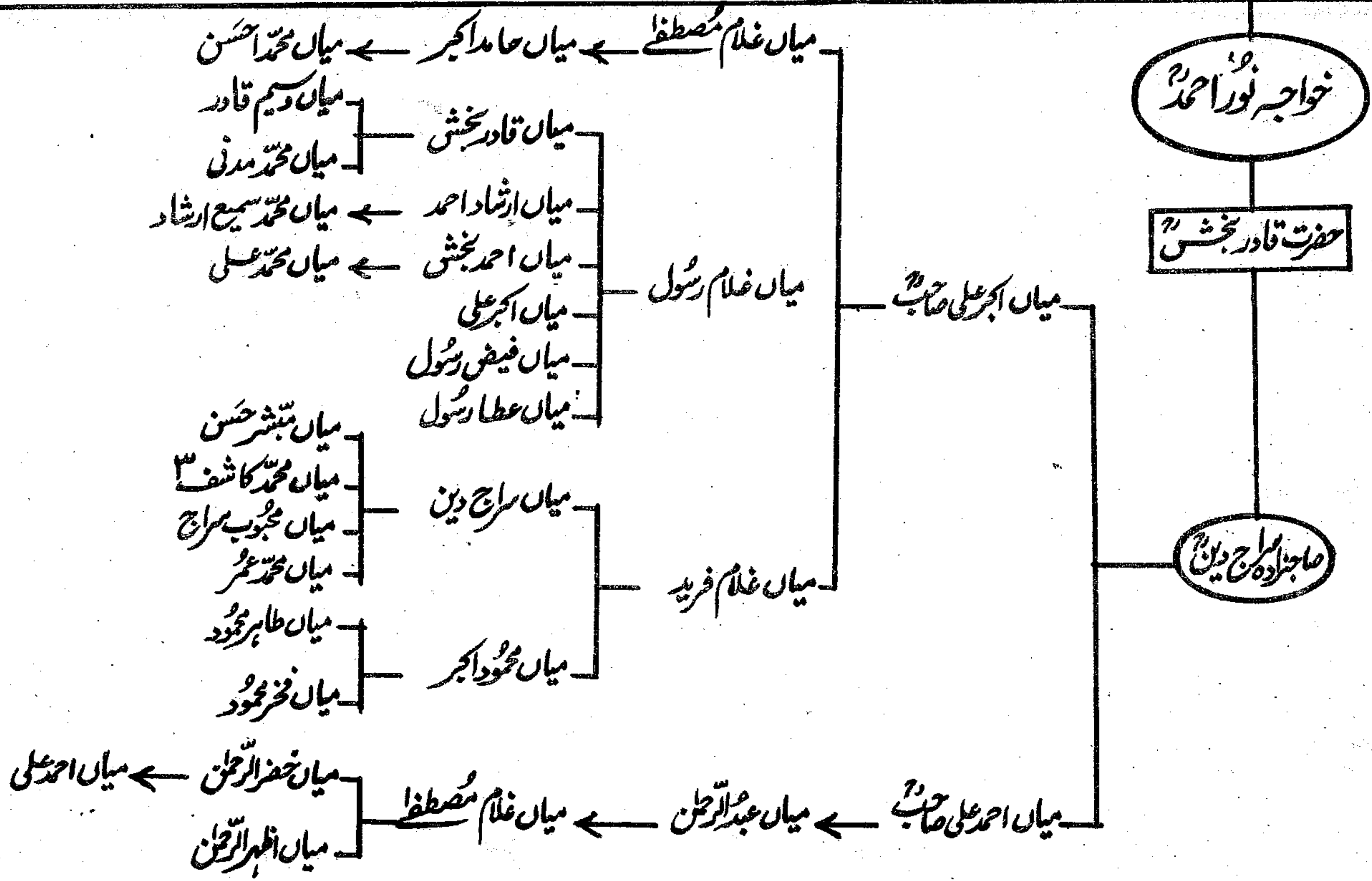


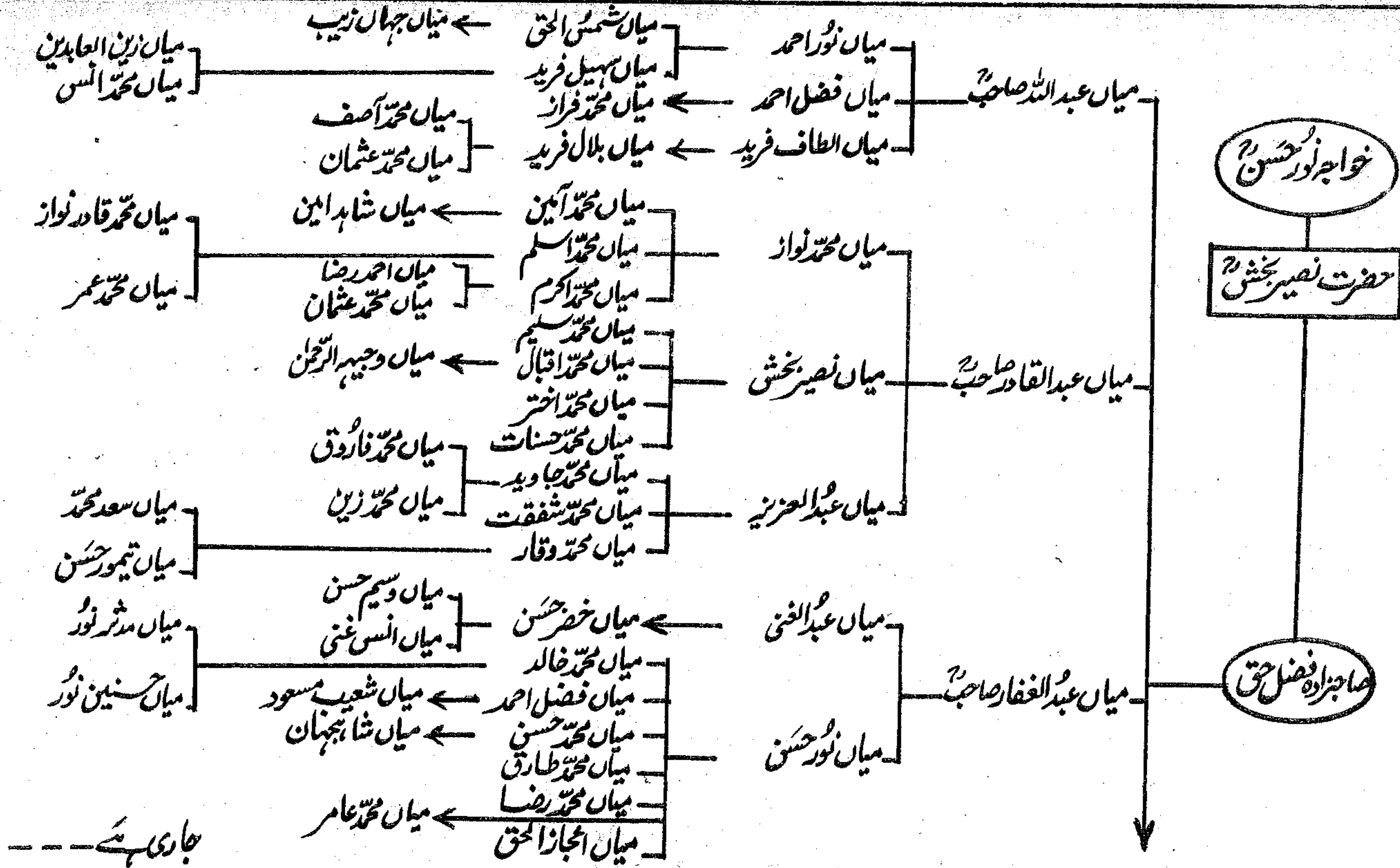
خواجہ نور احمدؒ
حضرت غلام فریدؒ
صاحبزادہ غلام دستگیرؒ
میاں محمد بخش صاحبؒ
میاں حسن بخش صاحبؒ
میاں جمال دین صاحبؒ
میاں محمد موسیٰ صاحبؒ
میاں نور احمد
میاں امام بخش
میاں محمد اسلم
میاں محمد ناصر
میاں محمد عامر
میاں محمد عاصم
میاں محمد منصور
میاں محمد اختر
میاں محمد عارف
میاں محمد اجمل
میاں محمد حسن
میاں غلام دستگیر
میاں محمد سلیمان
میاں محمد عثمان
میاں محمد رحمٰن
میاں محمد خرم
میاں محمد فرحان


خواجہ نور احمدؒ
حضرت نبی بخشؒ
صاحبزادہ غلام حسینؒ
میاں حامد بخش صاحبؒ
حافظ غلام معین الدین
میاں نبی بخش
میاں اللہ داد
میاں حامد حسین
میاں محمد سمیع
میاں شجاع الدین
میاں محمد امر شجاع
میاں خالد حسین
میاں ممتاز احمد
میاں اسعد ممتاز
میاں ممشاد احمد
میاں غلام شہاب الدین
میاں غلام قطب الدین صاحبؒ
میاں محمود حسین
میاں محمد حسین
میاں غلام دستگیر
میاں غلام فرید
میاں ایاز محمود
میاں شہزاد محمود
میاں محمد فیصل فرید

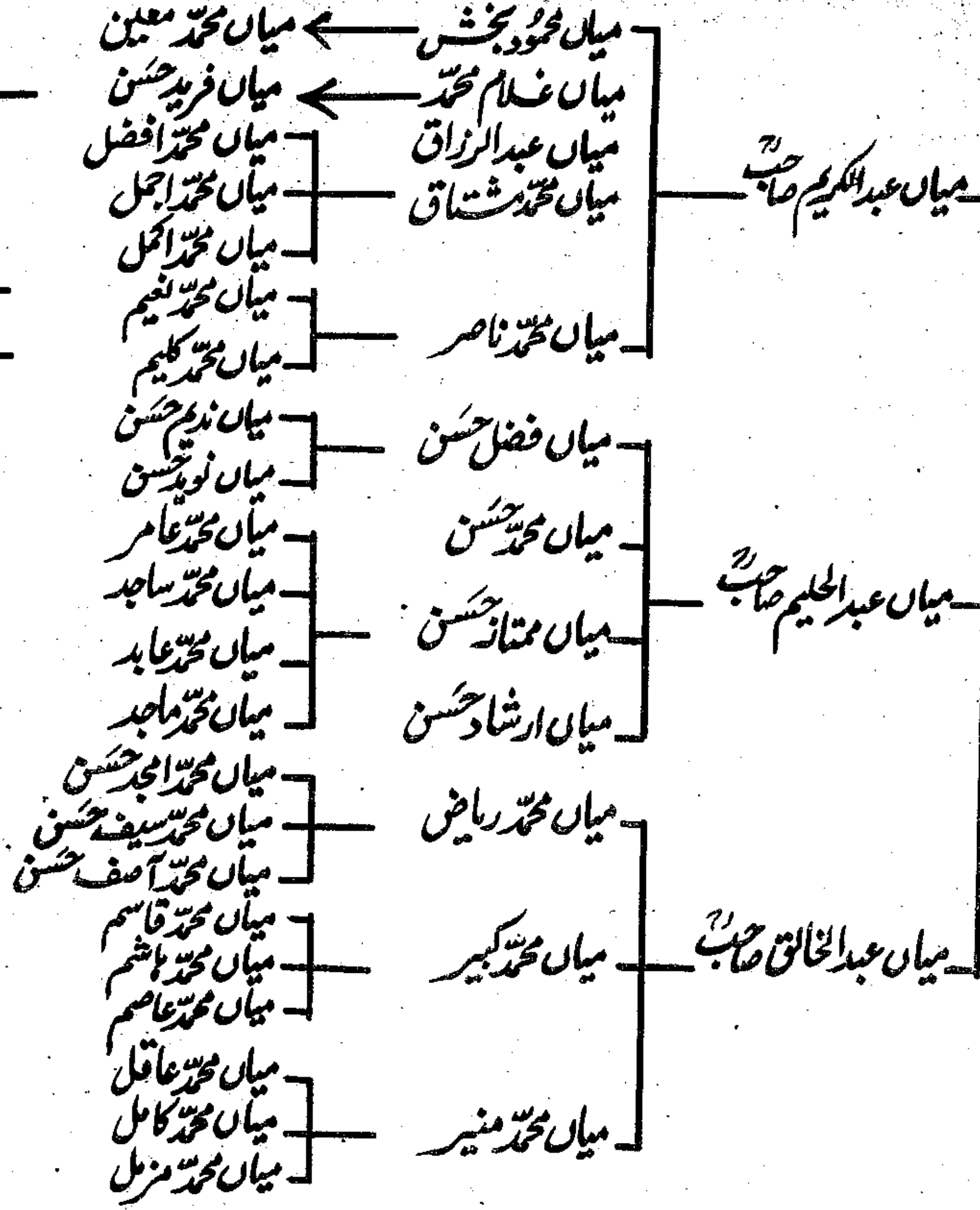


خواجہ نور احمدؒ
حضرت خدا بخشؒ
صاحبزادہ محمد شریفؒ
میاں خدا بخش صاحبؒ
میاں نور حسن
میاں خدا بخش
میاں عابد حسن
میاں محمد حسن
میاں نور احمد
میاں فخر الدین صاحبؒ
میاں محمد ناصر
میاں محمد اسلم پرویز
میاں نور احمد
میاں شمس الدین
میاں کمال الدین
میاں احمد علی
میاں عبد الرحمن
میاں طاہر کمال
میاں محمد شریف
میاں محمد اسد
میاں زین العابدین
میاں علم دین
میاں بلال فخر
میاں فخر الدین عرف محمد وقاص
میاں فراز احمد
میاں جمیل الدین ۳
میاں محمد فیض
میاں نصیر الدین صاحبؒ
میاں فتح محمد
میاں محمد حسن
میاں نصیر الدین
میاں غلام یونس
میاں نعمان نصیر
میاں عمران نصیر
میاں عدنان نصیر
میاں محمد اقبال
میاں محمد عرفان نصیر
میاں صالح نصیر
میاں محمد کلیم
میاں محمد جنید کلیم
میاں شہباز نصیر
میاں محمد حیات


خواجہ نور احمدؒ
حضرت قادر بخشؒ
صاحبزادہ سراج دینؒ
میاں اکبر علی صاحبؒ
میاں غلام مصطفٰے
میاں حامد اکبر
میاں محمد احسن
میاں غلام رسول
میاں قادر بخش
میاں وسیم قادر
میاں محمد مدنی
میاں ارشاد احمد
میاں محمد سمیع ارشاد
میاں احمد بخش
میاں محمد علی
میاں اکبر علی
میاں فیض رسول
میاں عطا رسول
میاں غلام فرید
میاں سراج دین
میاں مبشر حسن
میاں محمد کاشف
میاں محبوب سراج
میاں محمد عمر
میاں محمود اکبر
میاں طاہر محمود
میاں فخر محمود
میاں احمد علی صاحبؒ
میاں عبدالرحمٰن
میاں غلام مصطفٰے
میاں خضر الرحمٰن
میاں احمد علی
میاں اظہر الرحمٰن


خواجہ نور حسن رح
حضرت نصیر بخش رح
صاحبزادہ فضل حق
میاں عبداللہ صاحب رح
میاں عبدالقادر صاحب رح
میاں عبدالغفار صاحب رح
میاں نور احمد
میاں فضل احمد
میاں الطاف فرید
میاں محمد نواز
میاں نصیر بخش
میاں عبدالعزیز
میاں عبدالغنی
میاں نور حسن
میاں شمس الحق
میاں سہیل فرید
میاں محمد فراز
میاں بلال فرید
میاں محمد آمین
میاں محمد اسلم
میاں محمد اکرم
میاں محمد سلیم
میاں محمد اقبال
میاں محمد اختر
میاں محمد حسنات
میاں محمد جاوید
میاں محمد شفقت
میاں محمد وقار
میاں خضر حسن
میاں محمد خالد
میاں فضل احمد
میاں محمد حسنی
میاں محمد طارق
میاں محمد رضا
میاں اعجاز الحق
میاں جہاں زیب
میاں محمد آصف
میاں محمد عثمان
میاں شاہد امین
میاں احمد رضا
میاں محمد عثمان
میاں وجیہہ الرحمٰن
میاں محمد فاروق
میاں محمد زین
میاں وسیم حسن
میاں انس غنی
میاں شعیب مسعود
میاں شاہجہان
میاں محمد عامر
میاں زین العابدین
میاں محمد انس
میاں محمد قادر نواز
میاں محمد عمر
میاں سعد محمد
میاں تیمور حسن
میاں مدثر نور
میاں حسنین نور
جاری ہے ---

گذشتہ سے پیوستہ



## ① حضرت مولانا فخر الدین دھلویؒ

۱۰۱۔ خواجہ نور الصمد شہیدؒ ولد قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ

## ② قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ

۱۰۲۔ خواجہ نور احمد مہارویؒ ولد قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ

## ③ خواجہ قاضی محمد عاقلؒ

۱۰۳۔ خواجہ نور حسن مہارویؒ ولد قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ

۱۰۴۔ حضرت خواجہ محمودؒ ولد خواجہ نور احمد مہارویؒ

۱۰۵۔ حضرت غلام مصطفےٰؒ ولد خواجہ نور الصمد شہیدؒ

## ④ خواجہ حافظ محمد جمال ملتانیؒ

۱۰۶۔ حضرت غلام فریدؒ ولد خواجہ نور احمد مہارویؒ

خلافت اپنے پیر و مرشد ④ سے

## ⑤ خواجہ قاری عزیز اللہؒ

۱۰۷۔ حضرت نور حسینؒ ولد خواجہ نور الصمد شہیدؒ

## ⑥ خواجہ خدا بخش کوٹ مٹھنؒ

۱۰۸۔ حضرت نصیر بخشؒ ولد خواجہ نور حسنؒ

## ⑦ خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ

۱۰۹۔ حضرت غلام نبیؒ ولد خواجہ نور الصمد شہیدؒ

خلافت اپنے پیر و مرشد ⑦ سے

۱۱۰۔ حضرت نبی بخشؒ ولد خواجہ نور احمد مہارویؒ

۱۱۱۔ حضرت خدا بخشؒ ولد خواجہ نور احمد مہارویؒ

۱۱۲۔ حضرت قادر بخشؒ ولد خواجہ نور احمد مہارویؒ

۱۱۳۔ حضرت گنج بخشؒ ولد خواجہ نور احمد مہارویؒ

۱۱۴۔ صاحبزادہ عبد اللہؒ ولد حضرت نور حسینؒ

۱۱۵۔ صاحبزادہ عبد الغفورؒ ولد حضرت غلام نبیؒ

خلافت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ ⑪ سے

۱۱۶۔ صاحبزادہ عبد الستارؒ ولد حضرت غلام نبیؒ

۱۱۷۔ صاحبزادہ محمود ولد حضرت غلام نبیؒ

۱۱۸۔ صاحبزادہ کمال دینؒ ولد حضرت غلام فریدؒ

۱۱۹۔ صاحبزادہ نور بخشؒ ولد حضرت خواج محمودؒ

۱۲۰۔ صاحبزادہ قطب الدینؒ ولد حضرت خواج محمودؒ

۱۲۱۔ میاں کریم بخش صاحبؒ ولد صاحبزادہ امام بخشؒ

خلافت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ ⑦ اور اپنے والد محترم ⑩⑨ سے

---

## ⑧ خواجہ غلام حسن بھٹیؒ

۱۲۲۔ صاحبزادہ غلام محی الدینؒ ولد حضرت نور حسینؒ

---

## (۹) خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ

۱۲۳۔ صاحبزادہ امام بخشؒ ولد حضرت غلام فریدؒ
خلافت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ (۷) اور اپنے والد محترم (۱۰۹) سے
۱۲۴۔ صاحبزادہ غلام دستگیرؒ ولد حضرت غلام فریدؒ
۱۲۵۔ صاحبزادہ غلام صدیقؒ ولد حضرت غلام فریدؒ
۱۲۶۔ صاحبزادہ غلام رسولؒ ولد حضرت غلام فریدؒ

## (۱۰) خواجہ فخر جہاںؒ چاچڑاں شریف

۱۲۷۔ صاحبزادہ فضل حقؒ ولد حضرت نصیر بخشؒ

## (۱۱) خواجہ اللہ بخش تونسویؒ

۱۲۸۔ صاحبزادہ اللہ بخشؒ ولد حضرت نور حسینؒ
۱۲۹۔ صاحبزادہ غلام فخر الدینؒ ولد حضرت خواجہ محمودؒ
۱۳۰۔ صاحبزادہ غلام حسینؒ ولد حضرت نبی بخشؒ
۱۳۱۔ میاں محمد اشرف صاحبؒ ولد صاحبزادہ اللہ بخشؒ
۱۳۲۔ میاں عبد العزیز صاحبؒ ولد صاحبزادہ عبد الغفورؒ
۱۳۳۔ میاں محمد یار صاحبؒ ولد صاحبزادہ عبد الغفورؒ
۱۳۴۔ میاں احمد یار صاحبؒ ولد صاحبزادہ عبد الستارؒ
۱۳۵۔ میاں نور جہانیاں صاحبؒ ولد صاحبزادہ نور بخشؒ
۱۳۶۔ میاں غلام جہانیاں صاحبؒ ولد صاحبزادہ نور بخشؒ
۱۳۷۔ میاں نظام الدین صاحبؒ ولد صاحبزادہ غلام فخر الدینؒ
۱۳۸۔ میاں جمال دین صاحبؒ ولد صاحبزادہ غلام دستگیرؒ

۱۳۹۔ میاں حسن بخش صاحبؒ ولد صاحبزادہ غلام دستگیرؒ

۱۴۰۔ میاں احمد علی صاحبؒ ولد صاحبزادہ سراج دینؒ

خلافت اپنے پیر و مرشد (۱۱) سے

۱۴۱۔ میاں اکبر علی صاحبؒ ولد صاحبزادہ سراج دینؒ

خلافت اپنے پیر و مرشد (۱۱) سے

۱۴۲۔ میاں خیر محمدؒ ولد میاں محمد اشرف صاحبؒ

خلافت خواجہ محمد محمود تونسویؒ (۱۶) سے

۱۴۳۔ میاں فتح محمدؒ ولد میاں محمد اشرف صاحبؒ

خلافت خواجہ محمد محمود تونسویؒ (۱۶) سے

۱۴۴۔ میاں عبد الغفورؒ ولد میاں عبد العزیز صاحبؒ

خلافت خواجہ محمد حامد تونسویؒ (۲۰) سے

۱۴۵۔ میاں عبد الرحمٰنؒ ولد میاں عبد العزیز صاحبؒ

۱۴۶۔ میاں محمد یوسفؒ ولد میاں غلام جہانیاں صاحبؒ

۱۴۷۔ میاں احمد بخشؒ ولد میاں نور جہانیاں صاحبؒ

۱۴۸۔ میاں عبد الرحمٰنؒ ولد میاں نظام الدین صاحبؒ

۱۴۹۔ میاں سلطان محمودؒ ولد میاں نظام الدین صاحبؒ

۱۵۰۔ میاں نور احمدؒ ولد میاں حسن بخش صاحبؒ

۱۵۱۔ میاں نور الصمد ولد میاں محمد یوسفؒ

۱۵۲۔ میاں محمود بخشؒ ولد میاں محمد یوسفؒ

خلافت خواجہ محمد محمود تونسویؒ (۱۶) سے

۱۵۳۔ میاں غوث محمد ولد میاں محمد عارفؒ

خلافت خواجہ محمد موسیٰ تونسویؒ (۱۲) اور اپنے والد محترم (۲۱۵) سے

---

## (۱۲) خواجہ محمد موسیٰ تونسویؒ

۱۵۴۔ میاں خدا بخش صاحبؒ ولد صاحبزادہ محمد شریفؒ

## (۱۳) خواجہ غلام فریدؒ کوٹ مٹھن شریف

۱۵۵۔ میاں عبداللہ صاحبؒ ولد صاحبزادہ فضل حقؒ

۱۵۶۔ میاں عبدالقادر صاحبؒ ولد صاحبزادہ فضل حقؒ

## (۱۴) خواجہ محمد بخشؒ چاچڑاں شریف

۱۵۷۔ میاں عبدالغفار صاحبؒ ولد صاحبزادہ فضل حقؒ

۱۵۸۔ میاں عبدالکریم صاحبؒ ولد صاحبزادہ فضل حقؒ

## (۱۵) خواجہ معین دینؒ چاچڑاں شریف

۱۵۹۔ میاں عبدالحلیم صاحبؒ ولد صاحبزادہ فضل حقؒ

۱۶۰۔ میاں عبدالخالق صاحبؒ ولد صاحبزادہ فضل حقؒ

## (۱۶) خواجہ محمد محمود تونسویؒ

۱۶۱۔ حافظ محمد موسیٰ صاحبؒ ولد صاحبزادہ غلام دستگیرؒ

۱۶۲۔ میاں قطب الدین صاحبؒ ولد صاحبزادہ غلام حسینؒ

۱۶۳۔ میاں فخر الدین صاحبؒ ولد صاحبزادہ محمد شریفؒ

۱۶۴۔ میاں نصیر الدین صاحبؒ ولد صاحبزادہ محمد شریفؒ

۱۶۵۔ میاں عبدالشکورؒ ولد میاں محمد یار صاحبؒ

۱۶۶۔ میاں عبدالرحمٰنؒ ولد میاں احمد علی صاحبؒ

۱۶۷۔ میاں شرف الدین ولد میاں خیر محمدؒ

۱۶۸۔ میاں غلام نبی ولد میاں خیر محمدؒ

خلافت خواجہ غلام نظام الدین تونسویؒ (۲۳) سے

۱۶۹۔ میاں نور جہانیاں ولد میاں محمود بخشؒ

خلافت خواجہ غلام نظام الدین تونسویؒ (۲۳) اور اپنے والدِ محترم (۱۵۲) سے

۱۷۰۔ میاں نور بخش ولد میاں احمد بخشؒ

۱۷۱۔ میاں غلام فخر الدین ولد میاں عبدالرحمٰنؒ

۱۷۲۔ میاں نظام الدین ولد میاں عبدالرحمٰنؒ

۱۷۳۔ میاں خواج محمود ولد میاں عبدالرحمٰنؒ

## (۱۷) میاں قیصر الدینؒ اورنگ آبادیؒ

۱۷۴۔ میاں محمد بخش صاحبؒ ولد صاحبزادہ غلام دستگیرؒ

۱۷۵۔ میاں محمود بخشؒ ولد میاں عبدالکریم صاحبؒ

۱۷۶۔ میاں محمد ناصرؒ ولد میاں غلام فریدؒ

## (۱۸) خواجہ فیض احمد چاچڑاں شریف

۱۷۷۔ میاں محمد نوازؒ ولد میاں عبدالقادر صاحبؒ

۱۷۸۔ میاں نصیر بخشؒ ولد میاں عبدالقادر صاحبؒ

۱۷۹۔ میاں عبدالعزیزؒ ولد میاں عبدالقادر صاحبؒ

## (۱۹) خواجہ عبداللہ صاحبؒ منگھیرویؒ (۱۱۴)

۱۸۰۔ میاں نور احمدؒ ولد میاں عبداللہ صاحبؒ

۱۸۱۔ میاں الطاف فریدؒ ولد میاں عبداللہ صاحبؒ

۱۸۲۔ میاں ریاض احمدؒ ولد میاں عبدالخالق صاحبؒ

## (۲۰) خواجہ محمد حامد تونسویؒ

۱۸۳۔ صاحبزادہ اللہ دادؒ ولد حضرت نبی بخشؒ
۱۸۴۔ میاں حامد بخش صاحبؒ ولد صاحبزادہ غلام حسینؒ
۱۸۵۔ میاں عبدالرحیم ولد میاں عبدالعزیز صاحبؒ
۱۸۶۔ میاں غلام نبیؒ ولد میاں احمد یار صاحبؒ
۱۸۷۔ حافظ غلام معین الدینؒ ولد میاں حامد بخش صاحبؒ
۱۸۸۔ میاں نبی بخشؒ ولد میاں حامد بخش صاحبؒ
۱۸۹۔ میاں اللہ دادؒ ولد میاں حامد بخش صاحبؒ
۱۹۰۔ میاں غلام رسولؒ ولد میاں اکبر علی صاحبؒ
۱۹۱۔ میاں غلام مصطفےٰؒ ولد میاں اکبر علی صاحبؒ
۱۹۲۔ میاں امام بخشؒ ولد میاں حسن بخش صاحبؒ
۱۹۳۔ میاں کریم بخش ولد میاں غوث محمد
۱۹۴۔ میاں غلام رسول ولد میاں غوث محمد
۱۹۵۔ میاں غلام دستگیر ولد حافظ غلام نور محمد

خلافت اپنے والدِ محترم (۲۱۸) سے

۱۹۶۔ میاں عبدالصمد ولد میاں عبدالغفور

خلافت اپنے والدِ محترم (۱۲۴) سے

## (۲۱) خواجہ احمد علی کوٹ مٹھن شریف

۱۹۷۔ میاں فضل احمد ولد میاں عبداللہ صاحب

## (۲۲) خواجہ قمر الدّین سیالویؒ

۱۹۸۔ میاں محمّد کبیر ولد میاں عبدُالخالق صاحبؒ
۱۹۹۔ میاں محمّد منیر ولد میاں عبدُالخالق صاحبؒ

## (۲۳) خواجہ غلام نظام الدّینؒ تونسوی

۲۰۰۔ میاں محمّد ناصر ولد میاں فخر الدّین صاحبؒ
۲۰۱۔ میاں کمال الدّین ولد میاں فخر الدّین صاحبؒ
۲۰۲۔ میاں محمّد شریف ولد میاں فخر الدّین صاحبؒ
۲۰۳۔ میاں غلام فرید ولد میاں اکبر علی صاحبؒ

اپنے پیر و مرشد (۲۳) اور خواجہ احمد علی مہاروی (۱۴۰) سے

۲۰۴۔ میاں عبدُالرؤف ولد میاں عبدُالغفور
۲۰۵۔ میاں عبدُالغفور ولد میاں عبدُالشکور

خلافت خواجہ غلام معین الدّین خاں تونسوی سے

۲۰۶۔ میاں عطا رحیم ولد میاں عبدُالشکور
۲۰۷۔ میاں نور حسین ولد میاں عبدُالشکور
۲۰۸۔ میاں عبدُالغیور ولد میاں عبدُالشکور
۲۰۹۔ میاں غلام مصطفٰے ولد میاں عبدُالرحمٰن
۲۱۰۔ میاں غلام اللّٰہ بخش ولد میاں شرفُ الدّین
۲۱۱۔ میاں محمّد اشرف ولد میاں غلام نبی

خلافت خواجہ غلام معین الدّین خاں تونسوی سے

۲۱۲۔ میاں محمّد شریف ولد میاں غلام نبی

خلافت خواجہ غلام معین الدّین خاں تونسوی اور اپنے والدِ محترم (۱۶۸) سے

۲۱۳۔ میاں محمد امین ولد میاں محمود بخش

۲۱۴۔ میاں غلام نور محمد ولد میاں محمود بخش

## (۲۴) حضرت غلام فرید مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۵۔ میاں محمد عارف ولد میاں کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۶۔ میاں محمد ناصر ولد میاں کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

## (۲۵) خواجہ نور جہانیاں محمودی مہاروی

۲۱۷۔ میاں خضر حسن ولد میاں عبد الغنی

## (۲۶) خواجہ سیف الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۸۔ حافظ غلام نور محمد ولد میاں محمد عارف

خلافت اپنے والد محترم (۲۱۵) سے

۲۱۹۔ میاں غلام فرید ولد میاں محمد عارف

خلافت اپنے والد محترم (۲۱۵) سے

## (۲۷) خواجہ فیض فرید چاچڑاں شریف

۲۲۰۔ میاں محمد اکرم ولد میاں محمد نواز

۲۲۱۔ میاں محمد اقبال ولد میاں نصیر بخش

۲۲۲۔ میاں محمد سلیم ولد میاں نصیر بخش

۲۲۳۔ میاں محمد اختر ولد میاں نصیر بخش

## (۲۸) خواجہ احمد علی کوٹ مٹھن شریف

۲۲۴۔ میاں محمد حسنات ولد میاں نصیر بخش

## (۲۹) خواجہ عبدالعزیز چاچڑاں شریف

۲۲۵۔ میاں محمد آمین ولد میاں محمد نواز
۲۲۶۔ میاں محمد اسلم ولد میاں محمد نواز

---

اور بے شک آپ خلق کے عظیم الشان مرتبے پر فائز ہیں۔
(القلم ۶۸ : ۴)


نواں
باب

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اَور کرتے رہے اچھے عمل، اَور صحیح
صحیح اَدا کرتے رہے نماز اور دیتے رہے زکوٰۃ۔ ان کے لئے ان کا اَجر
ہے ان کے ربّ کے ہاں۔ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ ایسے لوگ
غمگین ہوں گے۔

(البقرۃ ۲ : ۲۷۷)

# خُلفائے ذِی احتشام

**خلافتِ الٰہی۔** اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو خلیفہ بنا کر اِس دُنیا میں بھیج دیا۔ تمام مخلوق، ملائکہ اور افلاک و جبال خلافتِ الٰہی کی اس ذمّہ داری یا امانتِ ربّی کا بار نہ اُٹھا سکے۔

کیا بیاں کیجئے محبُوب کی ہشیاری کا
پا کے دیوانہ بڑا بوجھ مرے سر مارا
چار آنکھوں کی مروّت نے بھی مارا مجھ کو
دِل نے لینے پہ اس وقت اُبھارا مجھ کو
سچ بتا دُوں مجھے اس وقت یہ آیا تھا خیال
یار کے کام سے مُنکر ہیں سب افلاک و جبال
تو بھی اس وقت جو انکار کی کر جائے گا
لے کے مُنہ اپنا سا دلدار نہ رہ جائے گا
بات پیارے کی رہے پاسِ مروّت یہ ہے
سر پہ لے لیجئے آفت ہی جو آفت یہ ہے
وُہ بھی کیا جان ہے جو یار کے قُربان نہ جائے
جان جائے تو چلی جائے مگر آن نہ جائے
آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند !

آدم علیہ السّلام سے لے کر حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تک تمام

انبیاء و رسل اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نورِ اولین و آخرین، خاتم النبیین اور محبوب رب العالمین ہیں، اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابۂ کرامؓ آپ کے خلفاء ہیں جیسا کہ آپ کا فرمانِ مبارک ہے:

"اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ"

"میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے"

اِن تمام صحابۂ کرام میں سے چار اصحاب باقی تمام اصحاب و خلفاء میں سے افضل تھے۔ یعنی خلفائے راشدین باقی تمام اصحاب و خلفاء میں دوسروں سے ارفع و اعلیٰ تھے اور دس خلفاء عشرہ مبشرہ تھے، جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارتیں دیں۔ خلفائے راشدین میں امیر المومنین حضرت علیؓ کو خلافتِ کبریٰ عطا ہوئی اور پھر اُن کی ذاتِ اقدس سے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو خلافتِ خاص عطا ہوئی۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے سینہ بہ سینہ حضرت مولانا فخر جہاں دہلویؒ کی وساطت سے قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کو یہ خلافتِ خاص عطا ہوئی۔

## دیگر اقسامِ خلافت۔

مخزنِ چشت میں ہے کہ ایک دن شیخ الاتقیاء حضرت خواجہ حسن محمدؒ نے فرمایا کہ خلافت کی سات قسمیں ہیں۔ اصالتاً، اجازتاً، اجماعاً، وراثتاً، حکماً، تکلیفاً اور اویسیاً۔ ان میں سب سے افضل اصالتاً کو قرار دیا۔ فرمایا کہ

"خلافت اصالتاً یہ ہے کہ کوئی بزرگ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کسی شخص کو اپنا خلیفہ نامزد کرے۔ جیسا کہ حضرت بابا

فرید الدین گنج شکرؒ کا واقعہ ہے کہ آپ ہندوستان کی ولائیت و خلافت کسی اور کے سپرد کرنا چاہتے تھے، کہ غیب سے آواز آئی کہ صبر کرو، نظام الدین بدایونی آرہے ہیں جو اس خلافت کے صحیح حقدار ہیں۔ جب وہ آجائیں تو انہیں اپنی خلافت دے دینا"

"چنانچہ جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے امرِ الٰہی کے مطابق انہیں اپنی خلافت سے نواز دیا۔ اور وہی ولائیتِ ہند کے سربراہ قرار پائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "نظام الدین بظاہر تو میرا خلیفہ ہے۔ مگر حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے"

بعض بزرگوں نے خلافت کی فقط دو اقسام تحریر کی ہیں۔ خلافتِ صغریٰ اور خلافتِ کبریٰ، خلافتِ صغریٰ تو یہ ہے کہ مرشد اپنے مرید کے مجاہدے و ریاضت اور اس کے مقامِ علم و عمل کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اسے خلافت سے سرفراز فرما دے۔ لیکن خلافتِ کبریٰ یہ ہے کہ مرشد کے دل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل الہام ہوتا رہے کہ فلاں شخص کو خلافت دے دو۔ مرشد اس الہام کو نظرانداز کرنا بھی چاہے تو نہ کر سکے۔ بلکہ متواتر اس کے دل میں یہ القا ہوتا رہے۔ اس طرح کی خلافت عطا کرنا مرشد و شیخ پر فرض ہے۔ اور مشائخ چشت میں یہی خلافت مروّج ہے۔

شجرۃ الانوار میں خلافت کے بارے میں لکھا ہے کہ محققین کے مطابق سالک جب فنا فی الرسول اور جبروت کے درجہ تک پہنچ جائے تو شیخ کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ اس سالک کو خلافت عطا کر دے۔ لیکن اگر وہ شہود کے مقام پر پہنچ چکا ہے تو پھر شیخ و مرشد کے لئے صرف جائز

ہی نہیں بلکہ خلافت دینا فرض اور لابدی ہو جاتا ہے۔ بعض صوفیاء نے صاحب ملکوت کو بھی خلافت دینا جائز قرار دیا ہے۔

## خلعتِ خلافت

"قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی خلعتِ خلافت سے قبل بہاول پور، ملتان، پنجاب، سرحد، بلوچستان اور شمالی ہند میں اکثر سلسلۂ قادریہ و سہروردیہ کا زور تھا۔ سلسلۂ چشتیہ کا زور حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ، اُن کی اولادِ عالی مقام اور خلفائے عظام کے بعد آہستہ آہستہ کم ہو گیا تھا۔ بلکہ اکثر علماء و مشائخ اس خاندانِ عالی شان کے منکر تھے اور نعمتِ ذوق و شوق سے محروم تھے۔"

"پس پہلی شخصیت جس نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ، اُن کی اولاد اور اُن کے خلفاء کے بعد اِس مُلک میں اپنا سکہ جمایا، حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ تھے۔ پنجاب اور سندھ اور دیگر علاقوں میں آپ کا فیض اس قدر جاری ہوا کہ آپ کے درویش و غلام اور غلاموں کے غلام صاحبانِ ذوق وجد و سماع اور صاحبانِ خانقاہ ہر قریہ، شہر اور گاؤں میں پھیل گئے۔ اس کے نتیجے میں بے شمار علماء و مشائخ جوق در جوق آ کر حضرت قبلۂ عالمؒ کی غلامی و اطاعت کا پٹہ کُلّ اعتقاد کے ساتھ اپنی گردن میں ڈال کر سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں داخل ہو گئے۔ اِن میں سے بہت سے درجۂ تکمیل اور رتبۂ خلافت پہ پہنچے اور پھر خود مشربِ چشتیہ کا فیضان اللہ کی مخلوق تک پہنچانے لگے۔"

"اُس آفتابِ جہاں تاب کے فیض سے ہزاروں ذرّے آفتاب کی مانند روشن ہوئے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء سے ایسا فیض جاری ہوا جو کبھی ولی سے کم جاری ہوا ہوگا۔ مہار شریف سے لے کر کوٹ مٹھن، ملتان، سنگھڑ، حاجی پور، کلاچی، لکھنؤ اور خراسان تک، بلکہ اطرافِ عالم

ہیں آپ کے مریدانِ خاص اور خلفائے مجاز دور و نزدیک پھیل گئے۔ چنانچہ سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے سامنے دیگر سلسلوں کی رونق ایسی کم ہوگئی، جیسے آفتاب کے سامنے ستاروں اور چراغوں کی روشنی ماند پڑجاتی ہے۔"

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے بے شمار مرید تھے۔ ان میں مریدانِ عام بھی تھے اور مریدانِ خاص بھی۔ یہ مریدانِ خاص ستاروں کی مانند تھے، جن میں سے ہر ایک دوسروں کے لئے راہ نما تھا۔ آپ کے بے شمار مریدانِ مجاز تھے اور بہت سے خلفاء بھی تھے۔ ان خلفاء میں سے پہلے چار خلفائے راشدین کی طرح تھے اور وہ یہ حضرات تھے:

۱۔ حضرت خواجہ نور محمد نارووالہ صاحبؒ (حاجی پور شریف)
۲۔ حضرت قاضی محمد عاقل صاحبؒ (کوٹ مٹھن شریف)
۳۔ حضرت حافظ محمد جمال صاحبؒ (ملتان شریف)
۴۔ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمانؒ (تونسہ شریف)

آپ کے دس خلفاء عشرہ مبشرہ کی طرح خلفائے خاص بلکہ خاص الخاص تھے۔ ان دس خلفاء میں چار خلفاء حضراتِ مذکورہ بالا ہیں اور چھ خلفاء حضرات درج ذیل ہیں:

۵۔ حضرت قاری عزیز اللہ صاحبؒ
۶۔ حضرت قاری صبغۃ اللہ صاحبؒ
۷۔ حضرت میاں محمد فاضل صاحب نیکوکارہؒ
۸۔ حضرت میاں غلام حسن بھٹی صاحبؒ
۹۔ حضرت میاں غلام محمد کھیڑ یوالہ صاحبؒ
۱۰۔ حضرت حافظ محمد ناصر صاحبؒ

مناقب المحبوبین، مخزنِ چشت اور دیگر ملفوظات کے مطابق دیگر خلفاء خاص کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۱۔ حضرت مولوی محمد مسعودؒ ساکنہ جہانیاں (ان کو سہروردیہ سلسلہ میں خلافت تھی)
۱۲۔ حضرت نور الحق چشتیؒ ساکنہ شہر فرید
۱۳۔ حضرت میاں غلام محمدؒ ساکنہ اومیرا (لالیکا)
۱۴۔ حضرت حافظ الیاس صاحبؒ سیال
۱۵۔ حضرت محمد غوث صاحبؒ بجیدانہ
۱۶۔ حضرت حافظ پہل جویا صاحبؒ
۱۷۔ حضرت محمد بخش چشتی صاحب ساکنہ بستی تاج سرور
۱۸۔ حضرت اسالت خاں صاحبؒ
۱۹۔ نواب غازی الدین خاں صاحبؒ، ساکنہ دہلی
۲۰۔ حضرت لطف اللہ صاحبؒ، ساکنہ نواحِ خیرپور
۲۱۔ حضرت مولوی نور محمد صاحبؒ، ساکنہ نواحِ بہاولپور
۲۲۔ حضرت مولوی محمد حسین صاحبؒ چھجڑ، ساکنہ نواحِ بہاول پور
۲۳۔ حضرت میاں اکبر لکھی صاحبؒ، ساکنہ قصبہ رانیا
۲۴۔ حضرت حافظ غلام نبی صاحبؒ
۲۵۔ حضرت مولوی محمد اکرم صاحبؒ، ساکنہ ڈیرہ غازی خاں
۲۶۔ حضرت مولوی محمد عجیب صاحبؒ، ساکنہ گڑھی اختیار خاں
۲۷۔ حضرت مخدوم شیخ محمود صاحبؒ، ساکنہ سیدپور (آپ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کی اولاد سے تھے۔)
۲۸۔ حضرت مخدوم نوبہار صاحبؒ، ساکنہ اوچ شریف (سجادہ نشین سید جلال بخاریؒ)
۲۹۔ حضرت مخدوم عبدالوہاب صاحبؒ، ساکنہ اوچ شریف
۳۰۔ حضرت مخدوم عبدالکریم صاحبؒ، ساکنہ اوچ شریف (آپ سید جلال بخاریؒ کی اولاد سے تھے)
۳۱۔ حضرت مخدوم محب جہانیاں صاحبؒ (آپ سید جلال بخاریؒ کی اولاد سے تھے)

۳۲۔ حضرت مولوی سلطان محمد صاحبؒ گوریجہ (برادر قاضی محمد عاقل صاحبؒ)
۳۳۔ حضرت میاں محمد صاحبؒ، سکنہ سورت (آپ مجذوب تھے)
۳۴۔ حضرت مولوی تاج محمود صاحبؒ، سکنہ گڑھی اختیار خان
۳۵۔ حضرت شیخ جمال چشتی صاحبؒ، سکنہ فیروز پور، نزد مہار شریف
۳۶۔ حضرت حافظ عظمت صاحبؒ، سکنہ طغیراں
۳۷۔ حضرت سید صالح محمد میرن شاہ صاحبؒ، سکنہ قصبہ ٹھٹھی نزد ملتان
۳۸۔ حضرت سید دین محمد شاہ صاحبؒ، سکنہ قصبہ ٹھٹھی نزد ملتان
۳۹۔ حضرت میاں احمد گوندل صاحبؒ (آپ کو سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت تھی)
۴۰۔ حضرت شیخ نظام بخش صاحبؒ (حضرت خواجہ قطب جمال ہانسویؒ کی اولاد سے تھے)
۴۱۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ہندوستانی
۴۲۔ حضرت مولوی ضیاء الدین صاحب مہارویؒ
۴۳۔ حضرت خلیفہ عبداللہ صاحبؒ
۴۴۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب سندھیؒ (آپ کو سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت تھی)
۴۵۔ حضرت قاضی احمد علی صاحبؒ فرزند حضرت قاضی محمد عاقل صاحبؒ سکنہ کوٹ مٹھن

مناقب المحبوبین میں مرقوم ہے کہ فرزند اکبر صاحبزادہ میاں نور الصمد شہید مہارویؒ کو آپ ہی نے خلافت عطا کی تھی۔

ان حضرات کے علاوہ اور بھی بے شمار صاحب کرامت بزرگ تھے جو حضرت قبلۂ عالمؒ کے حلقۂ احباب میں سے تھے، اگرچہ خلافت سے مشرف نہ تھے۔ یہ حضرات بھی صاحبانِ کرامات تھے۔ اُن سے ایسی کرامات کا ظہور ہُوا کہ اگر ان کرامات کو بیان کیا جائے تو عقل حیرت میں آجائے۔

الغرض حضرت قبلۂ عالمؒ کے سب مریدانِ خاص، احباب اور خلفاء صاحبانِ کرامت بزرگ تھے اور شریعت و طریقت میں بلند مقام رکھتے تھے۔ مگر آپ کے چاروں خلفائے عظام اولیائے سلف کی مثل تھے کہ جن سے ایک عالم کو فیض

پہنچا۔ یہ ایسا فیض تھا جیسا کہ لوگ پہلے زمانے کے اولیائے کرام سے پایا کرتے تھے۔

شعاعِ نور میں ہے کہ جس محنتِ شاقہ، ریاضت، مجاہدہ کی متواتر محنت اور شبانہ روز وِرد، وظائف اور مراقبہ کے ذریعے حضرت قبلہ عالمؒ نے یہ روحانی نعمت اور الٰہی معرفت کا خزانہ حاصل کیا تھا۔ اُسی محنت اور امتحان کے ساتھ یہ علم خلفاء تک پہنچا اور من جملہ خلفاء مشہور خلفاء چار ہیں جن کی نسبت ایک ہندی شاعر کا یہ مقولہ زبان زدِ خلق ہے:

وِچ ملتان جمال ڈکھایو
کوٹ مٹھن دے نوں رنگ لایو
حاجی پور وِچ نور دسایو
تخت سلیمان سنگھڑ پایو

---

جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں اور جو برائی لائے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اس کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

(الانعام : ۱۶۰)

# حضرت مولانا نور محمد المعروف نارووالہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا نور محمد نارووالہ صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کے خلفائے عظام میں سے تھے۔ سب سے پہلے آپ ہی خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے آپ عالمِ علوم ظاہری و باطنی، صاحبِ وجد و سماع اور محرم رازِ قبلۂ عالمؒ تھے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام صالح محمدؒ تھا۔ آپ حاجی پور علاقہ سندھ کے رہنے والے تھے مگر بعد ازاں ڈیرہ غازی خاں ضلع میں چاہ نارووالہ پر آباد ہوئے۔

خیر الاذکار میں لکھا ہے کہ جب حافظ محمدؒ سلطان پوری حضرت مولانا صاحبؒ سے بیعت ہو کر اپنے ملک واپس آئے تو حضرت نارووالہ صاحبؒ کی خدمت میں آکر علوم ظاہری کی تحصیل کرنے لگے۔ اکثر اوقات حضرت مولانا صاحبؒ کی توجہ سے حافظ صاحب پہ ذوق و مستی کی ایسی کیفیت وارد ہوتی کہ مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے۔ حضرت نارووالہ صاحبؒ نے جب حافظ صاحب کا یہ حال دیکھا تو آپ کے دل میں بھی اہل اللہ کی بیعت کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا اور حافظ صاحب مذکور کے ہاتھ ارسال کیا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے جواب میں لکھا کہ مثنوی مولانا رومؒ کا مطالعہ کریں۔ نیز کچھ اوراد و وظائف بھی عطا فرمائے۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر بیعت کی خواہش ہو تو میاں صاحب نور محمد مہارویؒ سے بیعت کر لیں کہ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔

حضرت نارووالہ صاحبؒ کچھ عرصہ وظائف و اشغال اور مطالعہ مثنوی میں مصروف رہے۔ آخر غلبۂ شوق سے بے قرار ہو کر بیعت کے ارادہ سے مہار شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ ان دنوں حضرت مولانا صاحبؒ

زیارت کے لئے دہلی گئے ہوئے تھے۔ حضرت نارووالہؒ صاحب نے راستہ میں یہ خبر سنی تو کچھ لمحہ خاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مہار شریف جائیں اور حضرت قبلۂ عالمؒ کی آستاں بوسی کریں۔ خواہ آپ وہاں ہوں یا نہ ہوں۔

جب مہار شریف پہنچے تو دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ ایک رات پہلے سے مہار شریف میں موجود ہیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا "کہ ہمارا معمول تھا کہ جب بھی ہم دہلی حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں جاتے تھے تو دو تین ماہ وہاں قیام کرتے تھے مگر اس دفعہ ابھی چند دن بھی نہیں گذرے تھے کہ حضرت مولانا صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ وطن کے لئے جلد روانہ ہو جاؤ کہ ایک مرد دور دراز سے بیعت کے ارادہ سے آپ کے گھر آرہا ہے۔ پس میں جلد دہلی سے روانہ ہو کر تمہارے لئے یہاں آیا ہوں" حضرت نارووالہؒ صاحب دوسرے دن حضرت قبلۂ عالمؒ سے بیعت ہوئے۔

حضرت نارووالہ صاحبؒ جامع شریعت و طریقت تھے۔ شریعت ظاہری کی مراعات کا پاس بدرجہ اتم تھا کہ کوئی مستحب فوت نہ ہوتا تھا۔ آپ کی محفل میں کسی کو جرأت نہیں تھی کہ دنیاوی امور کا ذکر کرے۔ آپ قلتِ کلام، قلتِ طعام، قلتِ منام اور قلتِ اختلاط مع الانام میں کمال اہتمام فرماتے تھے۔ دو تین لقمہ سے زیادہ نہ کھاتے تھے۔ پانی بھی کم پیتے تھے اور خاموشی و کم خوابی بھی بہت زیادہ تھی، ہر وقت مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔

اللہ کا خوف کمالِ عبودیت کی نشانی ہے۔ اور یہ ہر وقت آپ پر طاری رہتا تھا۔ بلکہ اس قدر غالب تھا کہ جب آپ مرضِ وصال میں تھے۔ تو آپ نے ارادہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح اسی حالت میں قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں پہنچ جائیں تاکہ اپنے مرشد کے روبرو فوت ہوں۔ قاضی حکیم محمد عمر آپ کے معالج تھے۔ حکیم صاحب نے جب آپ کے جسم مبارک میں ضعفِ تمام دیکھا

تو با چشمِ پُرنم کہا کہ حق تعالیٰ آپ کو شفائے کامل عطا فرمائے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے بعد روئے زمین پر خلیفۂ برحق آپ کی ذاتِ مبارک ہے۔ آپ یہ سُن کر جوش میں آ گئے۔ فرمایا "اے قاضی کیا کہتا ہے۔ خلیفہ وُہ ہوتا ہے جو اپنے سرمایۂ ایمان کو سلامت لے جائے۔" یہ سُن کر قاضی صاحب پر گریہ طاری ہو گیا۔

خیر الاذکار میں ہے کہ ایک دفعہ آپ کشتی میں سوار تھے کہ یکایک کشتی کا ایک چوبی تختہ ٹوٹ گیا اور کشتی پانی سے بھر کر غرق ہونے لگی خلق نے واویلا شروع کر دیا۔ آخر کشتی آپ کی برکت سے غرق ہونے سے بچ گئی۔ آپ کے ایک مرید محمد موسیٰ والا نے کہا کہ یہ کشتی کس طرح غرق ہوتی کہ اولیاء اللہ کی کشتی غرق نہیں ہوتی۔ آپ کو غصّہ آ گیا۔ فرمایا کہ "اس کشتی میں کون سا ولی تھا۔ ہو سکتا ہے تم ولی ہو۔" تمام لوگ ہیبت سے خاموش ہو گئے۔ گویا اس تمام خشیت اللہ اور کمالِ عبودیّت کے باوجود بھی خُود کو مُبتدی سالک ہی سمجھتے تھے۔

خیر الاذکار میں ہے کہ جب حضرت نارووالہ صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کے ہمراہ دہلی میں حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے تو حضرت مولانا صاحبؒ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ "ہمیں ان آنکھوں سے عشق نظر آتا ہے۔" اور واقعی آپ کا حال یہی تھا۔ آپ اگرچہ وحدتِ حقیقی میں مستغرق تھے مگر جذبۂ عشق آپ پر بہت تھا۔ چنانچہ سماع میں اکثر عشقیہ اشعار پر وجد طاری ہو جاتا۔

آپ کا وصال چھ جمادی الاوّل ۱۲۰۴ھ (مطابق ۲۲ جنوری ۱۷۹۰ء) کو ہوا۔ خلاصۃ الفوائد میں ہے کہ آپ کے وصال کے بعد ایک روز حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ "اگر میاں صاحب حضرت نارووالہ صاحب کو چند روز اور مہلت مل جاتی تو ایک عالم آپ سے منوّر ہو جاتا۔" آپ کا مادۂ تاریخِ وصال چراغ ہے۔ آپ کا مزار مُبارک حاجی پُور میں ہے۔ آپ کے خلفاء بے شمار تھے۔ جن میں سے عبداللہ خاں صاحب چانڈاؒ، مولوی محمد حسینؒ، مولوی نور محمدؒ اور مولوی حاجی محمد اکبرؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

# حضرت قاضی محمدؐ عاقل صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ

قاضی محمد عاقل صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کے خلفائے عظام سے تھے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور صاحب وجد و سماع تھے۔ آپ کا وطن کوٹ مٹھن ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام قاضی محمد شریفؒ تھا۔ قاضی صاحبؒ کے دوسرے بیٹے کا نام نور محمد گوریچہ ہے۔ یہ بھی حضرت قبلہ عالمؒ کے مرید تھے۔ دونوں بھائی جید عالم تھے۔ حضرت قاضی محمد عاقل صاحبؒ نے بیعت کے بعد مجاہدہ و ریاضت پر ایسی کمر باندھی کہ تھوڑے عرصہ میں ہی تکمیل کے بلند درجہ پہ پہنچ گئے اور خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔

قاضی عاقل محمد صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کے ہمراہ دو دفعہ حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت کے لئے گئے۔ ایک دفعہ جب حضرت قبلۂ عالمؒ کے تینوں خلفاء یعنی حضرت نارووالہ صاحبؒ، حافظ محمد جمال ملتانی صاحبؒ اور قاضی عاقل محمدؒ اپنے مرشد کے ہمراہ گئے اور حضرت مولانا صاحبؒ کی زیارت سے فیضیاب ہوئے تو وہاں تینوں حضرات نے چند کتب حقائق حضرت مولانا صاحبؒ سے پڑھیں۔ یہ بھی محقق ہے کہ تینوں خلفاء نے کتاب سوا السبیل کا سبق اکٹھے ہی حضرت مولانا صاحبؒ سے لیا تھا۔ صاحبزادہ میاں نصیر بخشؒ فرماتے تھے کہ دہلی سے رخصت ہوتے وقت حضرت مولانا صاحبؒ نے قاضی صاحبؒ کو چار کتابیں اپنے کتب خانہ سے عنایت کی تھیں۔

اوّل ۔ مکتوبات حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی انصاریؒ۔ مؤلف مناقب لکھتے ہیں کہ "میں نے اس کتاب کی زیارت کی ہے۔ بہت خوش خط لکھی

ہوتی ہے اور حاشیہ پر حضرت مولانا صاحبؒ کے دستخط موجود ہیں۔

دوسری :۔ مطول

تیسری :۔ سواء السبیل

چوتھی :۔ ایک مجموعہ تھا جس میں لوائح جامیؒ اور اس کی شرح، ایک قصیدہ اور شرح رباعیات مولانا جامیؒ اور لوامع وغیرہ تھیں۔

رخصت کے وقت حضرت مولانا صاحبؒ نے قاضی صاحبؒ کو کثرتِ ذکرِ جہر کی تاکید فرمائی۔ اور ختم کبیر کی ترکیب و اجازت بھی عطا کی۔ اسما الابرار میں لکھا ہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ مہار شریف میں جب اپنے حجرہ میں بیٹھ کر بلند آواز سے ذکر کرتے تھے تو آپ کی آواز شہر فرید تک، جو تین کوس کے فاصلہ پر ہے۔ پہنچتی تھی۔ آج تک ان کے خاندان میں ذکرِ جہر کی کثرت ہے اور ختم مذکور کا بہت رواج ہے۔ اُن کے خلفا بھی پڑھتے ہیں۔

حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں دوسری حاضری کا واقعہ خواجہ نصیر بخش مہارویؒ کی زبانی اس طرح ہے کہ ایک دفعہ قاضی صاحبؒ حضرت قبلہ عالمؒ کی زیارت کے لئے کوٹ مٹھن سے مہار شریف کی طرف آ رہے تھے۔ جب خیر پور پہنچے تو سنا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ دہلی گئے ہوئے ہیں۔ جونہی یہ سنا آپ بھی دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کو حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمت میں گئے ہوئے چند ماہ ہو گئے تھے۔ جب ان کی رخصت میں دو تین دن باقی رہ گئے تو حضرت مولانا صاحبؒ نے قاضی صاحبؒ کو فرمایا کہ میاں صاحب نور محمد جی دو تین دن تک مہار شریف کی طرف تیار ہیں۔ تم ابھی ابھی آئے ہو اس لئے تم ابھی میرے پاس چند دن رہو۔

قاضی صاحبؒ نے عرض کیا کہ غریب نواز اس غلام پر جو نوازش کرنا ہے میرے پیر قبلۂ عالمؒ کے واسطہ سے کر دیں اور مجھے اجازت عطا فرما دیں کہ اپنے مرشد کے ساتھ ہی واپس چلا جاؤں۔ حضرت مولانا صاحبؒ ان کے اعتقاد سے

بہت خوش ہوئے۔ رخصت دے دی اور حضرت قبلۂ عالمؒ کو فرمایا کہ "میاں صاحب قاضی صاحب پر پہلے جو آپ شفقت کرتے تھے اپنی جانب سے کرتے تھے اب ہماری جانب سے بھی ان پر کرم فرمائیں" چنانچہ حضرت مولانا صاحبؒ اور حضرت قبلۂ عالمؒ کی نوازشات قاضی صاحبؒ پر اس قدر ہوئیں کہ ہزار ہا مخلوق آپ کے دروازہ سے فیضیاب ہوئی اور آپ سے صد ہا صاحبِ خانقاہ پیدا ہوئے۔

آپ کا وصال آٹھ رجب ۱۲۲۹ھ (۲۶ جون ۱۸۱۴ء) کو ہوا۔ اس مصرع سے آپ کی تاریخِ وصال نکلتی ہے۔

روز ہشتم بود از ماہِ رجب؛

آپ کا مزارِ مبارک کوٹ مٹھن شریف میں ہے۔

---

نبی (کریم) مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

(الاحزاب ۳۳ : ۶)

# حضرت حافظ مولانا محمد جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد جمال صاحبؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کے اکمل یاروں اور اعظم خلفاء میں سے تھے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام مولانا محمد یوسف بن حافظ عبدالرشید تھا۔ حافظ محمد جمال صاحبؒ عالمِ علوم ظاہری و باطنی، حافظ و عارفِ کامل اور صاحبِ وجد و سماع تھے۔ مدت تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں لوٹا اُٹھانے اور وضو کرانے کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ سفر و حضر میں حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں رہے۔ درویشوں کو لنگر تقسیم کرنے کا کام بھی آپ کے ذمہ تھا۔

حضرت صاحبزادہ غلام فرید مہارویؒ نے حافظ صاحب کے بیعت کا واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ جب ان کے دِل میں طلبِ خُدا اور شوقِ لقائے ذاتِ کبریا پیدا ہُوا تو چند روز پیرِ کامل کی طلب میں حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین ملتانیؒ کے روضۂ مبارک کے اندر رہے۔ ہر رات ایک قرآن پاک ختم کرتے اور ان کی ارواح کو بخشتے۔ پھر وہیں سو جاتے اور پیرِ کامل کے لیئے استدعا کرتے۔ یہاں تک کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ رکن الدینؒ اور حضرت قبلۂ عالمؒ ایک جگہ بیٹھے ہیں اور حافظ صاحب بھی موجود ہیں۔ پس حضرت رکن الدینؒ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت قبلۂ عالمؒ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ حافظ صاحب تمہارے پیر یہ ہیں۔ ان کا نام نور محمد مہارویؒ ہے۔ جب بیدار ہُوئے تو حافظ صاحب کو حضرت قبلۂ عالمؒ کی زیارت کا شوق ہُوا۔ ملتان سے روانہ ہو کر مہار شریف آئے اور حضرت قبلۂ عالمؒ سے بیعت ہو گئے۔

میاں امام بخش مہارویؒ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد صاحب سے سُنا تھا کہ جب حضرت قبلۂ عالمؒ دہلی گئے ہُوئے تھے اور ایک دِن حضرت مولانا

صاحبؒ کی مجلس میں حافظ صاحبؒ کے ساتھ موجود تھے تو یہ بات چلی کہ ملتان میں حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کی عظمت کے سامنے کسی ولی کا تصرف نہیں چلتا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا کہ اے میاں نور محمد اب تک ملتان کی ولایت حضرت بہاؤالحقؒ کے سپرد تھی مگر اب ملتان ہمارے سپرد ہو گیا ہے۔ لازم ہے کہ اپنے مریدوں میں سے ایک مرید اس جگہ بھیجیں اور کہیں کہ عین خانقاہ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ میں خلق کو بیعت کریں۔ جب حضرت قبلۂ عالمؒ دہلی سے مہار شریف واپس آئے تو حافظ محمد جمالؒ کو خلافت دے کر ملتان کی طرف روانہ کیا انہوں نے مولوی خدا بخش ملتانیؒ کو، جو اُن کے نامور خلفاء میں سے تھے، عین حضرت بہاؤالحق صاحبؒ کی خانقاہ میں مرید کیا۔

حافظ صاحبؒ اپنے زمانہ میں مسئلہ وحدت وجود میں بزرگ ترین عالم تھے۔ حضرت مولانا جامیؒ اور محی الدین عربیؒ کی تصانیف کو دوست رکھتے تھے۔ حسنِ اخلاق کا مجسمہ تھے۔ چھوٹوں پر سب سے زیادہ شفقت و مہربانی کرنے والے تھے۔ کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالتے تھے۔ غنی اور فقیر سب کی دعوت قبول کر لیتے تھے مگر فقیر کے گھر بڑی خوشی اور محبت سے جاتے تھے۔ کلام مختصر فرماتے مگر وہ حکمت و معرفت سے بھرپور ہوتا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حافظ صاحبؒ سے پوچھا کہ جب آپ حضرت قبلۂ عالمؒ کے ساتھ دہلی جاتے تھے تو حضرت قبلۂ عالمؒ حضرت مولانا صاحبؒ کو کس طرح ملتے تھے۔ فرمایا کہ مجھے بھی شوق تھا کہ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات دیکھوں۔ میرا کام اُن دنوں حضرت قبلۂ عالمؒ کے گھوڑے کی حفاظت کرنا تھا۔ اس لئے میں اس کی رسی ہاتھ میں رکھتا تھا۔ لہٰذا مجھے دیکھنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ ایک دفعہ میرے دل میں بھی یہی خواہش پیدا ہوئی کہ ان حضرات کی ملاقات دیکھوں۔ چنانچہ میں نے گھوڑے کو کسی چیز سے باندھا اور کونہ میں ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے حضرت مولانا صاحبؒ

سے یوں ملاقات کی جیسے بندہ اپنے خدا سے ملاقات کرتا ہے۔

ایک دفعہ جنابِ حافظ صاحبؒ مجلس میں بیٹھے تھے کہ توکّل پر گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے دوستوں میں سے جتنا رتبۂ توکّل حق تعالیٰ نے حضرت سنگھڑ والا صاحب (حضرت خواجہ شاہ محمدؐ سلیمان تونسویؒ) کو دیا ہے اتنا کسی اور کو نہیں دیا۔

آپ کا وصال پانچ جمادی الاوّل ۱۲۲۶ھ (مطابق ۲۷ جون ۱۸۱۱ء) کو ہُوا۔ جس جگہ پر فوت ہوئے، وہیں دفن ہوئے اور وہیں مزار مبارک بنا۔ آپ کے خلیفہ مولوی خدا بخشؒ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ تیسرے روز قل خوانی ہوئی اور نواب مظفر خاں والئی ملتان نے مولوی خدا بخشؒ کو دستارِ خلافت باندھی۔

حافظ محمدؐ جمال صاحبؒ کی دو شادیاں تھیں مگر اولاد نہ تھی۔ ایک لڑکی ہوئی تھی، مگر وہ بھی لاولد فوت ہوگئیں۔ حافظ صاحبؒ کی تاریخِ وصال اس شعر سے نکلتی ہے:

خرد زسالِ وصالش چو جستجوئے کرد
ندائے داد سروشم کہ یافت خوبِ وصال

آپ کے خلفا بے شمار تھے مگر ان میں سے مشہور ترین خواجہ خدا بخش ملتانی ثمہ خیرپوریؒ تھے کہ صدہا انسانوں نے اُن سے فیض حاصل کیا۔ صاحبِ موصوف اولیائے کاملین میں سے تھے اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ آپ نے جنابِ حافظ صاحبؒ کے اکثر دوستوں کی تربیت کی اور انہیں خلافت دی، جن میں سے حضرت خواجہ حافظ غلام فرید صاحب مہاروی، جناب زاہد شاہ صاحبؒ، مولوی غلام حسن صاحبؒ، قاضی عیسیٰ خان پوریؒ اور مولوی عبید اللہ ملتانیؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ خواجہ خدا بخش صاحبؒ کا وصال یکم ماہِ صفر ۱۲۵۰ھ کو ہوا۔ مزارِ مبارک خیرپور شریف میں مرجعِ خواص و عوام ہے۔

# حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قبلۂ عالمؒ کو اپنے مرشد مولانا فخر الدین دہلویؒ سے حکم تھا کہ کوہستان کے دامن میں ایک شاہباز ہے جسے ہر طور زیرِ دام لانا ہے۔ اس غرض سے آپ اپنے خلفاء نور محمد ثانیؒ اور حافظ محمد جمال ملتانیؒ کو ہر سال سانگھڑ بھیجتے مگر مطلوبہ علامات والا شہباز دستیاب نہ ہوا۔

شروع میں خواجہ محمد سلیمانؒ تونسہ کی بگی مسجد میں ایک بزرگ سے دینی علوم پڑھا کرتے تھے۔ پھر میاں احمد علی جیوؒ سے کوٹ مٹھن میں "قطبی" پڑھنے لگے۔ حضرت پیر پٹھانؒ فرماتے ہیں کہ کوٹ مٹھن میں وہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے کمالات کے بارے میں سنا تو کرتے تھے مگر سماع کے سبب ان کے معتقد نہ ہو سکے۔ انہی دنوں خواجہ نور محمد مہارویؒ کا اوچ شریف آنا ہوا۔ بے شمار لوگ آپ کی زیارت کے لئے گئے۔ وہ بھی مسئلہ سماع پر گفتگو کرنے آپ کی جانب چل دیئے۔ راستہ میں ایک شخص ملا جو کچھ کھجوریں حضرت کی نذر کرنے لے جا رہا تھا۔ آپ نے اس سے کھجوریں چھین کر کھالیں اور کہا وہ ایک درویش آدمی ہیں انہیں ایسی چیزوں کی کیا ضرورت ہے۔ جب آپ اوچ شریف پہنچے تو دیکھا بے شمار لوگ حضرت جلال الدینؒ کے مزار کے گرد جمع ہیں۔ ان میں ایک شخص جس کا نام مقبول رہکلہ تھا۔ لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ باتیں کر رہا تھا۔ آپ نے سوچا یہی قبلۂ عالم ہوں گے۔ لیکن جب قبلۂ عالمؒ حجرہ سے باہر تشریف لائے تو لوگ آپ کے قدموں پر گرنے لگے۔ خواجہ محمد سلیمانؒ نے سوچا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے ساتھ اتنے بڑے مجمع میں گفتگو کرنا مناسب نہیں۔ یہ خیال آنا تھا کہ آپ نے مجھے بازو سے پکڑ لیا۔ گویا مجھے اپنے آپ سے نجات مل گئی اور اپنی بیعت میں لے لیا۔

چند وظائف کی تلقین کی اور تھوڑی سی مصری عطا فرمائی۔ میں نے مصری تو وہیں کھا لی اور ایک اینٹ سے جسے خاک شفا سمجھا جاتا تھا۔ سو ٹکڑے لے کر دامن میں باندھ لیے۔

حضرت قبلۂ عالمؒ سے بیعت کے بعد آپ نے قطبی پڑھنا چھوڑ دی اور مست عاشقوں کی طرح دن رات عشق و محبت کی باتیں کرنے اور آزاد منش لوگوں کی طرح ادھر اُدھر گھومنے لگے۔ آپ کے رشتہ داروں نے انہیں روکنے کیلئے اردگرد کانٹوں کی باڑ بنا دی مگر خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ پر جب شوق کا غلبہ ہوا تو آپ باڑ پھلانگ کر باہر آ گئے اور کپڑوں کو پارہ پارہ کر کے پروانوں کی طرح اپنی شمع کی طرف روانہ ہو گئے۔ تین چار دن کی مسافت کے بعد آخر حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں پہنچ کر دم لیا۔

مناقب المحبوبین میں ہے کہ خواجہ نور محمد مہارویؒ نے وصال سے پہلے اپنے بیٹے خواجہ نور احمدؒ سے فرمایا کہ اُس روہیلہ یعنی خواجہ شاہ محمد سلیمان کو فوراً بلا لاؤ۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ قاصد کہاں بھیجوں، کسی شخص کو علم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔ فرمایا۔ اچھا وہ خود ہی آجائے گا۔

کہتے ہیں کہ اُس وقت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ موضع "دہرک" میں قیام پذیر تھے کہ غیب سے آواز آئی "قافلہ تیار ہے جلدی کرو"۔ آپ فوراً چل پڑے۔ دو تین دن کے مسلسل سفر کے بعد غروب آفتاب کے وقت آپ دریائے ستلج کے پتن پر پہنچے تو وہاں کوئی کشتی نہ تھی۔ اچانک ایک ملاح مع کشتی نمودار ہوا اور آپ کو دریا کے پار پہنچا کر غائب ہو گیا۔ لگاتار سفر کی وجہ سے آپ کے پاؤں میں چھالے پڑ چکے تھے جن سے خون رسنے لگا۔ پانچ روز سے بخار بھی تھا جب آپ حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں پہنچے تو آپ بہت ضعیف و کمزور ہونے کی وجہ سے صاحبزادہ نور احمدؒ کے سہارے پلنگ پر تشریف فرما تھے۔ خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ آپ کے پائنتی کی جانب بیٹھ گئے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے خصوصی توجہ

فرمائی تو آپ کے چہرے کا رنگ کبھی زرد اور کبھی سرخ ہو جاتا۔ صبح سے شام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ میاں غلام رسول لانگری نے کھانے کی درخواست کی تو خواجہ نور محمد مہارویؒ نے منع فرما دیا کہ انہیں اس حالت میں کچھ نہ کہو۔ غروبِ آفتاب تک آپ کو جو فیوض و برکات ملنے تھے ملے۔

مولوی نور محمد بورڑہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے شیخ یعنی حضرت نور محمد نارووالہ صاحبؒ مہار شریف آ رہے تھے۔ ہم غلام بھی ہمراہ تھے کہ خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ بھی پیدل ہی ساتھ ہو لئے۔ خلیفہ صاحبؒ نے اتر کر اپنی سواری پر انہیں سوار کیا۔ دو تین دن تک نصف فاصلہ خلیفہ صاحبؒ اور نصف فاصلہ خواجہ سلیمانؒ سوار ہوتے۔ چونکہ ہم لوگ مؤخر الذکر بزرگ کی عظمت سے واقف نہ تھے اس لئے ہم نے باہم طے کیا کہ کسی طرح اس نوجوان کو علیحدہ کر دیا جائے تاکہ حضرت نارووالہ صاحبؒ اس زحمت سے بچ جائیں۔ آپ نے بھانپ لیا اور فرمایا "یہ نوجوان ہمارا ایک بزرگ پیر بھائی ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ سب جہاں اس کے دروازہ پر سجدہ ریز ہو گا۔ خبردار اس کے خلاف کوئی بات نہ کرنا"

مولوی نور محمد بورڑہ ایک بار حافظ محمد جمال ملتانیؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ آپ خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے استقبال کے لئے حویلی کے دروازے تک تشریف لائے۔ جونہی آپ کی نظر حضرت پیر پٹھانؒ پر پڑی تو فرمایا "اللہ کی شان ہمارے اس پیر بھائی کو جو عظیم دولت مرشد سے ملی وہ ہم میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں"۔ ایک شخص نے اس خصوصی نعمت کے بارے پوچھا تو فرمایا "وہ توکل ہے جو مولانا فخر الدین دہلویؒ کی شان تھی"۔

ایک دن حضرت قبلۂ عالمؒ تشریف فرما تھے۔ نواب غازی الدین خانؒ، مولوی اسد اللہؒ اور قاضی عزیز اللہؒ بھی شریکِ محفل تھے۔ کہ آپ نے فرمایا سبحان اللہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بھری ہوئی دیگ عطا ہوئی جس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو تقسیم کرتے رہے

مگر یہ دیگ بدستور بڑھی رہی۔ پھر خلفاء راشدینؓ اس میں سے عطا فرماتے رہے مگر دیگ میں کمی واقع نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ سلسلہ بہ سلسلہ چلتی ہوئی یہ دیگ مشائخ عظام سے ہوتی ہوئی مولانا فخر الدین دہلویؒ تک اور اُن کے بعد اس بندۂ ناچیز تک پہنچی۔ میں بھی لوگوں کی اہلیت کے مطابق اسے تقسیم کر رہا ہوں۔

میرا ارادہ تھا کہ میں اسے حضرت نارووالہؒ کے حوالہ کر جاؤں مگر مشیتِ ایزدی کچھ اور ہے۔ نواب صاحبؒ نے پوچھا یہ خوش نصیب کون ہے اس پر آپ نے خادم سے کہا کر جاؤ وہاں روہیلہ مسجد میں بیٹھا ہوگا اُسے بلا لاؤ۔ جب خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ آ گئے تو خواجہ نور محمد مہارویؒ نے فرمایا کہ "یہ وہ خوش قسمت شخص ہے" بعد ازاں آپ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ تم ایک کوہستانی دیہاتی ہو جو کتاب ہم نے تمہیں دی ہے اس کی حفاظت کرنا۔ پھر آپ نے پیر پٹھان کی رخصت کر دیا۔ اسی حوالے کی روشنی میں مولانا خدا بخش خیر پوریؒ آپ کو حضرتِ سانگھڑ کی بجائے حضرتِ لنگر فرمایا کرتے تھے۔

جب خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ عمر کے آخری دور میں پہنچے تو کوہستان کی وادی میں ایک غیبی آواز سُنائی دی کہ جو شخص بارہ ربیع الاوّل کو آپ کی زیارت کرے گا، وہ جنت کا حقدار ہو جائے گا۔ ہزاروں لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور بنگلہ کے دروازوں کو بہشتی دروازہ تصور کر کے اس میں گزرتے رہے۔

وصال کا وقت قریب آیا تو یہ شعر وردِ زبان رہا ؎

آہن کہ بپارس آشنا شُد
فی الحال بصورتِ طلا شُد

بالکل آخری وقت آپ کے پوتے میاں اللہ بخشؒ نے آپ کو سہارا دے رکھا تھا کہ خدام نے ان پر خصوصی عنایت فرمانے کی درخواست کی۔ اُس وقت فرمایا "وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي" یعنی میں نے اپنی رُوح

اس کے اندر پھونک دی۔ نیز فرمایا:

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

یعنی اگر پورا زمانہ بھی جھکڑ کا روپ دھار لے تو بھی باخدا لوگوں کے روشن چراغ کو گُل نہیں کر سکتا۔

آپ کا وصال ۷، صفر ۱۲۶۷ھ بروز جمعرات ہوا۔ آپ کا مزارِ مبارک آستانہ عالیہ سلیمانیہ تونسہ شریف میں لاکھوں افراد کی زیارت گاہ ہے۔ کسی نے لکھا ہے اور بہت خوب لکھا ہے کہ

"آپ کے مزارِ مبارک پر آج بھی ایک سیڑھی موجود ہے جس پر چڑھ کر بندہ اپنے رب تک پہنچ سکتا ہے۔"

---

# حضرت قاری عزیز اللہ رحمۃ اللہ علیہ

قاری عزیز اللہؒ لاہور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا اپنے دور کے مشہور کاتب تھے۔ ایک لفظ کا معاوضہ روپیہ لیتے جو فن شناس بخوشی عطا کرتے۔ آپ کے نانا حافظِ قرآن، صالح اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ دینی علوم سے فارغ ہوئے تو ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ لاہور سے لالیکا منتقل ہو گئے اور ابراہیم جی کے ہاں قیام فرمایا، مگر مجذوبوں کی طرح پھرتے رہتے۔ ایک بار پاکپتن شریف جاتے ہوئے حضرت قبلۂ عالمؒ کا اس گاؤں سے گزر ہوا تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں ایک مجذوب قیام پذیر ہے جو کسی سے بات نہیں کرتا۔

آپ نے فرمایا جاؤ اُسے میرا سلام کہو۔ لوگوں نے جونہی آپ کا سلام قاری صاحب کو پہنچایا آپ دوڑتے ہوئے خواجہ نور محمد مہارویؒ کی خدمت میں پہنچے۔ قدمبوس ہوئے۔ سکر کی کیفیت بھی جاتی رہی بیعت سے مشرف ہو کر مہار شریف پہنچے اور وہاں کے ہو رہے۔ عرصہ دراز تک آپ مجاہدات اور عبادات میں مصروف رہے۔ حتیٰ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبلۂ عالمؒ تک جو امانت نسلاً بعد نسل پہنچی تھی وہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے قاری صاحب کو عطا فرما دی۔

بعد ازاں آپ قرآن پاک کی تدریس میں مصروف ہو گئے۔ ایک مدرسہ قائم کیا گیا جہاں ڈیڑھ سو کے لگ بھگ طالب علم تھے۔ ہر روز نمازِ عصر سے فارغ ہو کر حضرت قبلۂ عالمؒ بھی تشریف لاتے۔ جمعہ کے تمام نذرانے آپ قاری صاحب کو دے دیتے۔ مرشد کے فرمان کے مطابق آپ دن رات تدریسِ قرآن

میں مشغول رہتے۔ صرف جمعہ کے روز مرشد کے مکان پر حاضری دیتے اور اُن سے رُوحانی فیض حاصل کرتے۔ آپ کا حُلیہ بالکل مُرشد کے حُلیہ کے مطابق تھا۔ وصال کا وقت قریب آیا تو بالعموم زبان پر یہ شعر رہتا ؎

صورت از بے صُورتی آمد بروں
باز شد کَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون

آپ کی تاریخ وصال ۵/ ذیقعد ۱۲۰۸ھ ہے۔ مدفن قبلۂ عالمؒ کے رَوضہ شریف کے شرقی جانب درگاہِ معلّٰی کے احاطہ میں واقع ہے۔

---

# حضرت قاری صبغت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاری صاحبؒ واقعی آپ اسم بامسمّٰی تھے اور صحیح معنوں میں اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ علومِ دینیہ کی تکمیل کے بعد لاہور سے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر بیعت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے آپ اہل وعیال کے دُنیاوی جھمیلوں سے پاک رہے۔ رُوحانی فیض آپ نے اپنے بھائی سے بھی حاصل کیا، جن کے وصال کے بعد آپ ان کے سجّادہ نشین مقرّر ہوئے۔ آپ کو غیر شرعی باتوں سے سخت نفرت تھی۔ شب و روز وعظ و تدریس میں بسر کرتے۔ آپ اپنا اور اپنے طلباء کا پیٹ کھیتی باڑی کے حلال پیسہ سے بھرتے۔

آپ کا وصال ۲۱ شعبان ۱۳۲۰ھ کو ہوا۔ اُس روز سخت زلزلہ آیا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے روضۂ مبارکہ کے قریب اور بھائی کی قبر سے متصل آپ کو درگاہِ معلّٰی کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔

# حضرت میاں محمّد فاضل نیکو کارہ رحمۃ اللہ علیہ

جب آپ نے حضرت قبلۂ عالمؒ سے بیعت کی سعادت حاصل کی تو مُرشد پاک نے تلقین کی کہ دینی علوم اور علمِ معرفت کی تدریس کو اپنا نصبُ العین بنائیں۔ چنانچہ ساری زندگی انہی مشاغل میں گزار دی۔ حضرت نیکو کارہؒ کو ظاہری اور باطنی علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی اور صوری اور معنوی کمالات سے بھی آراستہ تھے۔ عبادات و معمولات کی سختی سے پابندی کرتے۔ نمازِ تہجد میں پانچ پاروں کی تلاوت آپ کا معمول تھا۔ بیماری کی وجہ سے ایک مرتبہ چھ ماہ ایک قول کے مطابق دو سال تک اِس معمول پر عمل نہ ہو سکا تو جُونہی اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی روزانہ دس پاروں کا معمول بنالیا۔

جو لوگ حضرت قبلۂ عالمؒ کے پاس بیعت کیلئے جاتے آپ ان میں سے اکثر کو میاں محمّد فاضل نیکو کارہؒ کی طرف بھیج دیتے۔ چنانچہ آپ کے رُوحانی فیوض سے بے شمار لوگ مستفیض ہُوئے۔

آپ کا وصال ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۲۷ھ کو ہُوا اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے روضۂ مبارکہ کے مشرقی جانب درگاہِ معلیٰ کے احاطہ میں آپ کا مزارِ مبارک بنا۔

# حضرت حافظ غلام حسن بھٹی رحمتہ اللہ علیہ

دینی علوم کی تکمیل کے بعد آپ کا رابطہ ایک مجذوب سے قائم ہو گیا تھا۔ کچھ مدت بعد حضرت محکم الدینؒ سے تعلق قائم کیا۔ مگر باوجود خواہش و کوشش کے باقاعدہ مرید نہ بن سکے۔ بعد ازاں حضرت قبلۂ عالمؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان ہی کی خدمت میں رہنے لگے۔ کچھ مدت بعد حضرت قبلۂ عالمؒ نے حافظ غلام حسن بھٹیؒ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا اور بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ لیکن ابھی آپ کی مکمل مشکلکشائی نہ ہوئی تھی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کا وصال ہو گیا۔ مسلسل چالیس دن تک مزارِ اقدس پر اعتکاف کی حالت میں بیٹھے رہے۔ چلہ ختم کرنے کے بعد صاحبزادگان سے رخصت کی اجازت کیلئے مہار شریف پہنچے۔ قاری عزیز اللہؒ پر نگاہ پڑی تو ان ہی کے ہو کر رہ گئے کیونکہ ان کی پیشانی سے بالکل وہی نور جھلک رہا تھا جو حضرت قبلۂ عالمؒ کی پیشانی سے ہویدا تھا۔ چنانچہ آپ نے قاری صاحبؒ کی صحبت اختیار کر لی۔

ایک دن حافظ غلام حسن بھٹیؒ قاری صاحبؒ کے پاؤں دبا رہے تھے کہ ہاتھ ایک پٹھے پر پڑا۔ چھوا تو وہ بالکل اسی طرح کا تھا جیسے حضرت قبلۂ عالمؒ کی ٹانگ میں تھا۔ دونو میں اتنی گہری مماثلت دیکھ کر حافظ غلام حسن بھٹی قاری عزیز اللہؒ کے اور بھی گرویدہ ہو گئے۔

ایک مرتبہ قاری عزیز اللہؒ مہار شریف کے مضافاتی قصبہ "ہتھ جہیڈو" گئے۔ حافظ غلام حسن بھٹیؒ بھی ہمراہ تھے۔ واپسی پر قاری صاحبؒ نے درویشوں

کو حکم دیا کہ لکڑیاں چُن لیں۔ سردی کا موسم ہے، رات کو جلانے کے کام آئیں گی۔ جب حافظ صاحبؒ کو بھی ایک بڑی سی لکڑی اُٹھا کر لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا حافظ صاحب میں نے تو درویشوں کو لکڑیاں چُننے کے لئے کہا تھا۔ آپ نے عرض کیا حضرت! خدارا مجھے اپنے درویشوں کے حلقہ سے نہ نکالئے۔ قاری صاحبؒ آپ کی اس بات سے بے حد مسرور ہوئے اور اُسی وقت اُن پر خصوصی توجہ فرما کر انہیں اسرارِ رُوحانی سے بہرہ ور کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ حافظ صاحبؒ کو حافظ محمد جمال ملتانیؒ سے بھی فیض حاصل تھا۔

آپ کی تاریخ وصال ۹، ذیقعدہ سنہ ۱۲۴ھ ہے۔ آپ کا مزار حضرت قبلۂ عالمؒ کے روضہ شریف کے پائنتی کی طرف درگاہِ معلّٰی کے احاطہ میں واقع ہے۔

---

# حضرت حافظ غلام محمدؒ المعروف کڑیالہ رحمۃ اللہ علیہ

علومِ دینی حاصل کرنے کے بعد آپ حضرت قبلۂ عالمؒ سے بیعت ہوئے اور ریاضت و عبادات کو معمول بنایا۔ حتیٰ کہ خرقۂ خلافت پایا اور مرشد نے بیعت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ بعد از وصال حضرت قبلۂ عالمؒ آپ نے حافظ محمدؐ جمال ملتانیؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔

ایک مرتبہ مولوی عبدالرحمٰن ہنڈیراؒ اتنے سخت بیمار ہوئے کہ زندگی کی امید ہی نہ رہی۔ حافظ غلام محمدؐ کڑیالہؒ آپ کی عیادت کے لئے آئے تو حالتِ زار دیکھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ اپنی زندگی کے چند سال انہیں عطا فرما دیئے۔ مولوی صاحب تو تندرست ہو گئے اور آپ چند دن بعد رحلت فرما گئے۔

آپ کی تاریخ وصال ۱۲ محرم ۱۲۴۳ھ ہے۔ آپ کا مزار حضرت قبلۂ عالمؒ کے روضہ شریف کے مشرقی جانب درگاہ معلّٰی کے احاطہ میں میاں محمدؐ فاضل نیکوکارؒ کے پہلو میں ہے۔

# حضرت حافظ محمدؒ ناصر رحمتہ اللہ علیہ

حافظ محمدؒ ناصرؒ نے اپنے وطن "آدان قار" سے آکر دینی تعلیم میاں محمدؒ فاضلؒ سے حاصل کی اور علوم معرفت کے لئے حضرت قبلۂ عالمؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے حضرت قبلۂ عالمؒ نے تجرّد کی زندگی اور اعتکاف کی تلقین کی چنانچہ آپ مسلسل ساٹھ سال تک ایک ہی حُجرہ میں معتکف رہے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ روزانہ دن کے آٹھویں پہر میں آپ کے حجرہ میں تشریف لے جاتے۔ دیگر پیر بھائی بھی آپ کے حُجرہ میں آتے رہتے۔ لیکن حافظ ناصرؒ کبھی کسی سے ملنے نہ گئے۔

مولانا فخر الدین دہلویؒ کے عُرس کے موقع پر محفل سماع منعقد ہوئی تو نواب غازی الدینؒ اور دیگر خلفاء سب شریک تھے۔ مگر حافظ محمدؒ ناصرؒ نہ آئے حضرت قبلۂ عالمؒ کے ایک عقیدت مند محمدؒ الیاس سیال نے عرض کیا کہ سب خدام موجود ہیں مگر حافظ صاحبؒ نہیں آئے۔ خدا جانے سماع کے بارے میں ان کا کوئی اور نظریہ ہو۔ حضرتؒ نے فرمایا وہ چاہے شریک ہو یا نہ ہو۔ سماع کے بارے میں اس کا عقیدہ درست ہے۔

آپ آداب وضو کا خاص خیال رکھتے اور نماز ہمیشہ اوّل وقت میں ادا کرتے۔ حضرت خواجہ نورُ احمد مہارویؒ نے آخری وقت میں علاج کی خاطر حُجرہ سے نکال کر ساتھ والے ایک مکان میں منتقل کر دیا۔ ایک رات خواجہ نورُ احمد صاحبؒ کی خدمت میں بہادر قوال نے پنجابی کا یہ دوہڑہ پڑھا ؎

ولی دے دروازے اڑیئے پینجا پنجاروں
تونبا تونبا اُڈ گیا تے من وچ رہ گئیوں توں

یعنی ایک روئی دھننے والا ولی کے دروازے پر روئی دھن رہا ہے جس سے میرے جسم کا ریزہ ریزہ تو بکھر چکا ہے اور میرے دِل میں تیری ذات

کے سوا کچھ بھی باقی نہیں بچا۔ جب قوّال کی آواز حافظ محمّد ناصرؒ کے کانوں میں پڑی تو خواجہ حافظ غلام فرید مہارویؒ کی معرفت قوّال کو بلوا کر یہی دوہڑہ دوبارہ سُنا۔ بیماری کے باوجود وجد میں آگئے۔ ایک گز تک فضا میں اُچھلتے اور پھر چارپائی پر گر پڑتے۔ الغرض شیخ کی سماع والی سنّت پر بھی آپ نے آخری وقت میں عمل فرمایا۔

اسی بیماری میں آپ واصل بالحق ہوئے اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے روضۂ شریف کے شمالی جانب درگاہِ معلّٰی کے احاطہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔

---

# حضرت مولوی محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ

آپ بستی جھانگی میں قیام پذیر تھے۔ یہ بستی بہاول پور سے تین کوس کے فاصلے پر ہے۔ آپ کو حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ سفر اور حضر میں کبھی ملتان شریف کی طرف پاؤں کر کے نہیں سوتے تھے۔

حضرت قبلۂ عالمؒ سے سلسلہ سہروردیہ میں بیعت ہوئے اور اسی میں خلافت واجازت کا شرف حاصل کیا اور بے شمار روحانی کمالات کے مالک بنے۔

کوڑا خان صاحب حضرت قبلۂ عالمؒ کے خاص غلاموں میں سے تھے۔ ایک دن انہوں نے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ "میرا دل چاہتا ہے کہ ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر رہا کروں۔ مگر کیا کروں سفر طویل ہے۔ روزانہ حاضر ہونا مشکل ہے۔" حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ "مولوی محمد مسعود سے وظیفہ پوچھ لو اور اس پر عمل کرو۔ تمہاری مراد پوری ہو جائے گی۔" اس نے ایسا ہی کیا اور اس کی مراد پوری ہو گئی۔

تکملہ سیر الاولیاء میں ہے کہ ایک دن آپ مصلّے پر سوئے ہوئے تھے اور ایک درویش پاؤں دبا رہا تھا کہ اس نے آپ کی آستین سے پانی بہتا ہوا دیکھا۔ درویش یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جب پوچھا تو فرمایا کہ "میرے ایک دوست کی کشتی غرق ہو رہی تھی۔ اسے بچانے کے لئے میں نے دریا میں ہاتھ ڈالا تھا۔ لہٰذا آستین بھیگ گئی۔ فی الواقع چند دنوں بعد وہ صاحب جن کی کشتی کو غرق ہونے سے بچایا تھا، آپ کی خدمت میں آئے اور شکریہ ادا کیا تو حقیقت حال ظاہر ہوئی۔

---

# نواب غازی الدین خان رحمۃ اللہ علیہ

نواب غازی الدین خانؒ شاہِ دہلی کے وزیر تھے۔ جب وُہ معتوب ہُوئے تو اپنی جان کے خوف سے چھُپتے پھرتے تھے۔ یہاں تک کہ حرمین الشریفین میں بھی حاضری دی۔ مگر وہاں بھی لوگ تلاش میں تھے۔ آخر وہاں سے بھی بھاگے اور سیدھے مہار شریف آکر حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔

حضرت قبلۂ عالمؒ نے بہت تسلّی دی اور اپنی صحبت میں رکھ کر اتنی توجہ خاص فرمائی کہ نواب صاحبؒ واصلانِ حق میں سے ہو گئے۔ اگرچہ وُہ حضرت مولانا فخرِ جہاںؒ کے مرید و مجاز تھے مگر حضرت قبلۂ عالمؒ نے بھی خلافت عطا فرمائی۔

نواب صاحبؒ کی بے شمار تصانیف ہیں۔ جن میں سے مثنوی جو حضرت مولانا فخر الدین فخرِ جہاںؒ کے فضائل میں ہے۔ رسالہ اسما الابرار اور دیوانِ غزلیات و رباعیات، جس میں بہت لطیف و باذوق غزلیں ہیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مؤلف مناقب المحبوبین نے تین مقامات پر نواب صاحبؒ کی خلافت کا ذکر کرتے ہُوئے لکھا ہے کہ انہیں حضرت مولانا صاحبؒ سے بھی خلافت حاصل تھی، حضرت قبلۂ عالمؒ سے بھی اور حضرت خواجہ محمد سُلیمان تونسویؒ سے بھی۔

نواب صاحبؒ کا یہ دوہرہ بہت مشہور ہے:

مکّہ مدینہ جائکر کیا طواف نظام
سیس نوایا فخرؒ کو لے اُس کا نام
سکل سسٹ میں کرت ہیں بسم اللہ سے کام
ہم کو بسم اللہ بھیو فخرؒ تمہارو نام

---

# حضرت مولوی محمد حسین چنڑ رحمۃ اللہ علیہ

آپ علاقہ بہاول پور کے رہنے والے تھے اور چنڑ قوم سے تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کی بیعت کا شرف حاصل کرنے کے بعد سالہا سال آپ کی صحبتِ بابرکت میں رہے۔ آپ اپنے شیخ و مرشد کے منظورِ نظر تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کا معمول تھا کہ جب سفر سے براستہ بہاول پور واپس مہار شریف تشریف لاتے تو ان کے مکان میں ایک ایک ماہ یا زیادہ ٹھہر جاتے۔ ان کے مکان کو اپنا مکان اور ان کی ذات کو اپنا محرمِ راز اور دم ساز سمجھتے تھے۔ اپنا کوئی بھی مخفی حال اِن سے پوشیدہ نہ رکھتے تھے۔ یہ ایک خاص ہی مقام ہے جو مولوی صاحبؒ کو حاصل تھا۔

حضرت قبلۂ عالمؒ نے اِن کو خلافت و اجازت بھی عطا فرمائی تھی۔

# حضرت میاں محمدؒ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قبلۂ عالمؒ نے خلافت و اجازت کے بعد جب مہار شریف میں مستقل طور پر قیام کیا تو ابتدائی زمانہ میں جو لوگ بیعت سے مشرف ہوئے، اِن میں حضرت میاں محمدؒ بھی تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے اِن کو جلد ہی خرقۂ خلافت عطا کر دیا اور سورت کی بندرگاہ میں قیام کا حکم دیا کہ وہاں رہیں اور بحری جہازوں اور مسافروں کی رُوحانی حفاظت کریں۔

حضرت قبلۂ عالمؒ کی نظرِ کیمیا اثر نے انہیں بھی درجۂ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ حاجی بختاور مرید خاص حضرت خواجہ محمد سُلیمان تونسویؒ کہتے تھے کہ ایک دفعہ ہم حج کے ارادے سے سورت کی بندرگاہ پر پہنچے۔ مگر کوئی جہاز نہ مِلا۔ ہمیں کسی نے ایک صاحبِ کمال بزرگ کا پتہ دیا۔ ہم حاضر ہوئے تو وہ حضرت میاں محمدؒ تھے۔

اُن کے سامنے جب حضرت قبلۂ عالمؒ کا اسمِ گرامی لیا گیا تو زار زار رونے لگے اور فرمایا کہ میں اِنہی کا غلام ہوں۔ پھر پُوچھا کس غرض سے آئے ہو۔ مَیں نے کہا حج کے لئے۔ ہمیں آپ کسی جہاز پر سوار کرادیں۔ فرمانے لگے تسلی رکھو۔ بخیریت وہاں پہنچو گے۔ چنانچہ ان کی برکتِ دُعا سے ہم نے بخیریت تمام حج ادا کیا۔

---

# حضرت خواجہ حافظ محمد عظمت اللہ تگیروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد صاحب کا اسمِ مبارک خواجہ حافظ محمد کمالؒ تھا۔ آپ بستی تو گیرہ شریف ضلع بہاول نگر کے رہنے والے تھے۔ آپ نے جوانی کے عالم میں حضرت قبلۂ عالمؒ کی روحانی شہرت سُنی تو مہار شریف حاضر ہو کر بیعت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔

تذکرہ مشائخ تو گیرہ شریف کے مطابق آپ حضرت قبلۂ عالمؒ کے آخری خلیفہ ہیں، جو اگرچہ بعد میں جلوہ گر ہوئے مگر سابقین کے لئے باعث صد افتخار ثابت ہوئے۔ اِسی تذکرہ میں لکھا ہے کہ

حضرت قبلۂ عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ "حافظ صاحب کا مرتبہ ہمارے یاروں میں کسی سے کم نہ سمجھا جائے" اور اِدھر حافظ صاحبؒ اپنی عقیدت کا اظہار یوں کیا کرتے تھے کہ "یہ سب حضرت قبلۂ عالمؒ کا ہی فیض ہے ورنہ بندۂ ناچیز تو کچھ بھی نہیں"

آپ کا وصال ۲۲، ذیقعدہ ۱۲۵۳ھ کو ہوا۔ مزارِ مبارک تو گیرہ شریف میں مرجع خلائق ہے۔

تکملہ سیر الاولیاء میں ہے کہ حضرت قاضی محمد عاقلؒ فرماتے تھے "کہ کامل انسان کی نشانی یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اپنے جیسا کامل بنا دے"۔ چنانچہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے ہر سلسلہ میں کامل خلفاء موجود تھے سلسلۂ چشتیہ میں آپ سے جن کمالات کا ظہور ہوا وہ تو اظہر من الشمس ہے۔ لیکن سلسلۂ قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ میں بھی آپ کے کمالات کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ آپ نے ہر سلسلہ میں اپنے خلفاء کو درجۂ کمال تک پہنچا دیا تھا۔

گلشنِ ابرار میں ہے کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ فرماتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیخ حضرت قبلۂ عالمؒ کو عجیب عجیب کمالات کا مالک بنایا تھا۔ اللہ اللہ ایک زمانہ تھا کہ مہار شریف کے کوچہ کوچہ میں غوث اور قطب نظر آتے تھے"۔

درحقیقت یہ سب حضرت قبلۂ عالمؒ کی نگاہِ کیمیا اثر کا فیضان تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتِ مبارکہ پر چلتے ہوئے خسِ خام کو کندن بنا دیتے تھے اور مہار شریف سے یہ غیبی ندا گوشہ گوشہ میں سنی جا رہی تھی کہ ؎

زما نگاہ طلب کیمیا چہ مے جوئی

---

# حضرتِ عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ

گڑھی اختیار خان کے رہنے والے تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ یہاں تک کہ خلعتِ خلافت بھی حاصل کی۔ ساری زندگی ارشاد و تلقین میں مشغول رہے۔

# دسواں باب

جو لوگ خرچ کیا کرتے ہیں اپنے مال رات میں اور دن میں، چھپ کر اور اعلانیہ، تو ان کے لئے ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس۔ انہیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ وُہ غمگین ہی ہوں گے۔

( البقرۃ ۲ : ۲۷۴ )

درگاہِ معلّٰی کے

# سجّادہ نشینانِ عالی مقام

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کے وصال (۳ ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ) کے بعد یکے بعد دیگرے حسبِ ذیل سجّادگان نے حضرت قبلۂ عالم کے سجّادہ مشیخیت کو رونق بخشی اور فیضِ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ جاری کیا۔

(۱) حضرت خواجہ نور الصمد شہید رحمتہ اللہ علیہ

تاریخ وصال: یکم ربیع الاوّل ۱۲۰۶ھ

(۲) حضرت خواجہ نور احمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ

تاریخ وصال: ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۵۴ھ

(۳) حضرت خواجہ میاں محمود مہاروی رحمتہ اللہ علیہ

تاریخ وصال: ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۶۶ھ

(۴) حضرت خواجہ میاں نور بخش مہاروی رحمتہ اللہ علیہ

تاریخ وصال: ۱۵ شعبان ۱۲۸۰ھ

(۵) حضرت خواجہ میاں نور جہانیاں مہاروی رحمتہ اللہ علیہ

تاریخ وصال: ۲۹ شوال

(۶) حضرت خواجہ میاں محمد یوسف مہاروی رحمتہ اللہ علیہ

تاریخ وصال: ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ

(۷) حضرت خواجہ میاں محمود بخش مہاروی رحمتہ اللہ علیہ

تاریخ وصال: ۳ صفر ۱۳۷۴ھ

# درگاہِ مُعلّیٰ

حضرت قبلۂ عالمؒ کی ولادت باسعادت چوٹالہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مہاراں میں حاصل کی، تکمیل دہلی میں ہوئی۔ وہیں حضرت مولانا فخر جہاں دہلویؒ کے دستِ مبارک سے خلافت کا تاج پہنا۔ اُنہیں کے ارشادِ گرامی کے مطابق مہار شریف میں خانقاہ قائم کی۔ وصال کے بعد مزارِ مبارک چشتیاں شریف میں بنا۔

آپ کو حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ برسوں ہر جمعہ پاکپتن شریف میں پڑھتے رہے۔ ضعیف ہو گئے تو حضرت بابا فریدؒ نے ارشاد فرمایا کہ اب ہر جمعہ کے دن میرے پوتے شیخ تاج سرور شہیدؒ کی حاضری دیا کریں اور جمعہ وہاں پڑھا کریں۔ چنانچہ آخری سانس تک یہ معمول رہا۔

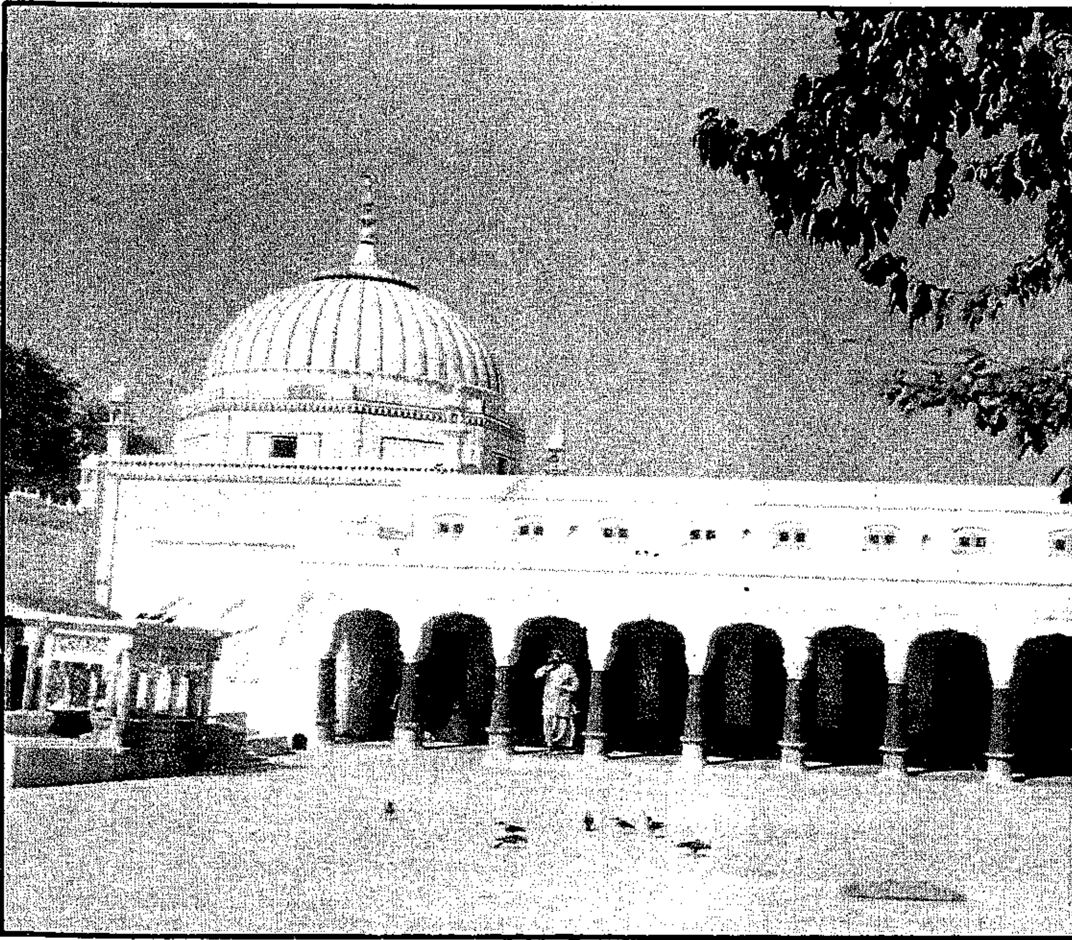
حضرت بابا تاج سرور شہیدؒ سے بھی بے حد عقیدت تھی۔ اِس عقیدت و محبت کو وصال کے بعد بھی نبھایا۔ اپنی آخری آرام گاہ کے لئے حضرت بابا تاج سرور چشتیؒ کے قرب کو پسند کیا۔ اسی قبرستانِ نورانی میں آپ کا مزارِ پُر انوار بنا، جہاں سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی آج بھی ساری فضا بلکہ سارے پاکستان کو نورانی کئے ہوئے ہے۔

بستی تاج سرور حضرت بابا تاج سرور چشتیؒ کی نسبت سے بستی چشتیاں بنی۔ مگر حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ کے مزارِ مبارک اور درگاہِ مُعلّیٰ کی تعمیر کے بعد چشتیاں شریف بن گئی اور اسے اسی نسبت اور اسی نام سے شہرتِ دوام حاصل ہو گئی۔

الٰہی تا بہ ابد آستانِ یار رہے
یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے

# درگاہِ معلّیٰ

## قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ



الٰہی تا بہ ابد آستانِ یار رہے
یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے

# نقشہ مزار مبارک حضرت خواجہ نور محمد صاحب قبلہ عالم بمقام چشتیاں تحصیل خیرپور ریاست بہاولپور۔

نقشہ کی تفصیل ۱ گنبد مزار پر انوار خواجہ نور محمد صاحب قبلہ عالم اس گنبد کے نیچے حضرت کے مزار کے ساتھ ان کے تین فرزندان خواجہ نور احمد صاحب۔ خواجہ نور الصمد صاحب خواجہ نور حسن صاحب کے مزارات بھی ہیں۔

۲ جنوبی جانب گنبد کے ایک کمرہ جس میں حضرت خواجہ کے تین پوتوں میاں نور حسین صاحب میاں غلام مصطفےٰ صاحب میاں غلام نبی صاحب فرزندان حضرت نور احمد صاحب شہید علیہ الرحمۃ کے مزارات ہیں۔

۳ اس قبہ کے اندر حافظ عصمت اللہ صاحب و صبغت اللہ صاحب مریدان حضرت خواجہ کے مزارات ہیں جو قاری تھے اور عمر بھر مجرد رہے تھے۔

۴ اس گنبد کے نیچے تین مزارات ہیں (۱) مولوی امام الدین صاحب (خلیفہ حضرت خواجہ عاقل محمد صاحب کوٹ مٹھنی) ۲ مولوی محمد علی صاحب فرزند مولوی امام الدین صاحب ۳ – میاں غلام محی الدین صاحب نبیرہ مولوی امام الدین صاحب۔ یہ حضرت دودھ والے پیر کے نام سے مشہور ہیں۔

۵ مزار حافظ غلام حسن صاحب بھٹی سکنہ چیلاوا بن شریف جو حضرت خواجہ کے خاص مریدوں اور خلفاء عظام میں سے تھے۔ باوجودیکہ خود صاحب سلسلہ اور مرجع معتقدان کثیر تھے۔ مگر جب تک زندہ رہے حضرت کی خدمت میں ہی رہے بعد از انتقال بھی یہ قرب حاصل کیا (محمد حفیظ الرحمن صاحب)

۶ مجلس خانہ ۷ برآمدہ جنوبی

# مزارِ مبارک کا فیض

(۱)

مناقب المحبوبین میں لکھا ہے کہ خاتم الخلفاء حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ حضرت قبلۂ عالمؓ کے وصال کے بعد چھ چھ ماہ یا نو نو ماہ مزارِ مبارک پر معتکف رہے اور مزارِ مبارک سے فیض حاصل کیا۔ ایک دن سنگھڑ شریف میں آپ اپنے حجرۂ مبارک میں آرام فرما تھے کہ میاں محمد اکرم خادم خاص نے عرض کیا "قبلہ کیا ولی کے مزار سے بھی طالبوں کو فیض پہنچتا ہے"؟ فرمایا کہ "اگر کوئی مزارِ ولی کے فیض کے بارہ میں پوچھنا چاہتا ہے تو مجھ سے پوچھے کہ میں نے حضرت قبلۂ عالمؓ کے مزارِ مبارک سے کیا فیض حاصل کیا ہے۔ مجھے حضرت قبلۂ عالمؓ کی ظاہری صحبت تو پانچ سال کے قریب ملی مگر مجھے جو کچھ حضرت قبلۂ عالمؓ کے مزار پرانوار سے حاصل ہوا ہے وہ میں ہی جانتا ہوں۔

(۲)

حضرت میاں کالے صاحبؒ کا اسم مبارک غلام نصیر الدینؒ ہے۔ کالے میاں صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ مولانا غلام قطب الدینؒ کے فرزند تھے اور حضرت مولانا محمد فخر الدین دہلویؒ کے پوتے۔ جس وقت حضرت میاں کالے صاحبؒ کا شوقِ خدا غالب آیا تو تمام علائق دنیا ترک کر کے حج مبارک کے لئے گئے۔ وہاں سے مدینہ طیبہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے واپس آکر سنگھڑ شریف میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کا کام تکمیل تک پہنچا اور مقصودِ اصل حاصل ہوا۔

حضرت پیر پٹھانؒ آپ کو دہلی رخصت کرنے سے قبل چشتیاں شریف لائے اور درگاہ معلّٰی میں حضرت قبلۂ عالمؓ کی خدمتِ عالیہ میں پیش کیا۔ چند دن قیام و حاضری

کے بعد جب دہلی واپس جانے لگے تو درگاہِ معلیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا کہ "دہلی سے جیسا کالا آیا تھا ویسے ہی کالا واپس جا رہا تھا۔ الحمدُ للہ کہ حضرت قبلۂ عالم رضؓ نے ساری سیاہی دُور فرما دی ہے۔"

(۳)

حضرت خواجہ نظامُ الدّین اَولیاء محبُوبِ الٰہیؒ کے موجودہ سجّادہ نشین حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی صاحب دامت برکاتہ نے منادی میں ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ کوئی شخص کشودِ کار کی خاطر چلّہ کرنے کے لئے دہلی سے یہاں درگاہِ معلیٰ میں آیا۔ حضرت سجّادہ نشین صاحب دامت برکاتہ نے اُس کے لئے چالیس دن تک کھانے پینے کا بندوبست کرنے کا حکم فرمایا۔ مگر وُہ شخص چالیس دِن کے بجائے صرف ایک روز ٹھہرا۔ لوگوں نے چِلّہ اَدھورا چھوڑنے اور جلدی واپس جانے کی وجہ پُوچھی تو بولا کہ میرا کام ایک روز ہی میں بن گیا ہے۔ اب اَور ٹھہر کر کیا کروں گا۔ سجّادہ نشین صاحب کو اطلاع دی گئی تو فرمایا اُس شخص نے سچ کہا ہے۔ دہلی حضرت قبلۂ عالم رضؓ کے پیر و مُرشد حضرت فخرِ جہاں رحؒ کا شہر ہے۔ وہاں سے جو بھی آتا ہے۔ اُس کا کام اِسی طرح جلدی بنا دِیا جاتا ہے۔

## درگاہِ مُعلیٰ کی شان

گلشنِ ابرار میں مولوی غلام رسُول بہاولپُوری سے منقول ہے کہ ایک دِن مولوی متین الدّین بہاولپُوری نے حضرت قبلۂ عالم رضؓ کے عُرسِ مُبارک کے دِنوں میں رہنمائے گمراہاں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کی خدمت میں کسی حاجت براری کے سلسلہ میں درخواست کی۔ حضرت پیر پٹھانؒ نے فرمایا "جاؤ اور حضرت قبلۂ عالم رضؓ کی خدمت میں عرض کرو۔"

مولوی صاحب مذکور درگاہِ معلیٰ پر حاضر ہوئے۔ جب روضہ شریف کے دروازے پر پہنچے تو ان کو ایک شخص نے آواز دی۔ مولوی صاحب نے مُڑ کر

دیکھا تو ایک خوب صورت و خوب سیرت آدمی اُن سے کہ رہا ہے :

"خبردار ! یہ مزارِ مبارک حضرت قبلۂ عالم رح کا ہے ۔ جو سلطانِ زمین و زماں ہیں ۔ نہایتِ ادب و احترام سے جاؤ اور اپنی حاجت پیش کرو ۔ یہ خیال مت کرو کہ یہ صرف قبر ہے اور اس میں ایک میت مدفون ہے "

یہ کہتے ہی وُہ شخص گم ہوگیا ۔ ہر چند مولوی صاحب نے تلاش کیا مگر وُہ شخص نہ ملا ۔ غالباً مؤکل الٰہی تھا ، جس نے مولوی صاحب کو درگاہِ معلّٰی کے مقام و احترام کے بارے متنبّہ کیا تھا ۔

## احترام :

درگاہ کے احترام کے بارے میں حضرت مولانا فخر جہاں رض کے ملفوظ فخر الطالبین میں مذکور ہے کہ حضرت مولانا صاحب رض نے فرمایا :

"میں دکن سے پہلی بار جب یہاں آیا تھا تو حضرت محبوب الٰہی رض کے روضہ شریف کے اندر زیارت کے لئے گیا تھا ۔ ورنہ میری کیا مجال ہے کہ روضہ شریف کے اندر جاؤں ــــــــ یہاں کی حاضری سے اس کے سوا ہمارا کچھ مطلب نہیں ہے کہ چند گھڑیاں یہاں گزر جائیں اور نامۂ اعمال میں لکھی جائیں ــــــــ فقیر کے اعتقاد میں بزرگوں کے آستانے پہ خدمت اور حاضر باشی بڑی چیز ہے اور بڑی دولت ہے جو بیان میں نہیں آسکتی "

## تعمیر درگاہِ معلّٰی :

حضرت قبلۂ عالم رح کا جہاں روضہ شریف ہے ۔ یہ جگہ حضرت بابا تاج الدین سرور شہید چشتی رح کی اولادِ عالی مقام کی ملکیت تھی ۔ حضرت پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان

تونسویؒ کی توجہ کوشش اور تصرف سے حضرات نے چشتی صاحبان سے دو بیگھ اراضی بعوض چار روپئے خرید کی اور اس خرید شدہ رقبہ میں اپنے تصرف سے روضہ شریف اور آستانۂ مبارک تعمیر کرایا۔ اس میں حضرات مہاروی، حضرت قاضی محمد عاقلؒ اور دیگر خلفاء حضرات نے بھی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق حصّہ لیا۔

حضرت قبلۂ عالمؒ کے وصال کے آٹھ سال بعد حضرت قاضی محمد عاقلؒ (کوٹ مٹھن شریف) نے مزارِ مبارک پر گنبد تعمیر کرایا تھا۔ مجلس خانہ کی بیرونی دیواریں حضرت حافظ محمد جمال ملتانیؒ نے تعمیر کرائی تھیں۔ خانقاہ کے دروازوں کے محراب اور مینار نواب بہاول پور، محمد بہاول خاں عباسی نے پیش کئے تھے۔ روضہ شریف کے دروازہ کی قیمتی دہلیز بھی نواب صاحب مذکور نے بطور نذر دی تھی اور اس پر چاندی چڑھائی تھی۔ دہلیز شریف پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

یا اللہ

"ایں دہلیز شریف خانقاہِ معلّٰی حضرت

خواجہ نور محمد صاحب

نذر گزرانیدہ بندہ عاصی محمد رحیم یار

المعروف محمد بہاول خاں عباسی ثالث

بالخیر عفی عنہ سنہ ۱۲۶۶ھ"

خانقاہ شریف میں گنبد کے نیچے حضرت قبلۂ عالمؒ کے علاوہ آپ کے تینوں فرزندانِ گرامی قدر حضرت میاں نور الصمد شہیدؒ، حضرت میاں نور احمد مہارویؒ اور حضرت میاں نور حسن منگھیرویؒ کے مزارات ہیں جن پر اوپر دیوار میں تاریخی قطعات بھی لکھے ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسویؒ نے مزارات کے تعویذ سنگِ مرمر کے تیار کرائے تھے۔ دیگر حضرات تونسویؒ نے خانقاہ کے اندرونی حاشیہ کو ولائتی رنگ شدہ اینٹوں سے مزیّن کرایا تھا۔ نیز قبّہ شریف میں یعنی گنبد کے گول دائرے میں طلائی و رنگین حروف میں شجرہ طیبہ کندہ کرا دیا تھا۔

درگاہِ معلیٰ کے بیرونی دروازہ کے باہر ایک کنواں موجود ہے، جس میں اب ٹیوب ویل نصب ہے جو دربار شریف میں پانی دے رہا ہے۔ اِسے حضرت ثانی شاہ اللہ بخش تونسویؒ نے تعمیر کرایا تھا۔ چشتیاں شریف کے تمام علاقہ کے کنوئیں کھاری تھے اور اکثر اب بھی ہیں۔ مگر اس کنوئیں کا پانی میٹھا تھا۔ اور اب بھی میٹھا ہے۔

سرائے کے باہر دروازے پر ایک اور کنواں بھی موجود تھا، جو حضرت قاضی محمد عاقلؒ نے تعمیر کروایا تھا۔ اس کا پانی بھی میٹھا تھا۔ نہرِ خورد آنے کی وجہ سے اِس کنوئیں کی ضرورت نہ رہی۔ آہستہ آہستہ یہ ناقابلِ استعمال ہوگیا، جسے ختم کر دیا گیا۔ اب موجود نہیں ہے۔

درگاہِ معلیٰ کے غربی جانب برلبِ سڑک ایک وسیع سرائے ہے جو نواب صاحب بہاولپور نے مسافروں اور زائرین کے لئے بنوائی تھی۔ اِسے صادق سرائے کہا جاتا ہے۔

درگاہِ معلیٰ کا بیرونی دروازہ ملتان کی صنعت کانسی گری کا بہترین نمونہ ہے اِس دروازہ سے داخل ہوں تو پہلے ایک وسیع صحن ہے، جس میں ایامِ عُرس میں نمازیوں کی صفیں بھی ہوتی ہیں۔ رات کو زائرین سو بھی جاتے ہیں۔ بعض محافل بھی ہو جاتی ہیں۔ دائیں جانب زائرین کے لئے حجرے موجود ہیں جو ابتداء میں حضراتِ مہاروی یعنی اولادِ عالی مقام قبلۂ عالمؒ نے خود تعمیر کراتے تھے۔ ساتھ ہی کونہ میں لنگر خانہ ہے جو دن رات جاری رہتا ہے۔

## جامع مسجد۔

اِس وسیع صحن کے غربی جانب وسیع و خوب صورت جامع مسجد ہے۔ یہ مسجد نواب صاحب بہاولپور صادق محمد خان صاحب چہارم نے تعمیر کرائی تھی۔ اور ساتھ ہی یہاں دینی مدرسہ بھی جاری کیا گیا تھا۔ حضرت ثانی شاہ اللہ بخش تونسویؒ کے ارشادِ

گرامی کی تعمیل میں نواب احمد یار خان خاکوانی رئیسِ ملتان نے بعد میں اس جامع مسجد میں توسیع کرائی تھی۔ اس تعمیرِ ثانی کے بارے میں جامع مسجد پر حسبِ ذیل قطعۂ تاریخ کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

| | |
|---|---|
| بہ درگاہ حضور قبلۂ عالمؒ | ظہورِ نورِ حق نورِ علیٰ نور |
| ز احمد یار خانِ خاکوانی | بنا شد مسجدے چوں بیتِ معمور |
| ارادت کیشیِ آں خانِ ملتانی | سعادت یافتہ از صدق موفور |
| بنا گردد ز بہر خان در خلد | ز زر قصرے حدیثے ہست مشہور |
| ز آغازش حسین ایں گفت تاریخ | زہے ایں بیتِ رب از نور معمور |
| | ۱۳۱۷ھ |

اُس وقت سے لے کر اب تک مسجد و خانقاہ اور عمارت و روضہ میں اضافے ہوتے رہے جن میں حضرات مہاروی و تونسوی و دیگر سجادہ نشین حضرات نے بھی حصہ لیا۔ ان کی تفصیل موجود نہیں ہے۔ البتہ موجودہ سجادہ نشین کے دور میں جو تعمیری کام ہوئے ہیں۔ اُن کا مختصر سا خاکہ اِس باب کے آخر میں موجود ہے۔

## محفل خانہ

درگاہِ معلّٰی کے وسیع صحن کے آخر میں بیرونی دروازہ کے سامنے روضہ شریف کے مشرقی جانب ایک خوبصورت محفل خانہ ہے جس میں عرس مبارک کی تقاریب منعقد ہوتی ہیں۔ اِس میں بے شمار دروازے ہیں۔ اس محفل خانہ کے ستون ابتدا میں لکڑی کے تعمیر کرائے گئے تھے۔ اِس کے بعد سنگین بنائے گئے اور اب سفید پتھر سے تعمیر کرائے گئے ہیں۔

روضہ شریف کی شمالی جانب ایک چھوٹا سا برآمدہ ہے جو اب سنگِ مرمر کا ہے۔ یہاں عام طور پر خواتین حاضری کے وقت فاتحہ خوانی کرتی ہیں۔ روضہ شریف کی

جنوبی جانب ایک حجرۂ مبارکہ میں حضرت خواجہ نور الصمد شہیدؒ کے تینوں فرزند میاں نور حسینؒ، میاں غلام مصطفےٰؒ اور میاں غلام نبیؒ کے مزارات ہیں۔

درگاہِ معلّٰی کے وسیع صحن میں حضرت قبلۂ عالمؓ کے خلفاء عظام، سجادہ نشین حضرات، اولادِ عالی مقام اور دیگر نامور حضرات کے مزاراتِ عالیہ اور قبورِ مبارک بھی ہیں۔ اس کی تفصیل درج کرنا ممکن نہیں ہے۔ خلفاء عظام میں سے قاری عصمت اللہ صاحبؒ، قاری صبغت اللہ صاحبؒ اور حافظ غلام حسنؒ بھٹی کے مزارات بھی ہیں۔ شعاعِ نور سے ایک نقشہ دیا جا رہا ہے جس میں بعض مزارات کی نشان دہی کی گئی ہے۔

## روضہ شریف

روضہ شریف کے اندر داخل ہوں تو حضرت قبلۂ عالمؓ کے مزارِ مبارک کے ساتھ تین مزارات ہیں۔ یہ تینوں آپ کے فرزندانِ عالی مقامؒ کے مزارات ہیں۔ سب سے پہلا مزار حضرت قبلۂ عالمؓ کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت خواجہ نور حسن منگھیرویؒ کا ہے۔ اس کے بعد دوسرا مزارِ مبارک فرزندِ اکبر حضرت خواجہ نور الصمد شہیدؒ کا ہے۔ تیسرا مزارِ مبارک حضور قبلۂ عالمؓ کا ہے۔ اور چوتھا مزار فرزندِ دوئم حضرت خواجہ نور احمد مہارویؒ کا ہے۔

روضہ شریف کے گنبد میں شجرہ طیبہ کندہ ہے جیسا کہ پہلے تحریر کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں دیواروں پر چند آیاتِ قرآنی، چند اشعار اور قطعہ ہائے وصال کندہ ہیں۔ قطعاتِ وصال درج ذیل ہیں:

### (۱) مزارِ مبارک حضرت قبلۂ عالمؓ

تاریخِ وصال حضرت خواجہ قبلۂ عالمؓ (عمر شریف ۶۳ سال)

خواجۂ نورِ محمد نورِ فخرِ جہاں - رفت از دُنیائے فانی در بہشت
غازی الدین گفت تاریخ این چنیں - حیف وا ویلا جہاں بے نور گشت

۳ ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ

## ۲ مزارِ مبارک حضرت خواجہ نور الصمد شہید رح

تاریخِ وصال فرزندِ اوّل حضرت نور الصمد شہید رح

نورِ فخرِ اولیاء نور الصمد رح - کرد از دُنیا سفر جنّت گزید
از یکے مردود اقوامِ مہار - چند زخمش برتنِ اطہر رسید
از سرِ جنّت نوشتم سالِ وصل - ہادئے علمِ ہدایت شد شہید

۱- ربیع الاوّل ۱۲۰۶ھ

## ۳ مزارِ مبارک حضرت خواجہ نور احمد مہاروی رح

تاریخِ وصال فرزندِ دوم حضرت خواجہ نور احمد صاحب رح

فخر الدین نور محمد شاہ ہفت اقلیم شد - پس بجسوۃ نور احمد صاحبِ تعلیم شد
روزِ آدینہ بوقتِ عصر ہژدم ۱۸ از صیام - کز ندائے ارجعی او در پئے تعلیم شد
آمدہ از ملکِ ملکوت از وصالش این ندا - آہ آما نور احمد از تعیّن میم شد

۱۸ رمضان المبارک ۱۲۵۴ھ

## ④ مزار مبارک حضرت خواجہ نور حسن منگھیرویؒ

### تاریخ وصال فرزند سوم حضرت نور حسن صاحبؒ

نورِ حسن زظلمتِ دُنیا چو روئے تافت - در بحر نورِ وحدت چوں آشنا شتافت
ہاتف چو دید روشنی وصل اُو گفت - نُور حسن ز نُورِ محمدؐ جلاء یافت

۲۳ رشوال ۱۲۵۵ھ

---

## روضہ شریف کی اندرونی دیواروں پر کندہ اشعار

①

تو آں شاہی کہ شاہاں کج کلاہاں! - بدرگاہت فتادہ داد خواہاں!

②

سگِ کوئے تو شیراں را پناہے - مگس را میدھی فرِ ہمائے

③

ہر آں موریکہ در کویت نشیند - سُلیماں گر دد و بر تخت نشیند
فقیرے بینوائے ژندہ پوشی - بدرگاہت نماید تاجپوشی!

④

ترا فخر محمدؐ فخرِ دیں بس - بخاکت شہ سُلیمانی جبیں بس
شہا فیض گدا را در گدائی! - بگو خویش مستحکم نمائی

⑤

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خُدا - اُو نشیند در حضورِ اُولیاء

(۶)

کیمیا پیدا کُن از مُشتِ گلے - بوسہ زن بر آستانِ کاملے

(۷)

اُے خسروِ خوباں نظر سوئے گدا کُن - رحمے بمن سوختہ بے سروپا کُن
دارد دلِ درویش تمنائے نگاہے - زاں چشم سیاہ مست بیک غمزہ رواکن

(۸)

اگر بوسہ بر خاکِ مرداں زنی ! - بمردی کہ پیش آیدت روشنی

(۹)

آرد فریدؔ ایں التجاً - رحمے بحالِ بینوا !
دارد گدا امیدہا - صدگونہ ز الطافِ شہاں

(۱۰)

منم و ہمیں تمنّا کہ بوقتِ جاں سپردن - بُرخ تو دیدہ باشم تو درونِ دیدہ باشی

(۱۱)

شنیدم کہ در روزِ اُمیّد و بیم - بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

---

## دینی مدرسہ:

درگاہِ معلّٰی کے ابتدائی ایّام میں ہی دینی مدرسہ کا آغاز اِس مقام پر کر دیا گیا تھا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کی تمام حیاتِ مُبارکہ درس و تدریس اور تعلیم و تربیت میں گزری تھی۔ لہٰذا ضروری تھا کہ اُن کے مقدّس مشن کو جاری رکھا جاتا۔ اِسی خاطر ابتداء میں ہی دینی مدرسہ کی بنیاد رکھ دی گئی تھی مگر بعد میں بعض نا مساعد حالات کی بنا پر مدرسہ بند ہو گیا۔

حضرت میاں نورِ جہانیاں صاحب قبلہ سجّادہ نشین بنے تو آپ اِس مدرسہ کے دوبارہ آغاز کے بارے میں غور و فکر کرنے لگے۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ درگاہِ مُعلّٰی میں پھر سے ایک شاندار دینی درس گاہ قائم کی جائے۔ آپ کی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل ۱۹۸۱ء میں ہُوئی، جب اسی سال اِبتدائی دینی مدرسہ کا آغاز ہُوا۔

آپ کی توجۂ خصوصی سے مدرسہ آہستہ آہستہ ترقی کرتا گیا۔ چنانچہ چند سالوں میں ہی ترقی کی منازل طے کر گیا۔ اب اِس دینی مدرسہ میں ناظرہ اور حفظِ قرآن پاک کے علاوہ عربی و فارسی اور درسِ نظامی کی کتابوں کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ مزید براں امسال دورۂ حدیث کا آغاز بھی عمل میں لایا جا چکا ہے۔

اِس وقت تقریباً ڈیڑھ سو طلباء زیرِ تعلیم ہیں، جن میں سے بیشتر تعداد باہر کے طلبہ کی ہے۔ اِن میں سے زیادہ تر غریب و نادار طلبہ ہیں۔ مدرسہ کی جانب سے کوئی چندہ وغیرہ اکٹھا نہیں کیا جاتا۔ صرف چند مُخلصین از خود اعانت کرتے ہیں۔ طلبہ کی تمام تر ضروریات کا مدرسہ کفیل ہے، جس کے نگرانِ اعلیٰ خود حضرت سجّادہ نشین صاحب دامت برکاتہ ہیں۔

یہ مدرسہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے پیر و مرشد محبّ النبی حضرت مولانا محمد فخر الدّین فخرِ جہاں دہلویؒ کے نامِ نامی اور اسمِ گرامی سے موسوم کیا گیا ہے۔

حضرت میاں نورِ جہانیاں صاحب قبلہ سجّادہ نشین درگاہِ معلّٰی نے اس کا نام یہ رکھا ہے :

**مدرسہ اسلامیہ عربیہ "فخر المدارس" (رجسٹرڈ)**
**درگاہِ معلّٰی**
**حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رضؓ**
**چشتیاں شریف، ضلع بہاولنگر۔ پاکستان،**

اسلامی تاریخ میں سب سے پہلا دینی مدرسہ مسجدِ نبوی میں قائم ہُوا تھا۔ چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی یہ سُنّت جاری ہے۔ دینی مدرسہ جہاں بھی قائم کیا جائے اپنی اہمیّت و افادیّت رکھتا ہے مگر جہاں دینی مدرسہ مسجد و درگاہ کے ساتھ منسلک ہو اس کی اپنی افادیّت و انفرادیّت ہے۔

مسجد اللہ کا گھر ہے اس سے بہتر اور کون سا گھر ہو سکتا ہے۔ درگاہِ قطبِ زماں ولی اللہ کی ہے اس سے زیادہ بابرکت جگہ اور کون سی ہو سکتی ہے۔ جس مدرسہ کو مسجد و درگاہ دونوں طرف سے فیض مل رہا ہو اس کی اپنی ہی شان ہے۔

مزید براں اگر ایسے دینی مدرسہ کا نگرانِ اعلیٰ سجّادہ نشین و عالمِ دین ہونے کے علاوہ حضور قبلۂ عالمؓ کا منظورِ نظر ہو تو اُس مدرسۂ دینی کے اساتذہ و طلبہ کے بخت کے کیا کہنے، جو ہمہ وقت انوارِ ظاہری و باطنی سے فیضیاب ہو رہے ہوں۔ جہاں علم کے ساتھ عمل، کتاب کے ساتھ حکمت اور عقل کے ساتھ عشق بھی تقسیم کیا جا رہا ہو۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں :

شنیدم شبے در کتب خانۂ من!
بہ پروانہ مے گفت کرمِ کتابی
بہ اوراقِ سینا نشیمن گرفتم
بسے دیدہ ام نسخۂ فاریابی!
نفہمیدہ ام حکمتِ زندگی را!
ہمہ تیرہ روزم زبے آفتابی
نکو گفت پروانۂ نیم سوزے!
کہ ایں نکتہ را در کتابے نہ یابی
تپش زندہ تر مے کند زندگی را
تپش بال دیرمے دہد زندگی را

---

اللہ عدل اور احسان اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے، اور بدی اور بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔

(النحل: ۹۰)

# درگاہِ معلّٰی کے موجودہ سجّادہ نشین

## کی قیام گاہ

## خیمہ زد و بارگاہ ساخت۔

درگاہِ معلّٰی میں جامع مسجد سے ملحق ایک سادہ سی کچی پکی رہائش گاہ ہے، جس میں حضور قبلۂ عالمؒ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت میاں نورِ جہانیاں صاحب محمودیؒ مہاروی دامت برکاتہ قیام پذیر ہیں۔ آپ ایک عرصے سے تمام علائق دنیوی سے قطع تعلّق کر کے درگاہ کی مسجد کے ساتھ حضور قبلۂ عالمؒ کے قدموں میں بیٹھ گئے ہیں۔ یہ سوچ کر کہ:

درد مندوں سے نہ پوچھو کہ کدھر بیٹھ گئے
تیری مجلس میں غنیمت ہے جدھر بیٹھ گئے
مفت اٹھنے کے نہیں یار کے کوچہ سے امیر
جب کہ بستر کو جما، کھول کمر بیٹھ گئے

آپ سے ملاقات کرنے والے، زیارت کرنے والے اور فیض حاصل کرنے والے سب یہیں حاضر ہوتے ہیں۔ شاہ ہوں یا گدا، شیخ ہوں یا مرید، سادہ اور صاحبزادگان ہوں یا عام شہری آپ سے سب ہی اپنے اپنے انداز میں فیض حاصل کرتے ہیں:

؎ ہر گدا را بر درت نازے دگر

آپ طبعاً خلوت پسند ہیں۔ گفتگو بھی مختصر ہی فرماتے ہیں۔ خموشی ہی آپ کی گفتگو ہے اُس گلاب کے تر و تازہ پھول کی طرح جو گفتگو نہیں کرتا مگر خوشبو دیتا ہے، تازگی بخشتا ہے اور قلب و نظر کو حیات نو بھی دیتا ہے۔

آپ ہمہ وقت روضہ شریف، مسجد شریف اور درگاہِ معلّٰی کی حاضری و خدمت

میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں ۔ اپنے معمولات کے سختی سے پابند ہیں مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی یہ دیکھنا چاہے کہ "اللہ والے" کیسے ہوتے ہیں تو وہ حضور سائیں کو دیکھ لے :

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

---

بیشک تمہاری رہنمائی کے لئے رسول اللہ میں بہترین نمونہ ہے (بالخصوص) اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے ہونے کی اُمید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے ۔

( الاحزاب ۳۳ : ۲۱ )

# درگاہِ معلّٰی کے سلسلہ میں موجودہ سجّادہ نشین
# حضرت میاں نُورجہانیاں صاحب قبلہ کی خِدمات

۱۲۰۵ھ میں حضور قبلۂ عالمؒ کا مزارِ شریف بنا اور پھر دو بیگھہ خرید شدہ اراضی میں روضہ شریف تعمیر کیا گیا۔ اس کے بعد درگاہِ معلّٰی کی جگہ بھی بتدریج وسعت حاصل کرتی رہی اور تعمیرات میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ جس کا مختصر سا تذکرہ گذشتہ صفحات میں کیا گیا ہے۔

حضرت خواجہ نُورالصّمد شہیدؒ پہلے سجّادہ نشین سے لیکر ساتویں سجّادہ نشین حضرت خواجہ محمُود بخش مہارویؒ تک درگاہِ معلّٰی موجودہ صُورت اختیار کر گئی۔ اِس صُورت گری میں حضراتِ مہاروی، حضراتِ تونسوی، حضراتِ کوٹوی، سجّادہ نشین حضرات و دیگر حضرات کا نمایاں حصّہ ہے۔ البتّہ موجودہ سجادہ نشین صاحب کے دَور میں نمایاں تعمیری کام ہُوئے ہیں۔

حضرت میاں نُورجہانیاں صاحب محمُودیؒ دامت برکاتہ' درگاہِ معلّٰی کے آٹھویں سجّادہ نشین ہیں۔ حضور قبلۂ عالمؒ کے وصال کو دو سو برس گزر چکے ہیں۔ حضور سائیں میاں نُورجہانیاں صاحب کو سجّادہ نشین بنے ہُوئے اٹھتیس (۳۸) برس گزر گئے ہیں۔ آپ نے اس دَور میں درگاہِ مُعلّٰی کی جو خصوصی خدمات سرانجام دی ہیں اُن کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

سجّادہ نشین بننے کے بعد آپ نے تعمیرات کا ایک وسیع پروگرام بنایا جو اُس وقت سے لیکر آج تک جاری ہے۔ آپ کے دورِ زرّیں میں جو تعمیرات ہُوئیں ان میں معتقدین اور متوسّلین نے اپنی اپنی توفیق کے مطابق حصّہ لیا اور سعادتِ دارین حاصل کی۔ حکومتِ پاکستان نے بھی تعمیراتِ نو کے لئے خطیر رقم پیش کی جو قابلِ تحسین ہے۔

# تعمیراتِ نو :-

۱۔ روضہ شریف کے گنبد پر سنگِ مرمر
۲۔ روضہ شریف کی بیرونی واندرونی دیواروں پر سنگِ مرمر
۳۔ مزارات کی مرمت اور اُن کے گرد اگرد سنگِ مرمر کا کٹہرہ
۴۔ داخلی دروازہ روضہ شریف کی چوکھٹ سنگِ مرمر
۵۔ مجلس خانہ کی اندرونی و بیرونی دیواروں پر سنگِ مرمر
۶۔ مجلس خانہ کے اطراف میں شمالاً جنوباً اور شرقاً برآمدہ کی جدید تعمیر اور سنگِ مرمر
۷۔ مجلس خانہ کا فرشِ سنگِ مرمر
۸۔ روضۂ شریف، مجلس خانہ اور برآمدوں میں جدید طرز پر بجلی کی فٹنگ
۹۔ روضۂ شریف کے گرد اگرد اور احاطۂ درگاہ شریف میں پختہ، بجری و سیمنٹ کا فرش
۱۰۔ حضرت خلیفہ غلام حسنؒ بھٹی کے روضہ شریف کی جدید تعمیر اور اندرونی دیواروں پر سنگِ مرمر
۱۱۔ احاطۂ درگاہ شریف میں پرانی طرز کے تعمیر شدہ حجروں کو گرا کر جدید طرز کے ہوادار کمروں کی تعمیر، جن میں زائرینِ دربار رات دِن آرام کرتے ہیں۔
۱۲۔ پرانے وضو کے تالاب کو بند کرا کے اس کی جگہ جدید وضو خانہ کی تعمیر
۱۳۔ پرانے چاہ کو اُوپر سے بند کروا کے جدید طرز پر پانی کی فراہمی کے لئے ٹیوب ویل نصب کرایا ہے۔ نیز واٹر ٹینک تعمیر کرائے ہیں جہاں سے شہر کے لوگ ہر وقت پینے کا پانی بھر بھر کرلے جاتے ہیں۔
۱۴۔ جامع مسجد درگاہِ مُعلّٰی کے تینوں طرف برآمدہ کی تعمیرِ نو
۱۵۔ جامع مسجد کی تمام عمارت کی جدید مرمت و تعمیر کا کام شروع ہے، جس میں اہم کام دیواروں پر سنگِ مرمر نصب کرانا ہے۔

# لنگر خانہ

حضرت قبلۂ عالمؓ نے مہار شریف میں لنگر شریف شروع کیا تھا، جہاں سے سب کو ہر وقت کھانا ملتا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد سے درگاہِ معلّٰی میں لنگر شریف جاری ہے۔ زائرین کو سارا سال کھانا ملتا ہے۔ عرسِ مبارک کے دنوں میں اُن تمام زائرین کے لئے انتظام ہوتا ہے جو لنگر شریف سے کھانا چاہیں۔

حضرت میاں نُور جہانیاں صاحب سجّادہ نشین نے مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہوتے ہی عام زائرین کے لئے لنگر خانہ از سرِ نو باقاعدگی سے جاری کیا، جس میں حضرت سائیں کے ذاتی مصارف سے دونوں وقت عام لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ زیارت کرنے والوں، مہمانوں اور مسافروں کو قیام و طُعام کی بہترین سہولت فراہم کر دی گئی ہے۔ اس لنگر خانہ کے تمام اخراجات حضرت سجّادہ نشین صاحب قبلہ اپنی گرہ سے کرتے ہیں۔ کسی قسم کی سرکاری گرانٹ لنگر خانہ کے لئے نہیں لی جاتی۔

# تبرکاتؐ

ما بوئے پیرہن را در جاں ذخیرہ داریم
شاید ز مصر نایدامروز کارروانے

انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے تبرکات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ قرآن پاک میں یہ قصّہ قابل غور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں حضرت یعقوب علیہ السلام اس قدر روئے کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی حضرت یوسف علیہ السلام تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے اپنا پیراہن مبارک عطا فرمایا کہ اسے میرے والد گرامیؑ کی آنکھوں پر ڈال دیا جائے تاکہ بینائی واپس آجائے۔ پیراہن مصر سے چلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو آرہی ہے۔

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گہر پیر خردمند
ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی
چرا در چاہِ کنعانش نہ دیدی!
بگفت احوالِ ما برقِ جہان است
گہے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم
گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم؟

جونہی پیراہن مبارک آنکھوں پر ڈالا بینائی واپس آگئی۔

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تبرکات آج بھی ساری دنیا میں موجود ہیں۔ جس طرح تمام انبیاء کرام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے

اسی طرح تمام تبرکات میں تبرکاتِ نبوی کا بلند ترین مقام ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک جبۂ مبارک حضرت اویس قرنیؓ کو عطا فرمایا تھا جو خرقۂ خلافت بھی تھا اور پیراہن متبرک بھی۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی سیاحت کے دوران حضرت اویس قرنیؓ کی خانقاہ میں اس جبۂ مبارک کی زیارت کی تھی۔ میں نے اُسے برکت کے لئے ایک لمحہ کیلئے پہنا تو میرا سایہ نہیں تھا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ محترمہ کی وفات پر اپنا کُرتا مبارک دیا تھا کہ لحد میں ساتھ رکھ دیا جائے۔ فخر الطالبین میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا فخر جہاںؒ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ قبر میں تبرکات رکھ کر دفن کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اس طرح کہ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی والدہ محترمہ کے دفن کے وقت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیض مرحمت فرمائی تھی کہ اس کو کفن میں رکھ دیں۔"
فخر الطالبین کے مترجم حضرت درد کاکورویؒ نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات میں سے آپؐ کے موئے مبارک بعض مقامات پر آج بھی موجود ہیں، جن کی زیارت ہوتی ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی ٹوپی میں حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سلے ہوئے تھے۔ یہ ٹوپی وہ دستار کے نیچے رکھتے تھے۔ میدانِ جہاد میں یہ ٹوپی اُن کے سرِ مبارک پر ہوتی تھی، جس کی برکت سے وہ ہر میدان میں فتح پاتے تھے۔

"ابن سعد نے محمد ابن سیرینؒ سے نقل کیا ہے کہ میں نے عبیدہؓ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ہیں جو ہم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملے ہیں۔ محمد بن سیرینؒ یہ سن کر کہنے لگے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک بال کا میرے پاس ہونا مجھ کو دنیا و ما فیہا سے زیادہ

ترپسند ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، صحابہ کرام، آلِ رسول اور مشائخ عظام کے تبرکات سلسلہ بہ سلسلہ چلے آرہے ہیں۔ خلافت عطا کرتے وقت بھی شیخ و مرشد اپنے خلیفہ کو تبرکات بھی عطا کرتے تھے اور وہ آگے محفوظ کر لئے جاتے تھے۔

حضرت مولانا نصیر الدین چراغ دہلوی نے اپنے مشائخ کے تبرکات کو اس قدر اہمیت دی کہ وصال کے وقت وصیت فرمائی کہ "دفن کرتے وقت حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ کا خرقۂ مبارک میرے سینہ پر، ان کا عصا میرے پہلو میں، ان کی تسبیح میری شہادت کی انگلی میں، ان کا کاسہ خشت کے بجائے میرے سر کے نیچے اور ان کی چوبیں نعلین میرے بغل میں رکھ دی جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز نے غسل دیا اور جس پلنگ پر غسل دیا گیا، اس کی ڈوریاں پلنگ سے جدا کر کے اپنی گردن میں ڈالیں کہ میرے لئے یہی خرقہ ہے اور یہی کافی ہے۔" (مجالسِ صوفیہ)

روزِ محشر ہر کسے در دستِ گیرد نامۂ
من نیز حاضر مے شوم تصویرِ جاناں در بغل

حضور قبلۂ عالم رض بھی اپنے شیخ و مرشد محبّ النبی حضرت مولانا محمد فخر الدین فخرِ جہاں دہلوی رض سے مختلف اقسام کی ظاہری و باطنی نعمتیں اور بیش قیمت تبرکات لے کر آئے تھے۔ اِن میں سے بعض آپ نے اپنے خلفائے عظام کو بھی عطا کئے ہوں گے۔ بعض آج بھی موجودہ سجادہ نشین کے خاندان اور مہاروی حضرات کے پاس موجود ہیں۔ ان کی مکمل فہرست حضرت صاحبزادہ میاں محمد اشرف نظامی صاحب مہاروی نے تیار کی ہے۔ حضور قبلۂ عالم رض کے موجود تبرکات حسبِ ذیل ہیں:

---

# فہرست تبرّکات

| نمبر شمار | تفصیل تبرّکات | جہاں موجود ہیں |
|---|---|---|
| ۱- | کُرتا مبارک، حضرت مولانا فخرالدین دہلوی | جناب میاں عبدالغفور صاحب شہیدی |
| ۲- | پاجامہ، " " " | " " " " |
| ۳- | نعلین، ایک عدد " " | جناب میاں محمد اشرف صاحب شہیدی |
| ۴- | جائے نماز، حضور قبلۂ عالم رضی | حضرت میاں نور جہانیاں صاحب دامت برکاتہ سجادہ نشین |
| ۵- | کلاہ، " " | " " " " |
| ۶- | ٹوپی کپڑے کی " " | جناب میاں اللہ بخش صاحب شہیدی |
| ۷- | رومال " " | " " " " " |
| ۸- | تہبند (چادر) " " | " " " " " |
| ۹- | آفتابہ " " | " " " " " |
| ۱۰- | نعلین یک عدد " " | " " " " " |
| ۱۱- | تسبیح کے دانے " " | " " " " " |
| ۱۲- | مہر مبارک " " | جناب حاجی کریم بخش صاحب مہاروی |
| ۱۳- | ٹوپی روئی دار " " | جناب میاں نور حسین صاحب شہیدی |
| ۱۴- | تعویذ (بازو بند) " " | جناب میاں عبدالغفور صاحب شہیدی |
| ۱۵- | تہبند (چادر) " " | " " " |
| ۱۶- | رومال " " | " " " |
| ۱۷- | کوٹ (روئی دار) | " " " |
| ۱۸- | گدی (روئی دار) | " " " " |
| ۱۹- | تہبند (چادر) " " | " " " " " |

| نمبر شمار | تفصیل تبرک | جہاں موجود ہے |
|---|---|---|
| ۲۰- | رومال ، حضور قبلۂ عالم رض | میاں عبدالغفور صاحب شہیدی |
| ۲۱- | لکڑی کا جوتا ، " " " (چمڑے کے تسمہ والا) | " " " " " " |
| ۲۲- | ٹوپی کپڑا جو شبیہہ حضور قبلۂ عالم رض میں نمایاں ہے | جناب میاں محمد اشرف صاحب شہیدی |
| ۲۳- | کرتہ ململ حضور قبلۂ عالم رض | " " " " " " |
| ۲۴- | پانی پینے کا پیالہ " " " | " " " " " " |
| ۲۵- | تسبیح کے دانے " " " | " " " " " " |
| ۲۶- | نعلین ایک عدد ایک پاؤں " " " | " " " " " " |
| ۲۷- | نعلین ایک عدد خواجہ نور الصمد شہید رح | جناب میاں اللہ بخش صاحب شہیدی |
| ۲۸- | تسبیح ایک عدد حضرت پیر پٹھان خواجہ محمد سلیمان تونسوی رح | جناب میاں اللہ بخش صاحب شہیدی |
| ۲۹- | تہبند (چادر) " " " " | " " " " " " |
| ۳۰- | سلاری ۔ دستار والی " " | جناب میاں محمد اشرف صاحب شہیدی |
| ۳۱- | لنگی اوپر اوڑھنے والی " " | " " " " " " |
| ۳۲- | نعلین ایک عدد ایک پاؤں | " " " " " " |
| ۳۳- | رومال ، دو عدد حضرت خواجہ محمد محمود تونسوی رح | جناب میاں اللہ بخش صاحب شہیدی |
| ۳۴- | نعلین مکمل حضرت خواجہ غلام نظام الدین تونسوی رح | جناب میاں محمد اشرف صاحب شہیدی |

# مکتوبات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ہمارے مشائخ اپنے مکتوبات کے ذریعے بھی اپنے خلفاء اور مریدین خاص کو تعلیم دیتے رہے ہیں۔ بعض حضرات کے مکتوبات مرتب ہو کر شائع بھی ہوئے۔ حضرت مولانا صاحب رض اور حضرت قبلہ عالم رح کے درمیان بھی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ آپ کے نام حضرت مولانا صاحب رض کے دو خطوط ملتے ہیں۔ ایک مکتوب مناقب المحبوبین میں ہے اور دوسرا رقعاتِ مرشدی میں۔

مناقب المحبوبین والا مکتوب گرامی بمع اردو ترجمہ دیا جارہا ہے۔ رقعاتِ مرشدی والے مکتوبِ عالی قدر کا اردو ترجمہ بھی دیا جارہا ہے اور تشریح و اشارات بھی۔

ایک منظوم خط و کتابت درج کی جارہی ہے۔ یہ خط و کتابت حضرت میاں نور جہانیاں صاحب قبلہ کے عطا کی ہے۔

حضرت قبلۂ عالم رض کا تحریر کردہ ایک مکتوب نایاب بھی ملا ہے۔ یہ خط آپ نے درگاہِ عالیہ اجمیر شریف کے خدام میں سے ایک صاحب سید محمد مسعود ابن سید مراد (یکے از خدام درگاہ اجمیر شریف) کے نام لکھا تھا۔ یہ مکتوب ایک تصنیف خواجۂ خواجگان مرتبہ احمد رئیس کے صفحہ ۴۷۶ پر درج ہے۔ یہ کتاب ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ مکتوب بھی شامل کیا جارہا ہے۔

آئندہ صفحات میں مکتوبات کی ترتیب یوں ہے:

۱۔ سب سے پہلے مناقب المحبوبین والا مکتوب اور اس کا اردو ترجمہ دیا جارہا ہے۔

۲۔ اس کے بعد رقعاتِ مرشدی والا مکتوب، اس کا اردو ترجمہ اور تشریحات

دی جا رہی ہیں۔

۳۔ تیسرے نمبر پر منظوم خط و کتابت شامل کی جارہی ہے۔

۴۔ آخر میں حضرت قبلۂ عالمؒ کا مکتوب ہے جو انہوں نے ایک خادمِ درگاہِ اجمیر شریف کو لکھا تھا۔ اس مکتوبِ بابرکت کا عکس شامل کیا جارہا ہے۔

---

# مکتوب[1]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باتفصیل یاران وسلوک یاران در قیدِ قلم خواہند آورد وصحبت را اثر ہاست۔ از صحبتِ عسک مزاجاں متنفر خواہند بود۔ مے باید کہ صحبتِ شما در حقِ ایشاں اثر کند واز درطۂ غفلت بدر آیند۔ یک آدمی کہ نامِ خدا از شما آموزد بر از عبادتِ لازمی شما است۔

بیچارہ محمد اکبر تکلیف کشیدہ تا ایں جا آمد و دوبار کہ مراسلۂ شما آں صاحب سلامت رسایند۔ حق تعالیٰ جزائے خیرش دہد در دین و عقبیٰ و ما ورا۔ گاہے سماع میشنوند یا بالکلیہ قطع کردہ اید۔ گاہ گاہ شنیدہ باشند بے ساز و عملِ توجہ را گرم کیند یعنی مراقبہ ہمراہِ یاران میکردہ باشند بہ نیتِ ایں کہ گرمی ایشاں در جلسہ اثر کند۔ تبعیت کہ مریدے کند شاگردے نمے کند۔ عادت اللہ بہ ہمیں وتیرہ جاری شدہ است۔ پس بہ ہمیں وتیرہ باید رفت کیفیتِ خود چہ نویسد۔ قال ہم ضعیف چہ جائے حال مگر از دعائے صاحبِ حال تمنا دارم ؎ ہوائے وصلِ تو دارم مگر خدا برساند

درودے کہ معتمد برائے رویتِ جنابِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم است نوشتہ مے شود۔ طریق خواندن این است:

کہ نمازِ فجر بوقتِ غلس یعنی اوّل وقت خواندن۔ اوّل نماز باید خواند۔

---

[1] منقول ہے کہ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ نے حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمتِ عالیہ میں ایک خط لکھا کہ والدہ صاحبہ کی دلی آرزو ہے کہ آپ ایک درود شریف عطا فرمائیں جس سے وہ مجلسِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں داخل ہو جائیں۔ حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ نے اس عریضے کے جواب میں ایک نامۂ مبارک آپ کی طرف ارسال کیا۔ یہ مکتوبِ گرامی حاجی نجم الدین سلیمانیؒ نے درج کیا ہے۔
(مناقب المحبوبین ص۹۱)

بعد ازاں این درود را خواند بلا تعین عدد تا اشراق۔ یک جلسہ کند۔ والّا دویم و سویم بو الدہ خود البتہ خواہند گفت۔

درود شریف این است :

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کُلَّھُمْ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ ۔

بغیر واؤ بخواند یعنی وبارک وسلّم نہ باید خواند بارک وسلّم باید خواند۔ مجاری ایام بحرمت خیر الانام صلوٰۃ اللہ علیہ وسلام موجب شکر و ثنا ست۔ حق تعالیٰ آں محبّ حقیقی را بہ فیوضات ذاتی مستفید ساختہ اتباع حقیقت خویش صلّی اللہ علیہ وسلّم سراً و جہراً عنایت فرماید و بدرجہ تکمیل رساند۔

ایمائے برائے ترقی برزخ رفتہ لہٰذا برائے استرضائے شریف در قلم مقید میسازد۔ والّا ایں قدر جرأت نمے کردم۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اوّل سالک بجانب مدینہ منورہ شریفہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً متوجہاً بالقلب والوجہ نشیند۔ واز سائر اطراف شعور خود را بکشد و ہماں یک طرف ہمت خود صرف نماید واز مدینہ منورہ بروضۂ مقدسہ کہ عبارت از سقف و جدار است وازاں بہ مضجع متبرکہ وازاں بہ جسد شریف متوجہ باشد و ایں درود بخواند :

" اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ "

اوّل نفس خود را حبس کند و در یک حبس لبست و یک بار ادا کند۔ ہمچنیں تمامہ نفس و طریق خواندن بہیچ دیگر انیست۔ باید کہ مستقبل قبلہ نشیند

جسم نور از خود جدا ساختہ در جسم نوری شیخ خود فانی کند و صلوۃ مذکور لک مرتبہ
بخواند۔ شغل مفید ہمیں امر شریف۔ یا احمد را بطرف راست بگوید یا محمد را بطرف
چپ۔ در دل ضرب یا رسول اللہ زند و ضرب را بطور اسم ذات زند۔ والسلام والاکرام
میاں محمد اکبر مرد غریب و محب صادق است۔ اعانت در حق ایشاں البتہ
خواہند کرد۔ چندے در خدمت خود دارند و مزاج ایشاں دریابند مگر خلوص و توجہ فی
الجملہ حاصل اعتقاد در خدمت شما بسیار دارد۔ پس ہمہ دارند و درین ہر دو عمل
مذکور شما مختار اند ہر کرا کہ خواہند تعلیم کنند۔

---

# ترجمہ مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنے تمام دوستوں اور محبّین خاص اور ان کے سلوک کے بارے تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ کہ صحبت کا اثر آدمی پر بڑا گہرا ہوتا ہے۔ لہٰذا تنگ نظر لوگوں کی صحبت سے پرہیز کیا جائے۔ بلکہ ہونا یہ چاہیئے کہ آپ کی صحبت کا اثر ان پر رونما ہو اور انہیں ہلاکت کے گڑھے سے باہر نکال لائیں۔ آپ سے اگر کوئی ایک شخص بھی خدا کا نام سیکھ جائے تو آپ کا یہ عمل لازمی عبادات سے بھی افضل ہے۔

بےچارہ محمدؐ اکبر بڑی تکلیف اٹھا کر یہاں آیا ہے اور دو بار آپ کے مکتوب گرامی مجھ تک پہنچائے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس مشقت کی جزائے خیر عطا فرمائے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

براہ کرم مجھے مطلع فرمائیں کہ کیا آپ نے "سماع" سننا قطعی طور پر ختم کر دیا ہے یا کبھی کبھار سازوں کے بغیر سن لیا کرتے ہیں؟

مریدوں پر "توجہ" کے عمل کو سرگرمی سے جاری رکھیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ احباب کے ہمراہ "مراقبہ" ضرور کیا کریں اور اس میں آپ کی نیت یہ ہونی چاہیئے کہ آپ کی روحانی حرارت کا اثر ان تک جا پہنچے۔ واضح رہے کہ جس قدر تابعداری ایک مرید کر سکتا ہے۔ ایسی تابعداری ایک شاگرد نہیں کر سکتا۔ یہ قانون قدرت ازل سے چلا آرہا ہے اور اس قانون کو اسی طرح آگے چلتے رہنا چاہیئے۔

میں اپنے متعلق بھلا کیا لکھوں۔ میرے تو قال میں بھی ضعف ہے۔ میں "حال" کے بارے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ البتہ کسی صاحب حال کی دعا سے درگاہِ ایزدی سے امیدوار ہوں ؏ ہوائے وصل تو دارم مگر خدا برساند

(ترجمہ: محبوب! میں تیرے وصل کی آرزو رکھتا ہوں ممکن ہے خدا مجھے تم تک پہنچا دے۔)

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے وہ درود شریف جو اکسیر ہے لکھا جاتا ہے۔

**پڑھنے کا طریقہ:**

فجر کی نماز اوّل وقت یعنی ابھی اندھیرا ہو پڑھ لی جائے۔ نماز فجر کے فوراً بعد مندرجہ ذیل درود شریف ایک ہی جلسہ میں وقت اشراق تک بغیر کسی مقررہ تعداد کے پڑھا جائے۔ اس طرح کی نشست ایک دن کی جائے اگر مقصد پورا نہ ہو تو دوسرے دن اور ضرورت پڑے تو تیسرے دن بھی ایسی نشست کی جائے۔ اور یہ طریقہ اپنی والدہ محترمہ کو بھی ضرور بتلا دینا۔

**درود شریف:**

اس نشست میں جو درود شریف پڑھنا ہے اس کے الفاظ یوں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَصْحَابِهٖ كُلِّهِمْ بَارِكْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ۔

یہ خیال رہے کہ "بارک وسلم" سے پہلے واؤ نہیں پڑھنی۔ یعنی "وبارک وسلم" نہیں پڑھنا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وتبارک اپنے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کے ایام زندگی اس طرح عمدہ گزارے کہ آپ اس اللہ کی ذات کا شکر اور تعریف کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ خدا آپ جیسے محب صادق کو اپنے فیوضات سے نوازے اور آپ کو جلوت وخلوت میں حقیقت خداوندی اور حقیقت نبوی کی تابعداری کی توفیق عطا فرماتے ہوئے آپ کو درجہ کمال پر سرفراز فرمائے۔

آپ نے اپنے مکتوب میں عالمِ برزخ میں ترقی کے متعلق بھی اشارہ فرمایا ہے چنانچہ حسب الحکم میں وُہ بھی لکھ رہا ہُوں اگرچہ میں نے اس موضوع پر پہلے کبھی بھی قلم اُٹھانے کی جُرأت نہیں کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سالک کو چاہیئے کہ اولاً وُہ مدینہ مکرّمہ کی طرف متوجہ ہو کر مؤدب بیٹھ جائے۔ اپنے شعور کی تمام تر توجہات کو فقط اسی مرکز پر مرکوز کر دے۔ پھر مدینہ منوّرہ سے اپنی توجہ کو دیواروں اور چھت پر مشتمل اس عمارت پر مرتکز کر دے جہاں حضور اقدس کا جسمِ اطہر آرام فرما ہے۔ پھر روضۂ پاک سے خواب گاہ و آرام گاہ و مرقدِ مُبارکہ کی جانب مرکوز کرے اس کے بعد آرام گاہ سے جسدِ اطہر و اقدس کی جانب ہمہ تن متوجّہ اور مشغول ہو جائے اور پھر یہ درود شریف پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ"

پہلے سانس اپنے اندر روک لے اور اس دوران اکیس ۲۱ بار یہ درود شریف پڑھے پھر دوسری بار روکے حتیٰ کہ اس طرح نو بار سانس روکنے کا یہ عمل کرے۔ یہ تو پڑھنے کا ایک طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے اور اپنے جسم کے نُور کو جُدا کر کے اپنے شیخ کے جسم کے نُور میں فنا کر دینے کا تصوّر باندھے اور اس دوران ایک لاکھ بار مندرجہ بالا درود پڑھے۔

اسی سلسلہ میں ایک مُبارک عمل یہ بھی ہے کہ یا احمد کہہ کر اپنے بائیں پہلو ضرب لگائے اور یا مُحَمَّد کہہ کر دائیں پہلو ضرب لگائے۔ اور دل میں "یا رسُول اللہ" کی ضرب لگائے اور ایک ضرب اسمِ ذات یعنی "یا اللہ" کی بھی لگائے والسّلام والاکرام۔

یہ میاں محمد اکبر اگرچہ غریب آدمی ہے لیکن ایک سچا محب ہے۔ اس نے

آپ کی بھی بے پناہ خدمت کی ہوگی۔ آپ اسے اپنی خدمت سے زیادہ سے زیادہ مستفیض کیا کریں۔ کیونکہ یہ آپ کے ساتھ بے حد خلوص اور عقیدت رکھتا ہے۔

آپ اگر مندرجہ بالا دونوں "عمل" یعنی وظیفے کسی شخص کو بتلانا چاہیں تو میری طرف سے بالکل اجازت ہے۔ فقط

---

# مکتوب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

سالکِ مسلکِ نورِ محمد میاں نور محمد عَظَمَہُ اللّٰہُ الْمَجِید از فضلِ الٰہی تا تحریر بعافیت میگزرد و الحمد للہ والمنتہ تمامی ایام از آں روز یکہ روانہ شدہ اند بعنوان سابق ست۔ حق تعالیٰ شمارا بحفظ خود دارد و بہ جمعیت دارد۔ معلوم باد کہ یادِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ ست و دنیا مزرعۂ اُخریٰ ست الا آنکہ دنیا امر یست کہ لیس کارسیًا و مکتسبًا حکم دارد مصروف نباشند الا برائے تقویت مزاج۔ انتم اعلم بجمیع الامور یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْد خود را دخیل نباید کرد وَاللّٰہُ قَوِیٌّ قَیُّوْمٌ غَفُوْرٌ۔ حَافِظُکُمْ وَنَاصِرُکُمْ در خدمت مسعود دارین حافظ مسعود سلمہ الودود سلام رسانند و بہ متعلقانِ خود سلام رسانند۔

---

# ترجمۂ مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلک و مشرب کے سالک میاں نورِ محمد اللہ تعالیٰ اُن کی عظمت اور بزرگی میں اضافہ کرے۔ فضلِ الٰہی کی بدولت تادمِ تحریر خیر و عافیت سے گزر رہی ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اُسی کا احسان ہے۔ تمام ایام اُسی روز سے جب سے یہ روانہ ہوئے ہیں، سابق کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے اور دلجمعی و اطمینانِ خاطر سے نوازے۔

یاد رہے کہ یادِ مولیٰ اور ذکرِ الٰہی سب سے اولیٰ و افضل ہے اور دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ آلات و اسبابِ دنیا اس کیلئے لازمی امور ہیں ورنہ یہ نہ کاسب ہے اور نہ مکتسب۔ لہٰذا اِس میں مصروف نہ ہوں مگر تقویتِ مزاج کی خاطر۔ آپ تمام معاملات کے متعلق خوب جانتے ہیں۔ اللہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اسی کا حکم دیتا ہے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ اپنے آپ اُس کے کاموں میں دخل نہیں دینا چاہیئے اللہ طاقتور، قائم رہنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے۔ اللہ آپ کا نگہبان اور مددگار ہے۔

دونوں جہانوں کے سعادت مند حافظ مسعود ——— ودودِ مطلق اُسے سلامت رکھے ——— کی خدمت میں سلام پہنچائیں اور اپنے متعلقین کو بھی سلام پہنچائیں۔

---

# تشریح و اشارات

۱؎ اس لقب سے حضور قطب زمان فخر الاولین والآخرین حضرت خواجہ غریب نواز محبّ النبی مولانا محمدؐ فخر الدین فخر جہان رضی اللہ عنہ کا اپنے خلیفۂ اعظم منبع انوار الصمد مظہر اسرار احد قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہٗ کو ملقّب کرنا اس امر کی بشارت ہے کہ حضرت قبلۂ عالم محمدی المشرب اور شریعت و طریقت میں جامع ہیں۔ اور انوارِ محمدی اور شموسِ احمدی کی روشنی میں سلوک کو طے کر کے شیخ کامل و مکمل کے درجے پر سرفراز ہوئے ہیں۔

۲؎ مسلک لغت میں راستہ کو کہتے ہیں مگر اصلاحِ صوفیہ میں مسلک سے وُہ خاص راستہ مراد ہے جس سے وُہ خُدا تک پہنچتے ہیں اگرچہ شریعت بھی راستہ ہی کا نام ہے مگر احکامِ شریعت ظاہر پر ہیں اور احکام طریقت باطنی ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے بغیر حضورِ دل کے نماز پڑھی۔ تو شریعت کے نزدیک نماز اُس کی ہو گئی مگر اہلِ طریقت کے نزدیک اُس کی نماز نہیں ہُوئی اور وُہ یہ کہیں گے کہ اُس شخص نے نماز نہیں پڑھی۔ اہلِ شرع کے نزدیک جیسے کہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی، اسی طرح اہلِ سلوک کے نزدیک بغیر حضوری کے نماز نہیں ہو سکتی۔ سالک جب اپنے قلب کو سب کی طرف سے پھیر کر خُدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تب اس میں حقائق جلوہ گر ہوتے ہیں اس واسطے سالک کو سب سے پہلے مشارکتِ غیر سے توبہ کرنی چاہیئے۔ یعنی غیر کا خیال دل میں نہ لاوے کیونکہ اہلِ سلوک کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ اہلِ شرع غیر کی عبادت کو شرک کہتے ہیں اور اہلِ سلوک غیر کے خیال کو شرک کہتے ہیں۔

۳؎ اس قول کی شرح مولانا روم قدس سرہٗ کے ان اشعار سے اچھی طرح واضح ہوتی ہے

ایں جہان و آں جہاں فانی بود
غیر یادش جملہ نادانی بود!
یادِ او سرمایہ ایماں بود
ہر گدا از یادِ او سلطاں بود
یادِ او گر مونسِ جانت بود
ہر دو عالم زیرِ فرمانت بود
بس بزرگی ہاست اندر یادِ او
یادِ او کن یادِ او کن یادِ او

؎ کاسب اُسے کہتے ہیں کہ جس سے دوسری چیز حاصل ہو اور مکتسب وہ ہے کہ جس کو حاصل کیا جائے گویا کاسب علّت مکتسب معلول ہے۔ حضور مولاناؒ فرماتے ہیں کہ دُنیا نہ کاسب ہونے کے لائق ہے کیونکہ فنائے محض ہے علت ہونے کے لائق نہیں اور نہ دُنیا مکتسب ہوسکتی ہے اس لئے کہ نہایت محقر اور ذلیل ہے اس قابل نہیں کہ اس کو حاصل کیا جائے پس نہ یہ کاسب ہے اور نہ مکتسب۔

یُوں سمجھنا چاہیئے کہ حضور مولاناؒ یہ فرماتے ہیں کہ کھانے اور پینے میں جو "لَیسَ کَاسِبًا وَّمُکتَسِبًا" کا حکم رکھتا ہے۔ یعنی جس کا کوئی ماحصل نہیں ہے۔ مصروف نہ رہو مگر تقویتِ مزاج کی حدتک۔ کھانا پینا اگر تقویتِ مزاج کی حد سے زیادہ ہوجائے تو خواہشاتِ دُنیا پیدا کرے گا۔ جو آخرت کے واسطے نقصان بخش ہے اور تقویتِ مزاج کی حد سے کم ہوگا تو کمزوری کی وجہ سے دُنیا چھوٹ جائے گی۔ اور دُنیا کے ساتھ ہی آخرت کی نشوونما موقوف ہوجائے گی۔ کیونکہ حضرتؐ کا ارشاد ہوچکا ہے کہ دُنیا مزرعہ اُخروی است (دُنیا آخرت کی کھیتی ہے) کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ کھانا پینا تقویتِ مزاج کے واسطے ہے اور مزاج رُوح کا گھوڑا ہے۔ پس تم اس گھوڑے کو اس قدر قوی مت کرو کہ وہ سوار کے ساتھ شرارت کرے اور اس کو خیال میں نہ لائے اور نہ اس قدر کمزور ہی کردو کہ وُہ گر پڑے اور سوار بھی اُس کے ساتھ گر جائے۔

ے مقامِ تشبیہ میں جس چیز کو ارادہ اور حکم کہتے ہیں اُسی کو مقامِ تنزیہ میں مشیّت اور اللہ کا فعل کہتے ہیں۔ عالمِ تشبیہ میں کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو پہلے عالمِ تنزیہ میں مشیتِ ایزدی میں نہ تھا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْئٌ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ۔ پس عالمِ تشبیہ کے احکامات میں دخل نہ دینا چاہیئے۔

---

# حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمتہ کا مکتوب گرامی

خواجہ صاحب مہربان نقادہ دودمان والا دُر درج اعلیٰ خلاصہ جناب تقدس سید مسعود شاہ جیو سلامت بعد از مراسم عجز و نیاز و اقدام بوسی مکشوف رائے نعاف اقتضا میباد چون احقر امیدوار دعا ہا درگاہ عرش اشتباہ است کہ مُدام از دعائے خیر یاد فرما باشند کہ دعائے آں صاحب مددگونین است ازاں صاحب ہیچ مخفی و پوشیدہ نیست کہ ما در سفر ہستیم و سفر کی رو دو صاحب زادہ والا تبار عالی ہمت بلند مکان میاں خداداد خانصاحب در شاہجہاں آباد آمدہ است باد رسانیدہ ..... کہ نذر ..... نیاز و چند ..... ہموارہ از روئے کرم بخشی یاد فرما باشند زیادہ چہ عرض نماید دولت روز افزوں زیاد باد۔

---

**خلاصہ و تشریح** | یہ ایک خط ہے قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کا سید محمد مسعود ابن سید محمد مُراد ابن سید محمد جعفر ابن سید مصطفٰی ابن سید جلال ابن سید چندن کے نام۔ اس خط میں جس عقیدت کا مظاہرہ فرمایا گیا ہے وہ خط کے القاب و آداب سے ظاہر ہے۔ مضمون خط کا خلاصہ یہ ہے کہ میں آپ کی دعاؤں کا امید وار ہوں۔ درگاہ شریف میں دعائے خیر سے ہمیشہ مجھے یاد فرماتے رہا کریں، کیونکہ آپ کی دعا دونوں جہاں کی مدد ہے آپ کو معلوم ہے کہ میں سفر میں ہوں اور سفر ختم نہیں ہوا ہے اور صاحبزادہ والا تبار خداداد شاہجہاں آباد یعنی دہلی میں آئے ہوئے ہیں ان کو اطلاع پہنچادی جائے۔ ہمیشہ از راہ کرم یاد فرماتے رہا کریں، زیادہ کیا عرض کیا جائے، دولت زیادہ ہو۔ یہ خط ایک لفافے میں ہے! لفافے پر حضرت قبلۂ عالم کی مہر لگی ہوئی ہے جس کی نقل حسب ذیل ہے۔

گرامی خدمت خواجہ صاحب مہربان نقادہ دودمان والا خلاصہ جناب مقدس سید مسعود شاہ سلمہٗ اللہ تعالیٰ

در آید




حضرت خواجہ نور محمد جن کا مشہور لقب قبلۂ عالم ہے۔ سترھویں واسطے میں خواجۂ اعظم حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے خلیفہ اور سلسلۂ چشتیہ کے نامور اور مقتدر شیخ طریقت گزرے ہیں، چشتیوں کا مشہور سلسلۂ سلیمانیہ حضرت ہی کے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ سلیمان ؒ کے نام نامی سے منسوب ہے جن کا مزار شریف تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں ہے۔

یہ اصل کاغذ حکیم سید محمد احمد بن سید محمد عظیم خادم خواجہ کے پاس ہے! جو سید محمد مسعود کی اولاد میں ہیں۔

---

نوٹ:۔ اس گرامی نامے پر کوئی تاریخ درج نہیں ہے۔ البتہ حضرت کی مہر میں ۱۱۶۳ھ مرقوم ہے یعنی مہر کی تیاری عہد احمد شاہ بادشاہ میں ہوئی۔

(السانید القلمیہ)

# منظوم مکتوبِ فخری

قبلۂ ام و نورِ چشم قبلۂ عالمؒ مخدومی و مرشدی حضرت میاں نورِ جہانیاں صاحب محمودیؒ سجادہ نشین درگاہِ معلّٰی چشتیاں شریف نے یہ منظوم مکتوبات عطا فرمائے۔

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد فخر الدین دہلویؒ کی خدمتِ اقدس میں عریضہ لکھا:

بدر آ بتو روئے است ہر نیک و بدرا
صدر آ بتو حاجت است چوں من صدرا

کار منحنی بندہ ہمہ راست شوند
گر راست کنی بلند قدر آقدرا

---

محبّ النبی حضرت مولانا محمد فخر الدین دہلویؒ نے اپنے خلیفۂ اعظم اور جانشین خواجہ نور محمد مہارویؒ کو جواباً تحریر فرمایا

ہم ہٹ گئے تو صورتِ ہستی نظر پڑی
ویراں جب آپ ہو گئے بستی نظر پڑی

دیکھا تو خاکسار ہی عالی مقام ہیں!
جوں جوں ہوئے بلند تو پستی نظر پڑی!

---


گیارھواں
باب

جو لوگ ایمان لائے، اور یہودی اور بے دین اور نصرانی بنے، بے شک
جو بھی اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کئے
تو ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(المآئدہ ۵ : ۶۹)

# سلسلہ چشتیہ نظامیہ

منظوم فارسی ۔ از خواجہ غلام فریدؒ، چاچڑاں شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیچارہ و عاجز و مضطربم اے حضرت رب معین مددے
ہر لحظہ عنایت میطلبم از بہر رسول امین مددے

در ماندہ و بیکس و متعبم اے چارۂ مضطربین مددے
از بہر مشاہدہ جان بلبم اے راحت روح حزین مددے

بے ریب رسول کریم توئی بے شبہ رؤف رحیم توئی
بیشک احمدؐ بے میم توئی یا طٰہٰ و یٰسین مددے

از خوان تو ہر کس زلہ ربا وز جود تو نشو و نما ہمہ را
محمود محمد نور خدا اے مبدأ دین و یقین مددے

مخصوص برحمت لم یزلی — دانندۂ راز خفی و جلی
اے بانیٔ فقر علیؓ ولی — اے والی حصن حصین مددے

اے دارِ حکم راباب توئی — مولائے ہمہ اصحاب توئی
فاروق خطا و صواب توئی — اے افضلِ صدّیقین مددے

تو مردم دیدۂ ہر بشری — یکتائی و بے دِل عصری
اے خواجہ ما حسن البصریؓ — سرِ حلقۂ مجتہدین مددے

متشرع و متقی و زاہد — متورع و محتسب و جاہد
بوالفضل شہِ عبدالواحدؒ — اے واصل علییّن مددے

بوالفیض فضیل عیاضؒ شہا — بر مطلع سُنت رشک مہا
در جنب ضیاات مہر سُہا — اے شمع بہشت بریں مددے

اے زیب عرب وے فخر عجم — سُلطان دو کون امیر اُمم
اے ابراہیمؒ ابن الادہم — اے شیخ شیوخ زمین مددے

سُلطانِ طریقت راسخ دم — خوش خلق سراپا جود و کرم
اے شیخ حذیفہؓ نیک شیم — اے عین خصال ہمیں مدد دے

اعلی العرفان بلند قدر — در اہلِ دلاں بس صاحبِ فر
معروف ہُبیرہ عرش مقر — اے شیخ امین الدینؓ مدد دے

با عشق الٰہی معموری — وز جام محبّت مخموری
ممشادؓ علو الدنیوری — محبوب کہیں وہیں مدد دے

در علم شہِ آفاق توئی — در کشف حقائق طاق توئی
سُلطان ابو اسحاقؓ توئی — سر سلسلہ تلقین مدد دے

اے بو احمدؒ ابدال لقب — اے عارف عالی پاک نسب
حنفی مذہب صوفی مشرب — اے مایۂ محتشمیں مدد دے

سرمست ز جام مئے سرمد — اے واحد گشتہ بذاتِ احد
اے خواجہ ابن ابی احمدؓ — مشہور بہ ناصر دین مدد دے

بو یوسف مصر ولایت را — از حسن تو زینت زیب و ضیاء
خورشید منور اوج بقا — اے مشرق نور مبین مددے

ہر حامد را محمود توئی — ہر قاصد را مقصود توئی
ہر عارف را مودود توئی — اے قطب یسار و یمین مددے

ارباب شریعت را افسر — اصحاب طریقت را رہبر
مخدوم جہان شریف سیر — اے حاجئ مکہ نشین مددے

اے رکن ولایت جان جہان — در قبضہ حکم تو کون و مکان!
اے گنج وفا و حیا عثمان — در بقعۂ بکہ دفین مددے

اے تازہ شدہ ایمان ز تو — صد ذوق بہر یک جان ز تو
اسلام ہندوستان ز تو — اے شیخ معین الدین مددے

از خنجر عشق شہید توئی — با دوست وحید وحید توئی
در مقعد صدق قعید توئی — اے خواجہ قطب الدین مددے

باصدق فرید غلام تو شد | از روزِ ازل دردام تو شد
مشہورِ جہاں بنام تو شد | اے شیخ فرید الدین رضؓ مددے

خورشید جبین و ماہ لقا | منظورِ نبیؐ محبوبِ خدا
از مہرِ تو تافت بہند ضیاء | اے شیخ نظام الدین رضؓ مددے

مستغرق بحرِ شہود توئی | مستہلک نورِ وجود توئی
موجود بحق مشہود توئی | اے شیخ نصیر الدین رضؓ مددے

اے گلبن حسن و جمال توئی | وے بلبل باغ وصال توئی
سرمایۂ فضل و کمال توئی | اے شیخ کمال الدین رضؓ مددے

اے بزمِ ولائیت را تزئین | در راہِ طریقت نو آئین
مصباحِ منیر زجاجۂ دین | اے شیخ سراج الدین رضؓ مددے

از لطفِ خدا امداد ترا | وز فیض نبی ارشاد ترا
بانفسِ مدام جہاد ترا | اے ناصب علم الدین رضؓ مددے

اے واصل با مقصود توئی    وے ناظر نور وجود توئی
در جملہ صفت محمودؒ توئی    اے طرز حمیدہ گزین مددے

اے نور قدم را شرق شدی    در عشق حقیقی غرق شدی
در بحر احد تا فرق شدی    اے شیخ جمال الدینؒ مددے

اے اطیب و اطہر و ظہر و بطن    اے روح مجرد پاک زمن
اے حسن محمدؐ عین حسنؒ    در ذات و صفات حسینؒ مددے

اے لائق مرتبہ علیا    مکشوف تبو ہمہ ارض و سما
اے شیخ محمدؒ ہادی ما    اے قدوۂ مہد یقین مددے

اے قطب مدینہ پاک توئی    مختار شہ لولاک توئی
بر خاک مہ افلاک توئی    اے یحییٰؒ محی الدین مددے

تو عامل کامل بے بدلی    موصول بمکرمت ازلی
اے شاہ کلیم اللہؒ ولی    اے سرور عرش مکیں مددے

در ملکِ سلوک نظام زتو ہر سالک را انعام زتو
شد حال مقام تمام زتو اے شاہ نظام الدینؒ مددے

تسکین دہِ خاطر مضطربی مر عیش حقیقی را سببی
محبوب اللہ محبِّ نبیؐ مولانا فخر الدینؒ مددے

اے قطبِ زمانہ غوث زمن اے خواجہ خلق مہار وطن
اے نور محمدؒ مرشد من اے قبلۂ معتقدین مددے

اے عارفِ حق آگاہ توئی وے غوث جہاں پناہ توئی
در فقر سلیمانؒ جاہ توئی اے شیخ حقائق بین مددے

تو زیب عرب ہم فخر عجم عرفان بوجودت گشت علم
اے خواجہ اللہ بخشؒ کرم تسکین بہر مسکین مددے

اے عارفِ رمز وجود توئی وے کاشفِ سرّ شہود توئی
با نام خودت محمودؒ توئی چوں یوسف مصر حسین مددے

در دستِ تو ہست زمام قضا    افزود زفیضِ تو نورِ ہدیٰ
اے شیخ محمد عاقلؒ ما    اے قاضئ شرع متیں مددے



وُہ (نبی مکرم) اُنہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی سے روکتا ہے، ان کے لئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان سے وُہ بوجھ اُتارتا ہے جس میں وُہ دبے ہوئے تھے، اور وُہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وُہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو لوگ آپ پر ایمان لائے آپ کی تعظیم کی، آپ کی امداد کی اور اس نُور کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اُتارا گیا۔ وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

(الاعراف ۷ : ۱۵۷)

# شجرہ چشتیہ نظامیہ فخریہ

از : مولوی محمدؒ حسین قیس چشتی صمدی سلیمانیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اے خدائے چارہ سازِ دردمنداں المدد
دستگیرِ بیکساں اے شاہِ شاہاں المدد

ہر طرف سے رنج و غم کی سر پہ چھائی ہے گھٹا
یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مصطفےٰ محبوبِ یزداں المدد

کشتی میری ہے بھنور میں اور اندھیری رات ہے
المدد اے شیرِ یزداں شاہِ مرداںؓ المدد

المدد اے حسن بصریؒ سر گروہِ صوفیاں
آپڑی ہے سر پہ مشکل جانِ جاناں المدد

المدد اے عبدِ واحدؒ ابن زید اے نورِ حق!
اے فضیلؒ ابنِ عیاض اے مہرِ تاباں المدد

ہر طرف سے دشمنوں نے آکے گھیرا ہے مجھے
المدد ابنِ ادھمؒ سلطانِ ذی شاں المدد

اے سدید الدین حذیفہؒ مرعشی والی میرے
ہاتھ مجھ بیکس کا ہے اور تیرا داماں المدد

میرے دردِ لا دوا کا بیگماں ہے تو حکیم
اے امین الدینؒ ہبیرہ میرے درماں المدد

خواجہ ممشادؒ مجھ کو قید سے آزاد کر
ہو رہا ہوں دیر سے پابندِ عصیاں المدد

خواجہ بو اسحاقؒ شامی سرگروہِ چشتیاں!
تیرے واری تیرے صدقے تیرے قرباں المدد

رہنمائے دین و دنیا خواجہ احمد پیرِ چشت
کھول دے مشکل اڑی کو شاہِ خوباں المدد

المدد خواجہ محمد ابنِ احمدؒ پیشوا
المدد اے ناصرؒ حق نورِ ایماں المدد

المدد اے خواجۂ مودودؒ چشتی رہنما
ہوں پریشاں حال مضطر اور حیراں المدد

المدد حاجی شریفؒ زندنی مخدوم من
المدد اے ہاروَن کے خواجہ عثمانؒ المدد

المدد اے خواجۂ اجمیر والئ ہند کے
اے معینؒ دین و دُنیا نُورِ عرفان المدد

المدد اے خواجہ قطب الدین کاکی بختیار
تیرہ بختی دُور کر اے شانِ رحماں المدد

کڑوے کڑوے دِن مصیبت کے ہیں مجھ پر آجکل
اے فریدِ گنج شکرؒ اے شاہِ خوباں المدد

اے حبیبِ ربّ نظام الدینؒ چشتی اولیأ
دست و پا افتادہ ہوں میں اور حیراں المدد

کالی کالی رات ہے اور سخت طوفاں ہے بپا
اے نصیر الدینؒ چراغ نُورِ عرفاں المدد

خواجہ کامل اے کمال الدینؒ حضرت اولیأ
اے سراج الدینؒ وحق اے شمعِ عرفاں المدد

اے پیارے پیر علم الدینؒ راجن المدد
اے جمال الدینؒ جمّن شاہِ خوباں المدد

المدد اے حسنؒ خواجہ محمّد المدد
المدد اے یحییٰؒ مدنی شاہِ مستاں المدد

اے کلیم اللہؒ صدقے میں تیرے بلھار میں
اے نظام الدینؒ وحق اے نورِ یزداں المدد

اے حبیب اللہ فخر الدینؒ وحق اے پیشوا
ہوں سوالی تیرے در کا فخرِ خوباں المدد

شامتِ اعمال سے ہے تیرہ بختی اپنی یار
خواجۂ نورِ محمدؒ نورِ عرفاں المدد

---

جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسُول کسی بات کا فیصلہ فرما دیں تو پھر نہ کسی مومن مرد کو اور نہ کسی مومن عورت کو اپنے اس معاملہ میں کسی اختیار کا حق پہنچتا ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسُول کی نافرمانی کرتا ہے تو وُہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہوگیا۔

(الاحزاب ۳۳ : ۳۶)

# سلسلۂ چشتیہ نظامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خداوندا تو ذاتِ کبریا کے واسطے
رحم کر مجھ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مصطفےٰ کے واسطے

مَیں ہوا ہوں سخت زار، اس بندِ محنت میں اسیر
کھول دے مشکل علی کرم اللہ وجہہٗ مشکل کشا کے واسطے

خواجۂ بصری حسنؒ کا نام لاتا ہوں شفیع!
شیخ عبدالواحدؒ اہلِ بقا کے واسطے!!

فضل کر مجھ پر طفیلِ خواجہ ابنِ عیاضؒ!
شاہِ ابراہیمؒ بلخی بادشاہ کے واسطے

حضرت خواجہ حذیفہؒ کے لئے ٹک رحم کر
پھر ہبیرا بصریؒ صاحب ہدیٰ کے واسطے

خواجۂ ممشادؒ کی خاطر مرا دل شاد کر
شیخ بو اسحاقؒ قطبِ چشتیہ کے واسطے

خواجۂ ابدال احمدؒ بو محمدؒ مقتدے
خواجۂ بو یوسفِؒ صاحب صفا کے واسطے

خواجۂ مودودِؒ حق اور خواجۂ حاجی شریفؒ
خواجۂ عثمانؒ اہلِ اقتدا کے واسطے

والیٔ ہندوستان خواجہ معین الدین حسنؒ
شیخ قطب الدینؒ قطب الاتقیا کے واسطے

کام کر شیریں طفیلِ خواجۂ گنج شکرؒ
اور نظام الدینؒ محبوبِ خدا کے واسطے

دل کو روشن کر طفیلِ شاہ نصیر الدین چراغؒ
اور کمال الدینؒ کمالِ اصفیاء کے واسطے

دور کر ظلمت سراجُ الدینؒ و دنیا کے لئے
اور علم الدینؒ وحق علمُ الہدیٰ کے واسطے

حضرتِ محمودؒ راجن سرورِ دنیا و دیں !
اور جمال الدین جمنؒ باخدا کے واسطے

شیخ حسنؒ و خواجۂ شیخ محمدؒ کے طفیل
یحیٰے مدنیؒ صاحبِ نورِ خدا کے واسطے !

فضل کر مجھ پر طفیلِ شاہ کلیم اللہ ولیؒ !
اور نظام الدینؒ مقبولِ خدا کے واسطے

دین و دنیا کا وسیلہ پیرِ عالم فخرِ دیںؒ
خواجۂ نورِ محمدؒ رہنما کے واسطے

حضرتِ خواجہ سلیمانؒ دو جہاں کے دستگیر
قبلۂ حاجات و مقصود و رضا کے واسطے

جانشینِ شاہ سلیمانؒ ضامنِ دنیا و دیں
شاہ اللہ بخشؒ محبوبِ خدا کے واسطے

کامل و اکمل مکمل خواجۂ محمود بخشؒ
رہنمائے دینِ کامل اولیاء کے واسطے!

مطلعِ انوارِ وحدت پیشوائے کاملیں!
خواجۂ نورِ جہانیاں رہنما کے واسطے



# مناقبِ قبلۂ عالمؓ

از : نواب غازی الدین خانؒ

شرح نورِ محمدؐ آں ہمہ نور ۔۔۔ گر نویسم جہان شود پر شور
حق کہ ایں عالم است آیاتش ۔۔۔ آمد اطلاق نور بر ذاتش
ہست نورِ محمدی زاں نور ۔۔۔ زاں نہ بل آں خودش نمودہ ظہور
پیکرِ او تمام پیکرِ جان ۔۔۔ ہیئت معینش ز کوہ ہر جان
شد زمانیکہ جانش آگہ حال ۔۔۔ طائرِ شوق دِل کشاوش بال
گشت پروانہ سوئے شمع رواں ۔۔۔ وجد عاشق کناں و بال فشاں
سوئے مجمر چو برق جست سپند ۔۔۔ ہجر در راہِ وصل راند سمند
چنگ در وعد زد دلِ مشتاق ۔۔۔ وقت معہود کرد قطعِ فراق
دستِ نسبت عیاں کشید اورا ۔۔۔ جذبِ دل سوئے جاں کشید اورا
آمد او راندا زدیرِ الست ۔۔۔ کہ رسیدہ است بادہ شور مست
بانگ زد نالۂ دلش یکبار ۔۔۔ کہ بروں آئی کآمدت دِلدار
ملک آورد در کفِ مالک ۔۔۔ حق فحمداً لہ علی ذالک
یافت از بیعتش تجلّی نور ۔۔۔ سِرِّ مکنون گرفت رنگِ ظہور
سلسلہ بود مستعدِ فغاں ۔۔۔ چشم بر راہ سلسلہ جنباں
شمع کاں بزم سوزی آراست ۔۔۔ شعلۂ ز آتش نفس میخواست
داشت کشتی کہ سوختن امید ۔۔۔ یک اشارت ز برق می طلبید
دلِ او دست دلِ کشے می جست ۔۔۔ خمِ او وصلِ آتشے می جست
گوہرِ او ز کانِ استعداد ۔۔۔ جوہرش از جہان استرشاد
خواجہ را مورد عنایت شد ۔۔۔ مصرفِ لطفِ بے نہایت شد

او روان شد ز فیضگاہ پٹن — دولت آمد برائے او ز دکن
آں بمغرب ہمائے اوجِ سداد — شدہ عنقائے مغربش صیّاد
آں تنش از پٹن دلش ز دکن — ہمہ جا آنچہ آشکار از تن
آں دلِ او بہ بندِ فخرِ جہاںؒ — از ازل در کمندِ فخرِ جہاںؒ
لب بسم اللہش جراحتِ دل — دِل بہ تیغ جنونِ یشس بسمل
خواجہ را شد مرید با اخلاص — موردِ التفاتِ خاص الخاص
گشت از خواجہ کامیابئ او — دہلی آمد بہ ہمسر کائی او
سالہا ماند در حریم حضور — گشت مانندِ اسمِ خود ہمہ نور
اولیا را بود زمانِ کمال — صفت اسم خویش ظاہر حال
کارش از فخرِ دینؒ گرامی شد — وارثِ نسبتِ نظامی شد
کرد حاصل چو رتبۂ ارشاد — شد مرخّص بآن خجستہ سواد
شیخ در حقِ او چنیں فرمود — کیں زماہر چہ بودہ است ربود
نیز ارشادِ زاں شہِ دین است — کیں زمان قطبِ وقتِ خود این است
ہم بگفتا کنیں جہاں آرا! — شدہ امیدِ مغفرتِ مارا!
ہم ز پیغمبرِ بزرگ جناب! — حکم ارشاد یافت در پنجاب
کہ عبارت بود ز پاک پٹن — واں مہِ ملک قدر را موطن
شد در انجا کمالِ او شائع — گشت خورشیدِ فیض او لامع
یک جہان یافت فیضِ بیعتِ او — عالمے زد درِ ارادتِ او
ہست امروز او مرادِ جہان — مرجع عام و خاص شیخ زماں
بندگانِ درش ہزار انند — بر گلش نالہ کش ہزار انند
میشود بعد یک دو سال مدام — فائضِ بارگاہ ذوالاکرام
باد در ظلّ شیخ و قبلۂ ما — خلد اللہ ظلّہ ابدا!!

مترقی باوجِ عز و کمال!
پایہ افراز صدر جاہ و جلال

# نذرانۂ عقیدت

بحضور حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ

## نذر گزار

حضرت خواجہ غلام فریدؒ چاچڑاں شریف

ساڈا دوست ولیں دا نور محمد خواجہؒ
ڈھولا یار جہیندا نور محمد خواجہؒ
ساڈی ساری شرم بھرم دا
تیڈے گل وِچ لا جا

عرب وی تیڈی عجم وی تیڈی
سندھ پنجاب دا راجا
زمین زمن وِچ وجدا گجدا
فیض تیڈے دا واجا

دلبر جانی یوسف ثانی!
سوہن مکھ ڈکھلا جا
نوشہ شہر مہار دا بنڑا
بِسکدی نوں گل لا جا

نین فریدؒ دے درس پیاسے
آجا ناں ترسا جا

# مناجات بحضور قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضؓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ نور محمد سائیں ۔ توں بن کینوں کوک سنائیں
در منداں نوں صبح مسائیں ۔ کُلّی آفت توں رکھوائیں
بے آساں دی آس پوجائیں۔ خواجہ نور محمد سائیں

آیا نور محمد ہادی! ۔ گھر گھر دیو چہ ہوئی شادی
پائی دین عمارت ڈاڈھی ۔ ملک تمامی لئی آبادی
اُجڑیاں جھوکاں پھیر وسائیں، خواجہ نور محمد سائیں

لتھے عرشوں نور تجلّے ۔ رب رحیم تدھی ول گھلّے
ہوئے دل دے تمام تسلّے ۔ آئی شادی تے غم چلّے
میرے غم بھی دور کرائیں، خواجہ نور محمد سائیں

کُھ کاں کوک سناواں کینوں ۔ توں بن کوئی ہور نہ میئوں
دامن لگیاں دی لج تینوں ۔ لطف مہر سیتی کج لے میئوں
نام خدا دے واگ ولائیں۔ خواجہ نور محمد سائیں

تُوں ہیں سچا خاص حضوری باغ ولیاں دے وچ گل سوری
تن من جان تمامی نُوری! تینوں میری لاج ضروری!
نام نبیؐ دے مکھ وکھائیں۔ خواجہ نُور محمدؐ سائیں

پیر یگانہ پیر لیوے شہد شکر تے شیر لیوے
میر وزیر نصیر لیوے فرزانہ تدبیر لیوے
میں باندی توں میرا سائیں۔ خواجہ نُور محمد سائیں

نادر نُور حسین لیوے دین متین یقین لیوے
فخر الدین امین ہیوے ایسا چین ماچین نہوے
بے فیضاں نوں فیض رسائیں۔ خواجہ نُور محمد سائیں

نُور محمد نُور تمامی فیض لیئن سب صبح وشامی
سلک دُراں دی دُر گرامی تاج رکھن سب رومی شامی
مینوں بھی اس سلک رلائیں۔ خواجہ نُور محمد سائیں

دل میرا پُر نُور کریوے سد حضور ضرور ہیوے
رب کولوں مغفور کریوے مینوں چا مسرور کریوے
بخش سہو تقصیر کرائیں۔ خواجہ نُور محمد سائیں

رمز رموز و قائق سبھے حق حقوق حقائق سبھے
جی صاحب دے لائق سبھے عالم کولوں فائق سبھے
ہر ہر طور مینوں سمجھائیں۔ خواجہ نُور محمّد سائیں

دہاں دہاں عشق نقارہ ماریو چھوٹی وڈی نوں چاتا ریو
ہراک داکم خوب سنواریو بوڈیاں نوں چاپار اتاریو
مینوں وی چاپار لنگھائیں۔ خواجہ نُور محمّد سائیں

ارض و سما تے ڈیرے تیرے عرش تے کرسی پھیرے تیرے
لامکان پر گھیرے تیرے مشرق مغرب پھیرے تیرے
عاجز دل بھی جھاتی پائیں۔ خواجہ نُور محمّد سائیں

حاجی پور تے نور وسایو کوٹ مٹھن دے نوں رنگ لایو
وچہ ملتان جمال کھنڈایو تخت سلیماں سنگھڑ پایو!
عبدالحکیم دا بھی توں سائیں۔ خواجہ نُور محمّد سائیں

ساہو کیاں نوں سہاگ دتوئی شاہ آدم تے فضل کیتوئی
خلق حسن ہر جا کھنڈوئی ہر اک نوں خوش وقت کیتوئی
مینوں بھی خوش وقت کرائیں۔ خواجہ نُور محمّد سائیں

جا جداں تاج سرور گیتی　　چشتی کشتی پُر زر کیتی
رخت افلاسوں باہر نیتی　　جام شرابوں پُر کر پیتی
مَیں تشنہ پُر کر پلوائیں۔ خواجہ نُور محمد سائیں

بھر مکان وسائے تساں　　روندے لوگ ہسائے تساں
خُوب مراتب پائے تُساں　　سبھ بدخواہ نسائے تُساں
مینوں پاک وصال کرائیں۔ خواجہ نُور محمد سائیں

مَیں سائل ہاں باغ تساڈے　　روشن مکھ چراغ تساڈے
تازہ طور دماغ تساڈے　　سُنیئں عشقوں داغ تساڈے
گل مل کے تے ناز سائیں۔ خواجہ نُور محمد سائیں

عبدالحکیم نوں شاد کریوے　　راہ حق دا ارشاد کریوے
کل مطلب امداد کریوے　　مطلب نال آباد کریوے
میرے کل مطلوب دلائیں
خواجہ نُور محمد سائیں

# خواجہ گُل محمد احمد پوریؒ مصنف تکملہ سیر الاولیاء

①

غیاث العاشقین، سراج الواصلین
سند المکرمین، شیخ الاسلام، سید الانام، قطب الاقطاب، مظہر انوار الصمد
حضرت خواجہ نور محمد رضی اللہ عنہ

②

زہے مملو بہ عرفان الٰہی — کمالش راز اطوارش گواہی

ہدایت بخشِ عالم مرشدِ دیں — سراپا بحرِ عرفاں کوہ تمکیں

بہ قصرِ احمدی رکنے رکینے — بفیضستانِ ربانی امینے

بکارِ تربیت از ربِ ارباب — بدہر از حضرتِ حق قطب اقطاب

بہ میدانِ تجرد شہ سوارے — بہ اقلیمِ تفرد شہر یارے

زمیں از مقدمِ او تازہ کردہ — فلک رافرش پا اندازہ کردہ

تعالی اللہ چہ محبوبِ الٰہی

بہ عینِ فضل مرغوبِ الٰہی

# مدح
## حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ

(از سید شیر محمد ترمذی)

حضرتِ اقدس قبلۂ عالمؒ نورِ محمد نورِ مجسم
بزمِ نبی کے رکنِ مکرم نورِ ہدیٰ کے نیرِ اعظم
چشمۂ لطف و رحمتِ باری!
فیض کے دریا جس سے جاری!

آپ کا در مقصودِ جہاں ہے قبلۂ دل اور کعبۂ جاں ہے
بابِ کرم ہے جائے اماں ہے رازِ نہاں باغِ جناں ہے
ہے یہ نشانِ رحمتِ یزداں
منبعِ فیضِ خواجہ سلیمانؒ

ظلِّ خدا کردار کے غازی مظہرِ شانِ شاہِ حجازی
آپ کا شیوہ بندہ نوازی شفقت و رحمت چارہ سازی
دھوم ہے جگ میں جود و سخا کی
لطف و کرم کی، مہر و وفا کی!

ترمذی ہے اک بندۂ احقر مجرم و عاصی خاصی سراسر
دل میں ہزار امیدیں لے کر بہرِ سلامی آیا ہے در پر
واسطہ پنجتن چشت کا حضرت
اس سگِ در پر کیجے عنایت



# در مدح

## میرِ قافلۂ دردمنداں، شہنشاہِ اولیاء زماں، قبلۂ عالم و عالمیان حضرت خواجہ نور محمد چشتی مہاروی رضی اللہ عنہ

سلام اے والئ ملکِ ولائت قبلۂ عالمؒ
سلام اے حاکمِ شہرِ بصیرت قبلۂ عالمؒ

سلام اے نائبِ شاہِ رسالت قبلۂ عالمؒ
سلام اے صاحبِ رُشد و ہدایت قبلۂ عالمؒ

منظم تُم سے ہے تنظیم بزم اولیاء اللہ
سلام اے ناظمِ شہرِ طریقت قبلۂ عالمؒ

تمہارا سینۂ اقدس ہے گنجینۂ فراست کا
سلام اے مخزنِ اسرارِ قدرت قبلۂ عالمؒ

تم اسمِ بامسمّٰی واقعی نورِ محمدؐ ہو!
تمہارے نام سے ڈرتی ہے ظلمت قبلۂ عالمؒ

عزیزؔ اک آرزو دِل میں مچلتی ہے کہ اب مجھ کو
کرادیں خواب میں اپنی زیارت قبلۂ عالمؒ

از حضرت عزیز حاصل پوری

ایمان والوں کا مددگار اللہ ہے، جو نکال لے جاتا ہے انہیں ظلمت سے نور کی طرف جبکہ کافروں کے حمایتی شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کے اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

( البقرۃ ۲ : ۲۵۷ )

# بارھواں باب

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اس پر
ثابت قدم رہے۔ تو ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے
(الاحقاف ۴۶ : ۱۳)

# مثنوی فخریۃ النظام

## المعروف مثنوی نواب صاحب

(منظوم)

تصنیف ــــــــ نواب غازی الدین خانؒ

زبان ــــــــ فارسی

سالِ تصنیف ــــــــ ۱۱۹۱ھ

صفحات ــــــــ ۳۱۲

خطّی نسخہ ــــــــ ذاتی کُتب خانہ حضرتِ سجّادہ نشین میاں نُورجہانیاں صاحب دامت برکاتہٗ و حضراتِ مہاروی

---

مثنوی نواب صاحب کا پہلا شعر یہ ہے:

اے ثنائے تُو فخرِ اہلِ کلام!
از تو مُلکِ سخنوری بنظام

آخری شعر یہ ہے:

سالِ نظمِ کتاب گفت نظام
بجمالِ نظم ادائے کلام!!
(۱۱۹۱ھ)

مثنوی نواب صاحب کو بہت اہمیّت، شہرت اور مقبولیت حاصل ہے۔ شروع میں حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا تفصیل کے ساتھ ذکرِ پاک ہے۔ اس کے بعد اصحابِ رسُول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آلِ رسُول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ذکر ہے۔ پھر غوثِ پاک حضرت سیّد عبد القادر جیلانیؒ کا۔

بعد ازاں حضرت یحیٰی مدنیؒ، شاہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ اور مولانا نظامُ الدین

اورنگ آبادیؒ کا ذکر ہے۔ باقی تمام مثنوی میں نواب صاحبؒ نے اپنے پیرومرشد حضرت مولانا فخرِجہاں دہلویؒ کے احوال و مناقب خوب صورت اشعار میں بیان کئے ہیں۔

ہمارے مخدوم قبلۂ عالم حضرت خواجہ نورُ محمّد مہارویؒ کے احوال و مناقب اور مقام کے بارے میں بھی چند خوب صورت اشعار موجود ہیں، جو مخزنِ چشت، گلشنِ ابرار، مناقب المحبوبین اور دیگر تصانیف میں بھی تبرکاً درج ہیں۔

---

نہیں ہیں محمّد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، بلکہ وُہ اللہ کے رسُول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

(الاحزاب ۳۳ : ۴۰)

# خیر الاذکار

ملفوظات قطب طریقت، برہان الحقیقت حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و

حضرت خواجہ نور محمد ثانی معروف بنام

نارووالہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

تصنیف : ـــــــ مولوی محمد گہلوی

زبان : ـــــــ فارسی

طباعت : ـــــــ غیر مطبوعہ (خطی نسخہ)

صفحات : ـــــــ ۱۱۲

---

مولوی محمد گہلوی صاحب حضرت نارووالہ صاحبؒ کے مرید تھے۔ مگر اکثر حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ بھی کبھی کبھی ان کے گاؤں قصبہ گہلواں میں قیام فرماتے تھے۔ خیر الاذکار ان کی بہترین تصنیف ہے۔

صاحب موصوف ابتدائے ملفوظ میں بطور دیباچہ لکھتے ہیں :

"بمقتضائے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ، چند فوائد مسموعہ خود و اکثر فوائد منقولہ از یاران خود دریں اوراق قلیلہ جمع نمودہ ام، تا فردا ذریعۂ نجات من عاصی گردد"

"ایں رسالہ کہ موسوم است بہ خیر الاذکار فی مناقب الابرار، بر سہ فصل مرتب نمودہ ام۔ فصل اول: در مناقب حضرت شیخ المشائخ، غیاث العاشقین، سند الواصلین، مطلع انوار الصمد، منبع اسرار الاحد، قبلۂ عالم و عالمیاں، کعبۂ اہل ذوق و عرفان حضرت خواجہ نور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ شیخ و امام حضرت قبلۂ ما مستمندان ست۔

فصلِ دوم: در بیانِ مناقبِ حضرت شیخ المشائخ، قطب الطریقت، فرد الحقیقت، حضرت خواجہ نور محمد ثانی، کہ شفیعِ دارین و قبلۂ کونین ایں بندۂ عاصی است، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فصلِ سوم: در مناقبِ مردِ میدانِ عشقِ حقیقی و صوری حضرت حافظ صاحب حافظ محمد سلطان پوری، رضی اللہ تعالیٰ عنہ"۔

یہ ملفوظ شریف اوّلین دور کے ثقہ ترین ملفوظات میں سے ہے۔ یہ خطی نسخہ کی صورت میں حضرت قبلۂ عالم رح کے تبرکات کی صورت میں مہار شریف میں موجود ہے۔ اس کے قلمی نسخے حاجی پور شریف، تونسہ شریف، چاچڑاں شریف اور دیگر چشتی خانقاہوں میں موجود ہیں۔ اس کا ابھی تک اردو ترجمہ نہیں ہوا۔ حضرت میاں نور جہانیاں دامت برکاتہ، صاحب سجادہ نشین درگاہ معلیٰ چشتیاں شریف کی دلی آرزو ہے کہ اس کا بھی اردو ترجمہ شائع کیا جائے۔

خیر الاذکار میں حضرت قبلۂ عالم رح کے حالات و مناقب فصلِ اوّل میں موجود ہیں۔ دوسرے دونوں ابواب میں بھی کہیں کہیں آپ کا ذکرِ خیر موجود ہے۔

---

اُردو ترجمہ

# تکملہ سیر الاولیاء

فارسی تصنیف: خواجہ گل محمد احمد پوریؒ

سالِ تصنیف: ۱۲۳۰ھ

سالِ طباعت: ۱۳۱۲ھ (مطبع رضوی دہلی)

اُردو ترجمہ: مسعود حسن شہاب

سالِ اشاعت: ۱۹۷۸ء

صفحات: ۲۸۰

ناشر: اُردو اکیڈمی بہاول پور

حرفِ آغاز میں لکھا ہے کہ "یہ بظاہر حضرت میر خورد کی مشہور تصنیف سیر الاولیاء کا تکملہ ہے لیکن فی الحقیقت اپنی جامعیت کے اعتبار سے مستقل تصنیف کا درجہ رکھتا ہے۔ اس میں خانوادۂ چشتیہ سے تعلق رکھنے والے تمام بزرگوں کو مجملاً اور سلسلۂ چشتیہ فخریہ کے خواجگان کا مفصلاً تذکرہ کیا گیا ہے۔ بالخصوص قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ اور حضرت خواجہ محمد عاقلؒ کے حالات بالتفصیل درج کئے گئے ہیں۔"

حضرت قبلۂ عالمؒ کے حالات صفحہ ۱۴۲ سے صفحہ ۱۵۰ تک ہیں۔ صفحہ ۱۵۱ سے ۱۵۸ تک اولادِ عالی مقام اور چند خلفاء کرام کا مختصر تذکرہ ہے۔

حالات کے آغاز میں صفحہ ۱۴۲ پر آپ کا اسمِ گرامی یوں لکھا ہے:

غیاث العاشقین، سراج الواصلین، سند المکرمین، شیخ الاسلام، سید الانام، قطب الاقطاب، مظہر انوار الصمد، حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ عنہ۔

# خلاصۃ الفوائد

## ملفوظات

## حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ مہاروی قبلۂ عالم

تصنیف : ــــــــ حکیم محمد عمر سید پوری

زبان : ــــــــ فارسی

سنِ تصنیف ــــــــ ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰ء)

اُردو ترجمہ : ــــــــ محمد بشیر اختر

سنِ ترجمہ : ــــــــ ۱۹۶۱ء

صفحات : ــــــــ ۱۱۶

ناشر : محمد بشیر اختر ساکن الہ آباد۔ ضلع رحیم یار خاں

مطبع : ــــــــ استقلال پریس لاہور

فارسی تصنیف کے دیباچہ میں حکیم محمد عمر سید پوری لکھتے ہیں :

"یہ ضعیف بندہ، جو قاضی محمد عمر حکیم کے نام سے مشہور ہے، نے حضرت شیخ المشائخ، غیاث العاشقین، سند الواصلین، منبع انوار الصمد مظہرِ اسرارِ احد، شیخ الاسلام، نور الحق والدین، مولانا و سیدنا و شیخنا خواجہ نور محمد رضی اللہ عنہ، کی زبانِ حقیقت ترجمان سے جو کچھ سنا ہے اُسے جمع کر کے قیدِ تحریر میں لایا ہے اور اس کا نام خلاصۃ الفوائد رکھا ہے، جو دو باب پر مشتمل ہے۔" (ترجمہ)

اُردو ترجمہ کے دیباچہ میں اختر الہ آبادی لکھتے ہیں :

"یہ ملفوظات فارسی زبان میں محترم ۱۲۷۷ھ میں لکھے گئے ہیں جن پر آج (۱۹۶۱ء) میں ایک سو پانچ برس کا عرصہ گزر چکا ہے۔

زمانہ کے باوجود بھی یہ ملفوظات اپنی نوعیت و افادیت میں یگانۂ روزگار ہیں۔

حضرت میاں نورِ جہانیاں صاحب زاد اللہ شرفہٗ، جو چراغِ مُقبلاں ہرگز نمیرد، کی جیتی جاگتی تصویر، علمِ دین اور زہد و اتقا کا مجسمہ ہیں، ازراہِ کرم مجھے ملفوظات کے ترجمہ کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ مَیں ان کی اس نوازش پر سراپا تشکّر ہوں۔"

---

# مخزن الچشت

تصنیف : ـــــ خواجہ امام بخش مہارویؒ

سالِ تصنیف : ـــــ ۱۲۷۰ھ

زبان : ـــــ فارسی

صفحات : ـــــ ۴۷۵

یہ غیر مطبوعہ قلمی نسخہ ہے جو قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے خاندانی تبرکات میں شامل ہے اور مہار شریف (مولدِ قبلۂ عالمؒ) میں موجود ہے۔ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ تک بتیس حضرات خواجگانِ چشت کے احوال و مناقب تحریر کئے گئے ہیں حضرت قبلۂ عالمؒ، اولادِ قبلۂ عالم اور خلفائے قبلۂ عالمؒ کے حالات صفحہ ۳۲۳ سے صفحہ ۴۳۷ تک موجود ہیں۔ یہ تصنیف حضرت قبلۂ عالمؒ کے حالات و مناقب میں ثقہ ترین کتابوں میں سے ہے اس لئے کہ اس کے مصنف خواجہ امام بخش مہارویؒ حضرت قبلۂ عالمؒ کے پڑپوتے ہیں اور صاحبِ علم و فضل شخصیت ہیں۔

---

حضرت میاں نور جہانیاں صاحب مہاروی دامت برکاتہٗ سجادہ نشین درگاہِ معلّٰی چشتیاں شریف کے ارشادِ گرامی کے مطابق مخزنِ چشت کا ملخص اردو ترجمہ شائع کیا گیا۔ اس میں حضرت قبلۂ عالمؒ، اولادِ قبلۂ عالمؒ اور خلفاء قبلۂ عالمؒ کے احوال و مناقب صفحہ ۲۱۲ سے صفحہ ۲۵۲ تک موجود ہیں۔

ملخص اردو ترجمہ : ـــــ پروفیسر افتخار احمد چشتی سلیمانی

سالِ طباعت : ـــــ ۱۴۰۷ھ (۱۹۸۷ء)

صفحات : ـــــ ۲۸۸

ناشر : ـــــ چشتیہ اکادمی فیصل آباد

اُردو ترجمہ

# مخزنِ چشت

مکمل اُردو ترجمہ : ـــــ پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی
سالِ اشاعت : ـــــ ۱۴۰۹ھ (۱۹۸۹ء)
صفحات : ـــــ ۴۶۴
ناشر : ـــــ چشتیہ اکادمی فیصل آباد

"مخزنِ چشت" کا یہ مکمل اُردو ترجمہ بھی حضرت میاں نُور جہانیاں صاحب مہاروی دامت برکاتہ، سجادہ نشین درگاہِ معلّیٰ چشتیاں شریف کے ارشادِ عالی قدر کے مطابق ترتیب دیا گیا اور شائع کیا گیا۔ اِس کتاب میں قبلۂ عالم حضرت خواجہ نُور محمد مہاروی رح کے احوال و مناقب، آپ کی اولاد اور آپ کے خلفاء کے احوال و محاسن صفحہ ۳۵۹ سے صفحہ ۴۳۷ تک موجود ہیں۔

حالات کے آغاز میں صفحہ ۳۵۹ پر ان کا اسمِ گرامی یُوں درج ہے:

شیخ المشائخ، قدوۃ السالکین،
شمس العارفین، محبُوبِ ربّ العالمین،
غریب نواز
حضرت خواجہ نُور مُحمد صاحب مہاروی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

# مناقب المحبوبین

تصنیف و تالیف : ــــــ حاجی نجم الدین سلیمانیؒ
زبان : ــــــ فارسی
سنِ تالیف : ــــــ ۱۲۷۸ھ ( ۱۸۶۱ء )
سنِ طباعت : ــــــ ۱۳۱۲ھ ( ۱۸۹۴ء )
مطبع : ــــــ مطبع دین محمدی لاہور
صفحات : ــــــ ۳۸۰
ناشر : شیخ الٰہی بخش تاجر کتب کشمیری بازار لاہور۔

اس کتاب میں مصنف نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ تک جملہ بزرگوں کے حالات درج کئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر محب النبی حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ تک کے حالات بہت اختصار سے قلمبند کئے ہیں مگر قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے حالات و مناقب تفصیل کے ساتھ رقم کئے ہیں۔

اس کتاب میں حضرت قبلۂ عالمؒ آپ کی اولاد اور آپ کے خلفائے عظام کے حالات صفحہ ۵۴ سے صفحہ ۱۴۰ تک موجود ہیں۔ آخر میں صفحہ ۳۶۰ سے لے کر ۳۸۰ صفحہ تک مناقب المحبوبین کے مؤلف حاجی نجم الدینؒ کے حالات ہیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے احوال و مناقب میں مناقب المحبوبین ثقہ ترین کتابوں میں سے ہے۔ اس لئے کہ حاجی نجم الدینؒ نے اس تالیفِ لطیف کو ترتیب دینے کے بعد اسے حضرت ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ، حضرات خواجگان مہارویؒ اور دیگر مریدین اور خلفائے مجاز کی خدمت میں پیش کیا اور حرف بحرف سنا کر سندِ تصدیق حاصل کی۔

# مناقب المحبوبین

ترجمہ، تلخیص و ترتیب : ـــــ پروفیسر افتخار احمد چشتی سلیمانی
سالِ اشاعت : ـــــ ۱۳۹۷ھ (۱۹۷۷ء)
صفحات : ـــــ ۲۴۰
ناشر : ـــــ اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور
طابع : ـــــ معارف پرنٹنگ پریس، لاہور

---

حضرت خواجہ خان محمد تونسوی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ سلیمانیہ تونسہ شریف کے ارشادِ گرامی کے مطابق یہ ملخص ترجمہ کیا گیا اور شائع کیا۔ اس کتاب میں قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی، اولادِ عالی مقام اور خلفائے عظام کے حالات و مناقب صفحہ ۹۳ سے لے کر صفحہ ۱۳۳ تک ہیں۔

فارسی کتاب میں حضرت قبلۂ عالم کا اسمِ گرامی القاب کے ساتھ یوں لکھا گیا ہے:

"آفتابِ ملکِ ولایت، خورشیدِ برجِ ہدایت
وارثِ ملکِ نبوت، شہنشاہِ اقلیمِ غوثیت،
قطبِ مدارِ عالم، سند الواصلین، فخر العارفین،
منبعِ انوار الصمد، مظہرِ اسرارِ احد

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ"

---

# مناقب المحبوبین

مکمل اُردو ترجمہ و ترتیب : پروفیسر افتخار احمد چشتی سلیمانی
سالِ اشاعت : ۱۴۰۸ھ (۱۹۸۷ء)
صفحات : ۷۰۴
ناشر : چشتیہ اکادمی فیصل آباد
طابع : حسن بشیر پرنٹرز، لاہور

حسبِ فرمان و لبسعی و اہتمام حضرت خواجہ حافظ عبدُ المناف صاحب تونسوی دامت برکاتہٗ مناقب المحبوبین کے مکمل ترجمہ کو از سرِ نو ترتیب دیا گیا، نظرِ ثانی کی گئی اور اِسے شائع کیا گیا۔ اصل فارسی تصنیف کی ترتیب و تالیف کے ایک سو تیس سال بعد اس کا پہلا مکمل اُردو ترجمہ شائع ہُوا۔

مناقب المحبوبین میں محبوبین سے آسمانِ شریعت و طریقت کے دو آفتاب و ماہتاب مراد ہیں۔ یعنی قبلۂ عالم حضرت خواجہ نورُ محمد مہاروی اور پیر پٹھان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی۔

حضرت قبلۂ عالمؒ، اولادِ قبلۂ عالمؒ اور خلفائے قبلۂ عالمؒ کے احوال و مناقب صفحہ ۱۳۵ سے ۲۴۶ تک ہیں۔ البتہ حضرت قبلۂ عالمؒ کے خلفائے اعظم میں سے حضرت خواجہ شاہ محمد سُلیمان تونسویؒ کے تفصیلاً حالات صفحہ ۲۷۷ کے بعد ہیں۔

مناقب المحبوبین میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے حالاتِ زندگی، محاسن، معمولات، کرامات اور ارشادات و تعلیمات کا تفصیلاً ذکر ہے۔

# خزینۃ الاصفیاء

تالیف : ـــــــ مفتی غلام سرور لاہوری

سال تالیف : ـــــــ ۱۲۸۱ھ

زبان : ـــــــ فارسی

سالِ طباعت : ـــــــ ۱۸۷۳ھ

---

اِس کتاب کی جلد اوّل کے صفحہ ۵۰۶ سے لے کر صفحہ ۵۰۸ تک حضرت قبلۂ عالمؒ کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بھی قدیم ترین اور ثقہ ترین ہے۔ اس صدی کے تمام مصنّفین نے خزینۃ الاصفیاء کے حوالے دیئے ہیں مُفتی صاحب صفحہ ۵۰۶ پر لکھتے ہیں،

"شیخ نُور محمدؒ چشتی المشہور بہ شیخ نُور محمد مہبل قدس سرّہٗ اَز خلفائے عظام واحباب ذوالکرام مولانا فخر الدین فخر جہانؒ است و حضرت مولاناؒ را آنچہ عنایتِ بے غایت و الطافِ بے قیاس بحقِ وے مصروف بُود، بحالِ احدے از خلفائے خود نہ بود"

---

اُردو ترجمہ : ـــــــ پیرزادہ اقبال احمد فارُوقی

سالِ طباعت : ـــــــ ۱۹۹۰ء

جلد : ـــــــ جلد دوم ۔ سلسلۂ چشتیہ

ناشر : ـــــــ مکتبہ نبویّہ ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

صفحات : ـــــــ ۴۹۴

یہ اُردو ترجمہ خزینۃ الاصفیاء (فارسی) کی جلد اوّل کا ہے۔ ترجمہ کی

یہ جلد دوم ہے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے حالات و مناقب صفحہ ۴۷۹ سے صفحہ ۴۸۳ تک موجود ہیں:

عنوان یہ لکھا ہوا ہے:

شیخ نورُ محمدؒ چشتی پنجابی (چشتیاں شریف) قدس سرہٗ

---

مرقوم ہے کہ

"آپ حضرت مولانا فخر الدین فخرِ عالمؒ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے جو انعامات والطاف آپ کو عنایت فرمائیں، اپنے کسی دوسرے خلیفہ کو نہیں دے سکے۔"

صفحہ ۴۸۳ پر قطعۂ تاریخِ وصال ہے:

شیخ دیں نورِ محمدؐ مقتدا
گشت زو روشن جہاں نزدیک و دُور
نورِ حق مشتاق گو ترحیلِ اُو
ہم ولیٔ مجتبیٰ مہتابِ نُور؛
(۱۲۰۵ھ)

---

# گلشن ابرار

## ملفوظ شریف

قبلۂ عالم و عالمیاں حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی قدس سرہ العزیز

تالیف ــــــــ خواجہ امام بخش مہارویؒ

زبان ــــــــ فارسی

سنِ تالیف ــــــــ ۱۲۸۳ھ

اُردو ترجمہ ــــــــ حدیقۃ الاخیار

مترجم ــــــــ صالح محمد صالح ادیب تونسوی

سنِ ترجمہ ــــــــ ۱۳۶۱ھ

سنِ اشاعت ــــــــ ۱۹۵۰ء

مطبع ــــــــ مطبع صدیقیہ

صفحات ــــــــ ۳۴۴

حضرت قبلۂ عالمؒ کے احوال و مناقب میں یہ ثقہ ترین تالیف ہے۔ اس لئے کہ مصنف حضرت خواجہ امام بخش مہاروی حضرت قبلۂ عالم کے پڑپوتے ہیں اور ایک معروف عالم و فاضل اور صاحبِ تصنیف بزرگ ہیں۔ یہ تصنیف قلمی صورت میں مہار شریف میں موجود ہے۔

حضرت میاں نور جہانیاں صاحب مہاروی دامت برکاتہٗ سجادہ نشین درگاہِ معلّٰی چشتیاں شریف نے گلشن ابرار کا اُردو ترجمہ کرنا شروع کیا۔ چوتھے حصّہ کا ترجمہ کرنے کے بعد جناب صالح محمد صالح کے سپرد کیا۔ اُنہوں نے تمام کتاب کا ترجمہ کیا مگر پہلا حصّہ ترجمہ شُدہ جوں کا توں برقرار رکھا تاکہ تیمّن اور تبرک قائم

رہے اور قارئین حضرت میاں صاحب کے الفاظ میں ہی کتاب کی بسم اللہ کیا کریں۔
مؤلف نے گلشن ابرار کے چار ابواب قائم کئے ہیں جنتی باب کی جگہ گلزار کا نام دیا گیا ہے۔ گلزارِ اوّل میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ہیں۔ گلزارِ ثانی میں آپ کی اولادِ عالی مقام کے احوال ہیں۔ گلزار ثالث میں آپ کے خلفائے عظام کے احوال ہیں اور گلزارِ چہارم میں حضرت خواجہ خدا بخش خیرپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ و قائم مقام حافظ محمد جمال ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی و محاسن ہیں۔
خواجہ امام بخش مہاروی مؤلف گلشن ابرار کے دیباچہ میں حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اور اس تالیف کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"اس کتاب کا مؤلف یہ عاجز فقیر امام بخش رحمۃ اللہ علیہ ابن حافظ غلام فرید بن خواجہ نور احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت قبلۂ عالم وعالمیاں خواجہ نور محمد صاحب رضی اللہ عنہ سکنہ مہاراں ہے۔ میرے بہت سے دوستوں نے خواہش کی کہ چونکہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اولیائے کرام کے درمیان ایسے ہیں جیسے ستاروں کے درمیان بدرِ منیر یا جیساکہ ذرّوں کے درمیان خورشیدِ انور۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن کا نور زمین سے آسمان تک چھایا ہوا اور اکنافِ عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ بہتر ہے کہ ان کے مناقبات میں سے تھوڑا سا ذکر الماسِ قلم سے موتیوں کی طرح پرو دیا جائے جس سے اس سلسلہ کے خواص وعام مستفید ہو سکیں۔"

"عربی کا مقولہ ہے ذِکْرُ الصَّالِحِیْنَ تُنَزِّلُ الرَّحْمَۃَ اور ملفوظ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ زہے سعادت اُس مرید کی جو اپنے شیخ کی زبان سے سُنے ہوئے الفاظ قلم بند کرے۔ روزِ قیامت ایک ایک حرف کے بدلے ہزار سالہ اطاعت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوگا۔

دیباچہ کے آخر میں چودہ اشعار ہیں آخری شعر میں گلشنِ ابرار کی تاریخ وتالیف موجود ہے۔ آخری دو اشعار درج ذیل ہیں:

؎ در آں مدت کہ ایں مکتوب محبوب
شدہ مکتوب زیں بے دست و پائے

ہزار و دو صد و ہشتاد و سہ رفت
زہجرت خواجہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو سرائے ۱۲۸۳ھ

---

# حدیقۃ الاولیاء

"پنجاب کے اکابر صوفیہ کا مستند تذکرہ"

تصنیف : ــــــ مفتی غلام سرور لاہوری

سنِ تصنیف : ــــــ ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء)

زبان : ــــــ اُردو

اشاعتِ اوّل : ــــــ ۱۹۰۶ھ

طباعت : ــــــ مطبع نولکشور لکھنؤ

اشاعتِ ثانی : ــــــ ۱۳۹۶ھ (۱۹۷۶ء)

تحقیق وتعلیق : ــــــ محمد اقبال مجددی صاحب

طباعت : ــــــ معارف پریس لاہور

صفحات : ــــــ ۳۲۸

اِس تصنیف میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے حالات ومناقب صفحہ ۱۰۷ سے صفحہ ۱۰۹ تک موجود ہیں عنوان یوں لکھا ہے :

"شیخ نور محمد چشتی المشہور نور محمد بھبل مہاروی قدس سرہٗ"

"یہ بزرگ خلیفۂ اعظم مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلویؒ کے ہیں۔ اوائلِ حال میں بعد حفظِ قرآن پنجاب سے دہلی میں گئے اور مولانا فخر الدینؒ کی خدمت بعیت کی۔ اور چند سال بکمال خدمت گزاری وصدق واخلاص تکمیل پاکر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ اور پنجاب میں آکر قصبہ مہاراں علاقہ نواب بہاول خان میں سکونت اختیار کی۔ اور تمام عمر ہدایتِ خلق میں مصروف

رہے۔ ہزاروں مخلوق ان کے طفیل سے بہ قربِ الٰہی پہنچے۔"
اِس تصنیف کے صفحہ ۱۰۹ پر قطعۂ تاریخِ وصال دیا گیا ہے:
حضرت نورِ محمد نورِ حق؛
جلوہ گر شد چوں بہ گلزارِ جناں
سالِ ترحیلش بقولِ اہلِ سیر
"نورِ عرفاں، آفتابِ دیں" بخواں

۱۲۰۵ھ

---

# تذکرۃ المشائخ

تذکرۂ مشائخ چشت از مولوی مولابخش ابن اللہ بخش حنفی چشتی سلیمانی
ساکن قصبہ گوبند گڑھ عرف بھٹنڈہ (ریاست پٹیالہ)

حسب فرمائش
منشی غلام احمد تاجر کتب شہر فیروز پور و
عبد الکریم کتب فروش لاہور

تصنیف : ــــــــ مولوی مولابخش چشتی سلیمانی
سالِ تصنیف : ــــــــ ۱۳۰۲ھ
سالِ طباعت : ــــــــ ۱۳۰۴ھ
مطبع : ــــــــ مطبع صدیقی شہر فیروز پور
ناشر : مولوی ولی اللہ صاحب پروپرائٹر و ایڈیٹر اخبار "الصدیق" شہر فیروز پور
صفحات : ــــــــ ۲۹۶

کتاب کے سات ابواب ہیں۔ باب دوم میں خواجگانِ چشتیہ نظامیہ کا تذکرہ ہے۔ حضرت قبلۂ عالم رح کے حالات بعنوان "شیخ المشائخ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ" صفحہ ۱۱۰ سے صفحہ ۱۲۸ تک تحریر کئے گئے ہیں۔
مصنف نے اِن تمام کتابوں کے نام لکھے ہیں جن سے اُنہوں نے اِس کتاب کی ترتیب میں مدد لی ہے۔
اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ "یہ فقیر سلسلۂ عالیہ نظامیہ فخریہ نور محمدیہ سلیمانیہ میں غلامانِ غلام اور کمترین خدام حضرت ہادینا و مرشدنا و سیدنا و مولانا خواجہ اللہ بخش تونسوی سلمہ اللہ القوی کا ہے :

ــــــــــــــــ

# مرأة السالکین فی حالات الکاملین

(حالاتِ مبارکہ خاندانِ چشتیہ نظامیہ)

تالیف ________ مولوی امام الدین چشتی

زبان ________ اُردو

صفحات ________ ۱۸۰

سنِ تالیف ________ ۱۳۰۴ھ

سنِ طباعت ________ ۱۳۱۳ھ

ناشر و طابع ________ احمد الدین میکی پریس گوجرانوالہ

---

اِس تالیف میں فاضل مؤلف نے سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکرِ مبارک سے لے کر شمس العارفین حضرت خواجہ شیخ محمد شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ تک جملہ بزرگوں کے حالات و مناقب تحریر کئے ہیں۔

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات صفحہ ۱۲۶ سے صفحہ ۱۳۰ تک موجود ہیں۔ صفحہ ۱۳۰ پر مرقوم ہے کہ "نواب نظام الملک نے کتاب اسماء الابرار میں لکھا ہے کہ مولانا ضیاء الدین جے پوریؒ خلیفہ حضرت فخر جہاںؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے کمال مجاہدہ اور محنتِ شاقہ سے کمال حاصل کیا مگر خاص نعمت خاندانِ چشت کی خواجہ نور محمد مہارویؒ کو عنایت ہوئی اور مولانا فخر جہاںؒ کے قائم مقام وہی حضرت ہیں۔

احوال کے آخر میں قطعۂ تاریخ وصال ہے۔

حق نورِ محمد نورِ حق ، جلوہ گر شد چوں بگلزارِ جناں
سالِ ترحیلش بقولِ معتبر ، نورِ عرفاں آفتابِ دیں بخواں

٤٢٠

PUNJAB
STATES GAZETTEERS.
VOLUME XXXVI A.

# BAHAWALPUR STATE.

WITH MAPS

1904.

COMPILED AND PUBLISHED UNDER THE AUTHORITY OF THE PUNJAB GOVERNMENT.



Lahore
THE "CIVIL AND MILITARY GAZETTE" PRESS,
Sole Contractors for Printing to the Punjab Government.
1908.



The shrine of Qiblá-i-Álam at Chishtian.

Khwája Núr Muhammad, better known as Qiblá-i-Álam, was a Kharl by caste and a Panwár Rájpút. He appeared at the time of decay of Islám in Baháwalpur. He was born on the 14th of Ramazán 1142 H., in Chautálá village, in *iláqa* Shahr Faríd, and his parents named him Báhbal. They had but small means and shortly after his birth they settled in Mahárán, where they put him under one Háfiz Muhammad Masúd to learn the Quran, which he committed to memory. Núr Muhammad afterwards went to Bablána (in Tahsil Pákpattan), Dera Ghází Khán and Lahore to complete his education. Thence he went to Delhi, where he lived for 16 years with Mauláná Fakhr-ud-Dín Muhibb-un-Nabi and after completing both his secular and spiritual studies obtained the *khiláfat* (deputy-ship) from him. His name Núr Muhammad was proposed by his Pír-o-Murshid (spiritual teacher) Mauláná Fakhr. The *Manáqibul Mahbúbain* gives a saying from Mauláná Fakhr, which he used to utter for the Qiblá-i-Álam; *viz.*, *Tan malke man jharna surt balowan hár; Makhan Panjábi legiá, chichh pio Sainsár*; meaning that the latter has carried away butter from the former and now only whey was left for others and nothing else. Referring to this Nazám-ul-Mulk Nawáb Ghází-ud-Dín Khán, the deposed Vazír of Delhi, used to quote the following verses in Persian:

*Sálhá mánd dar harím-i-hazúr;*
*Gasht mánind-i-ism-i-khud hama núr;*
*Shaikh dar haqq-i-ú chunín farmúd,*
*Kín zi má har chi búda ast rabúd.*

*i.e.*, he lived for years in the company of the Maulána Fakhr and became a complete light (of God) as his name indicated. The Shaikh said of him that he took away from him all that he possessed (*i.e.*, spiritual excellence). Innumerable miracles are ascribed to him. He often purified and enlightened benighted souls with a glance. He was able to send his imaginary body (*wajúd-i-zilli*) to various places at one and the same time; for instance he once saved the sinking ship of one of his *muríds* when on a pilgrimage to Mecca and Medína by his imaginary body, while his real body remained at Mahárán. He had promised a *muríd* that he would read his *janáza* (death) prayers, but he chanced to die first and put many of his followers



CHAP. I. C.

Population.

The shrine of Qiblá-i-Álam at Chishtián

in doubt about his veracity, but it happened that the Qibla-i-Álam actually appeared and read the *janáza* of the *muríd*. His leading *khalifas* and successors, who influenced and benefited the mass of the Muhammadan population in the Punjáb and Sindh, were: (1) Khwája Núr Muhammad, also called Núr Muhammad II of Nárúwála (originally the name of a well) or Hájipur; (2) Qázi Muhammad Aqil of Kot Mithan; (3) Háfiz Muhammad Jamál of Multán; (4) Khwája Muhammad Sulaimán Khán of Sanghar. The *gaddi* of the first is at Hájipur, that of the second at Chachran Sharíf, of the third at Multán and of the fourth at Sanghar (Taunsa Sharíf). The *sajjáda-nashín* of the fourth and last *gaddi*, Khwája Muhammad Músa, is the spiritual leader of Nawáb Muhammad Baháwal Khán V, the present ruler of Baháwalpur. The branches of the *khaláfats* of these four *khalifas* spread abroad, and each has several subordinate *gaddis* in this State, in Sindh and in the Panjab. Besides these four there were numerous *khalifas* of the Qiblá-i-Álam. Below only the names of those *khalifas* are given whose descendants have continued the system of *píri murídi*, or making disciples :—

(1) Háfiz Ghulám Hasan, Bhatti, resident of Chela Wáhan in Tahsíl Khairpur Sharqia.

(2) Muhammad Bakhsh Chishti of Chishtián.

(3) Muhammad Akbar of Ránián in Hissár District.

(4) Makhdúm Sayyid Mahmúd of Sítpur.

(5) Makhdúm Sayyid Naubahár, *sajjáda-nashín* of Uch Sharíf (who gave in *jágír* to Qibla-i-Álam Jilanwáli, which is still held by his descendants).

(6) Makhdúm Muhibb-i-Jahániyán, Bukhári of Shahr Sultán.

In short, the Muhammadans of this State, Montgomery, Multán, Dera Ghází Khán and some other districts of the Panjáb, Baluchistán and Sindh are all related to the Qiblá-i-Álam. He was initiated into the *khiláfat* ceremonies at the age of 42 years, and after preaching for 21 years, passed away on Monday, the 3rd Zilhijj 1205 H. at the age of 63. The date of his death is given by the *tarikh-i-abjad* in the verse :—"*Haif wáwaila jahán be núr gasht,*" *i.e.* Alas! The world has lost its light (and become dark).

According to his will he was buried at Chishtián in a piece of land, about which he used to say:—*Azín zamín búe dilhá mi-áyad*; this land smells of the hearts (of saints); and this was the very land[1] about which Bábá Náuak had made a prophecy. Eight years after his death Khwája Muhammad Aqil of Kot Mithan built a dome over the tomb and in front of it a small *majlis khána*. The outer walls were built by Háfiz Muhammad Jamáli of Multán. The lintel and door of the shrine and the poles of the canopy of the tomb, all of silver, and worth nearly Rs. 11,000, were offered by Nawáb Muhammad Baháwal Khán III. Another version is that

---



CHAP. I, C. — Population. — The shrine of Qiblá-i-Álam at Chishtián.

the *Daryári* at this time flowed close to Mahárán and there was no dry place in its vicinity where a tomb could be built, so he was buried at Chishtián in a dry place where he often used to sit. The present *majlis khana* was built by his descendants a few years ago, by raising a subscription of Rs. 12,000. For the comfort of pilgrims the late Nawáb Sir Sádiq Muhammad Khán IV built quite close to the shrine a magnificent *sarái* at the cost of Rs. 26,000. In the enclosure of the shrine are the tombs of Sibgatulla, Lahori, Qári Azízulla, and Khwája Ghulám Hasan Bhatti, who were all leading *khalifas*. Under the very dome of the shrine are the tombs of his sons, Núr-us-Samad, Nór Ahmad and Nur Hasan, of whom the first is also called the *Shahíd Sáhib*, because he was murdered in cold blood while saying his prayers by Sarwan and Karam (Mahárs by caste) in Rabi-ul-Awwal, 1206 H. An *urs* is held annually at this shrine and a great part of the expenses of the celebration is paid by Mián Muhammad Yusuf *sajjáda-nashín*, another portion being defrayed by his brotherhood. One-third of the income of the shrine goes to Mián Fazl-i-Haq, who is a descendant of Núr Hasan, the third son of the Qiblá-i-Álam. He is called the *sajjáda-nashín* Mangherwi and Mián Muhammad Yúsuf the *sajjáda-nashín* Mahárvi. The remaining shares are distributed among the descendants of the other two sons of the Qiblá-i-Álam. The *mujáwars* are appointed to keep the shrine clean and to collect the offerings and are paid from the income, of which a regular account is kept. There was a mosque, built by Nawáb Sádiq Muhammad Khán II, inside the shrine. An Arabic Theological School was opened in this mosque by Nawáb Sir Sádiq Muhammad Khán IV, and is still maintained. Its expenses were at first paid from the privy purse of the late Nawáb but, according to the new scheme of educational reform inaugurated by Colonel H. Grey, late Superintendent in the State, in 1899, the entire expenditure of the Theological Schools formerly met from the Nawáb's privy purse was included in the State Educational Budget. As the mosque was not very spacious, Nawáb Ahmadyár Khán, son of Nawáb Ghulám Qádir Khán, Khákwáni, Rais of Multán, levelled it to the ground and built a more spacious one on its site on recommendation of the late Khwája Alla Bakhsh of Taunsa, at a cost of Rs. 20,000. Large *jágírs* granted by the State are enjoyed by the *sajjáda-nashín* and his collaterals.

# پچشتیاں میں قبلۂ عالمؒ کا روضہ

خواجہ نور محمدؒ المشہور بہ قبلۂ عالمؒ پنوار راجپوتوں کی کھرل شاخ سے تھے۔ ریاست بہاولپور میں اسلام کے زوال کے وقت آپ کا ظہور ہوا۔ علاقہ شہر فرید کے موضع چوٹالہ میں آپ ۱۴ رمضان ۱۱۴۲ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین جو زیادہ صاحب حیثیت نہ تھے، نے آپ کا نام بہبل رکھا۔ بہاراں منتقل ہونے کے بعد انہوں نے آپ کو حافظ محمد مسعود کے پاس قرآن حکیم پڑھنے کے لئے بھیجا، جو آپ نے حفظ بھی کر لیا۔ مزید تعلیم کے لئے پہلے آپ پاکپتن تحصیل میں ببلانہ، پھر ڈیرہ غازیخاں اور لاہور سے ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔ جہاں سولہ سال تک محبّ النبی مولانا فخرالدینؒ کی خدمت میں رہ کر آپ نے ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل کے بعد اجازت و خلافت پائی۔ آپ کے پیر و مرشد مولانا فخرؒ نے آپ کا نام نور محمد رکھا۔ قبلۂ عالمؒ کے بارے میں مولانا صاحبؒ کا یہ قول "مناقب المحبوبین" میں درج ہے:-

تن مٹکے من چھیرنا سُرت ملوڑن ہار!
مکھن لے گیا پنجابی چھاچھ پیو سنسار

دہلی کے ایک معزول وزیر نظام الملک نواب غازی الدین خاں نے اسے فارسی میں یوں بیان کیا ہے ؎

سالہا ماند در حریم حضور!
گشت مانند اسم خود ہمہ نور
شیخ در حق او چنیں فرمود
کایں زما ہر چہ بودہ است ربود

آپ سے لاتعداد کرامتیں منسوب ہیں۔ اکثر ایک ہی نظر میں آپ گم کردہ

راہ اور سیاہ دلوں کی نہ صرف طہارت فرماتے بلکہ انہیں منور بھی فرماتے۔ آپ اپنے وجودِ ظلّی کو ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر بھیجنے پر قادر تھے۔ مثلاً ایک دفعہ آپ نے مہاراں ہی میں رہتے ہوئے اپنے ایک مرید کو جو بحری جہاز کے ذریعہ مکّہ اور مدینہ شریف کی زیارات کے لئے جا رہا تھا، ڈوبنے سے بچایا۔ ایک اور مرید سے آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا وعدہ فرما رکھا تھا لیکن جب خود آپؒ کا وصال اس مرید سے پہلے ہو گیا تو آپ کے بہت سے پیروکار آپ سے بدظن ہونے لگے۔ لیکن ہوائیوں کر وقت آنے پر قبلۂ عالمؒ تشریف لائے اور اس کی نمازِ جنازہ کی امامت بھی فرمائی۔

خواجہ نور محمد نارووالہؒ جنہیں نور محمد ثانی بھی کہا جاتا ہے، کوٹ مٹھن کے قاضی محمد عاقلؒ، ملتان کے حافظ محمد جمالؒ اور سنگھڑ کے خواجہ محمد سلیمانؒ آپ کے ایسے جید خلفاء اور جانشین ہیں جن سے پنجاب اور سندھ کے مسلمانوں نے بھرپور استفادہ کیا۔ پہلے خلیفہ کی گدی حاجی پور میں ہے، دوسرے کی چاچڑاں میں، تیسرے کی ملتان میں، اور چوتھے کی گدی سنگھڑ یعنی تونسہ میں واقع ہے۔ بہاولپور کے فرمانروا نواب محمد بہادل خاں پنجم کے پیر و مرشد تونسہ ہی کے سجادہ نشین خواجہ محمد موسیٰؒ ہیں۔ ان چاروں خلفاء کے خلفاء دیگر ممالک تک پھیلے ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی بہاولپور، پنجاب اور سندھ میں ذیلی گدیاں بھی ہیں۔ علاوہ ازیں قبلۂ عالمؒ کے اور بھی بہت سے خلفاء ہیں مگر یہاں صرف ان کے ناموں پر اکتفا کیا جائے گا جن کی اولاد نے پیری مریدی کے سلسلہ کو باقاعدہ جاری رکھا :-

۱۔ خیر پور شرقیہ تحصیل کے جیلہ واہن میں مقیم حافظ غلام حسن بھٹیؒ۔
۲۔ چشتیاں ہی کے محمد بخش چشتیؒ۔
۳۔ ضلع حصار کے موضع رانیاں کے محمد اکبرؒ۔
۴۔ سیت پور کے مخدوم سید محمودؒ۔

۵۔ اُچ شریف کے سجّادہ نشین مخدوم سید نوبہارؒ جنہوں نے قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں جلالوالی کی جاگیر نذر کی تھی۔

۶۔ شہر سُلطان کے مخدوم محبّ جہانیاں بخاریؒ۔

الغرض اس ریاست، پنجاب کے ساہیوال، مُلتان، ڈیرہ غازیخاں اور دیگر ضلعوں اور بلوچستان اور سندھ کے مُسلمان قبلۂ عالمؒ سے منسلک ہیں۔ آپ کو بیالیس (۴۲) سال کی عمر میں خلافت ملی۔ اکیس (۲۱) سال تک تبلیغ کرنے کے بعد ترسٹھ (۶۳) برس کی عمر میں، پیر کے روز تین ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ تاریخِ وصال مصرع ذیل میں ہے ؎

حیف وا ویلا جہاں بے نُور گشت

آپ کی وصیّت کے مطابق چشتیاں میں آپ کو اُس جگہ دفن کیا گیا جس کے بارے میں آپ کہا کرتے تھے "ازیں زمین بوئے دلہا می آید" اور یہی وُہ خطۂ زمین ہے جس کے بارے میں بابا نانک نے بھی پیشنگوئی کی تھی۔

وصال کے آٹھ سال بعد کوٹ مٹھن کے خواجہ محمّد عاقلؒ نے مزار شریف کے اُوپر گنبد اور اس کے بالمقابل ایک چھوٹا سا مجلس خانہ تعمیر کروائے جس کی دیواریں ملتان کے حافظ محمّد جمالؒ نے بنوائیں۔ لینٹل سمیت مزار شریف کا دروازہ اور چھت کے شہتیر چاندی کے بنے ہوئے ہیں جن پر اُٹھنے والی لگ بھگ گیارہ ہزار (۱۱۰۰۰) روپیہ رقم نواب محمّد بہاول خاں سوم نے فراہم کی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ اُن دنوں "ہرباری" مہاراں کے قریب سے گزرا کرتی تھی۔ لہٰذا وہاں مزار شریف کے لئے خشک جگہ میسّر نہ تھی۔ اس لئے آپ کو چشتیاں میں ایک ایسی جگہ دفن کیا گیا جہاں زندگی میں آپ اکثر استراحت فرمایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے جانشینوں نے مل جل کر بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) روپے لاگت سے ایک مجلس خانہ تعمیر کروایا۔ جبکہ زائرین کی سہولت کے لئے نواب سر صادق محمّد خاں چہارم مرحوم نے مزار شریف کے قریب چھبیس ہزار (۲۶۰۰۰) روپے کی خطیر رقم

سے ایک شاندار سرائے تعمیر کروائی۔

مزار شریف کے احاطے کے اندر آپ کے جیّد خلفاء صبغت اللہ لاہوریؒ، قاضی عزیز اللہؒ اور خواجہ غلام حسن بھٹیؒ کے مزارات ہیں۔ جبکہ مزار شریف کے اندر آپ کے تینوں فرزند نور الصمدؒ، نور احمدؒ اور نور حسنؒ بھی دفن ہیں۔ اوّل الذکر کو شہید صاحبؒ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ انہیں قوم مہار کے بیروان اور کھم نے حالت نماز میں، ربیع الاوّل ۱۲۰۶ھ کو نہایت بے دردی سے قتل (شہید) کر دیا تھا۔

سالانہ عرس کا انعقاد مزار شریف پہ باقاعدگی سے ہوتا ہے جس کا زیادہ تر خرچ سجادہ نشین میاں محمد یوسف صاحبؒ برداشت کرتے ہیں جبکہ کچھ حصہ اہلِ خاندان کے دیگر افراد بھی ڈالتے ہیں۔ کل آمدن کا ایک تہائی میاں فضل حق کو ملتا ہے، جو قبلۂ عالمؒ کے تیسرے فرزند نور حسنؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ انہیں سجادہ نشین منگھیروی اور میاں محمد یوسف صاحبؒ کو سجادہ نشین مہاروی کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ باقی دو حصے دوسرے دو بیٹوں کی اولاد میں تقسیم ہوتے ہیں مزار شریف کی دیکھ بھال اور نذرانوں کی وصول کے لئے مجاور تعینات کئے جاتے ہیں اور ان کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے۔

نواب صادق محمد خاں دوم نے مزار شریف کے احاطہ کے اندر ایک مسجد بنوائی تھی جس میں نواب سر صادق محمد خاں چہارم نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا، جو آج بھی جاری ہے۔ پہلے اس کے تمام اخراجات مرحوم نواب صاحب کے خزانے سے ہی ادا کئے جاتے تھے لیکن ۱۸۹۹ء والی کرنل "گرے" کی تعلیمی اصلاحات کے بعد اسے بھی ریاست کے محکمۂ تعلیم کے بجٹ میں ضم کر دیا گیا۔ چونکہ یہ مسجد زیادہ وسیع نہ تھی اس لئے نواب غلام قادر خاں خاکوانی کے بیٹے نواب احمد یار خاں نے خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کی ایما پہ اسے شہید کر واکے، بتیس ہزار روپے کی لاگت سے اس کی جگہ ایک زیادہ کشادہ مسجد تعمیر کروائی۔

سجادہ نشین صاحب اور ان کے لواحقین ریاست سے ملنے والی وسیع جاگیروں سے بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

[بہاول پور گزٹیئر
شائع کردہ حکومت پنجاب ۱۹۰۴ء]

---

# تحفۃ الابرار

کلیات جدولیہ فی احوال اولیاء اللہ

جدول ثانی فی البیان حضرات خانوادہ چشت اہل بہشت رضی اللہ عنہم

تالیف ــــــ مرزا آفتاب بیگ عرف محمد نواب مرزا بیگ

زبان ــــــ اردو

سنِ تالیف ــــــ ۱۳۳۲ھ

سنِ طباعت ــــــ ۱۳۳۴ھ

صفحات ــــــ ۲۰۰

مطبع ــــــ مطبع رضوی دہلی

اس تالیف میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے حالات صفحہ ۱۱۴ سے ۱۱۷ تک موجود ہے۔ صفحہ ۱۱۵ پر حضرتِ مؤلف نے تحریر کیا ہے کہ

"وہ نعمت جو کہ سینہ بہ سینہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے لے کر ایک دوسرے کو حضراتِ چشت میں پہنچتی رہی تھی، وہ حضرت میاں صاحب قبلۂ عالمؒ کو حضرت مولانا فخر صاحبؒ سے حاصل ہوئی۔ جس کو آپ کے سلسلہ میں خلافت ملتی ہے۔ اس کو ضرور فتوحاتِ ظاہری و باطنی حاصل ہوتے ہیں اور دِل غنی ہو جاتا ہے۔"

# شعاعِ نورؒ

یعنی

## سوانح عمری حضرت خواجہ نور محمد صاحبؒ کھرلؒ
## قبلۂ عالم مہاروی علیہ الرحمۃ

تصنیف : ـــــ محمد حفیظ الرحمٰن بہاول پور

سالِ اشاعت : ـــــ ۱۳۴۷ھ (۱۹۲۸ء)

طباعت : ـــــ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

صفحات : ـــــ ۸۶

مصنف و مرتب دیباچہ میں لکھتے ہیں :

"حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی علیہ الرحمۃ کے حالاتِ زندگی کو محفوظ رکھنے کے لئے میں نے یہ کوشش کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے قلم کے یہ ترشحات اس لئے بھی بہت دیر تک قائم رہیں گے کہ وہ ایک خدا رسیدہ عارف باللہ مجاہد اور مرتاض بزرگ کے حالات اور اُن کی تعلیمات پر مشتمل ہیں خواجہ صاحبؒ کی اعلیٰ اور قابلِ قدر زندگی اور متبرک سوانح ہر اس شخص کے لئے جو دنیا میں راہِ حقیقت اور مسالکِ معرفت کا طالب ہے، رہنمائی کا کام کر سکتی ہے"۔ اس کتاب کے چھیاسی صفحات ہیں۔ تین ابواب ہیں۔ پہلے باب میں حالاتِ زندگی ہیں۔ دوسرے باب میں عادات و فضائل اور ارشادات ہیں۔ نیز سلسلہ چشتیہ و خلفاء کا تذکرہ ہے۔ تیسرے باب میں روحانی کمالات و کرامات کے اہم واقعات ہیں۔ ابتداء میں شجرۂ نسب اور خانقاہ مبارک کا دستی نقشہ ہے۔

# نظامی بنسری

(تمام نامور خواجگانِ چشترضؓ کی زندگی کے حالات)


نام کتاب ـــــــــ نظامی بنسری

مصنف ـــــــــ جانشین محبوب الٰہیؒ، امام المشائخ، شمس العلماءؒ، مصورِ فطرت، حضرت خواجہ سید حسن نظامی دہلویؒ

زبان ـــــــــ اردو

صفحات ـــــــــ ۵۴۴

سالِ تصنیف ـــــــــ ۱۳۶۴ھ

سالِ اشاعت (چوتھی اشاعت) ـــ ۱۴۰۴ھ (۱۹۸۴ء)

ناشر ـــــــــ خواجہ حسن نظامی میموریل سوسائٹی خواجہ ہال۔ بستی درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نئی دہلی۔ بھارت


---

یہ کتاب حضرت خواجہ سید حسن نظامی دہلویؒ کی معروف ترین تصنیف ہے۔ اس میں تمام نامور خواجگانِ چشترضؓ کے حالات زندگی ہیں۔ بہت سے تاریخی واقعات ہیں۔ تصوف کے بے شمار اہم مسائل ہیں اور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کی پوری حیاتِ مبارکہ کا تذکرہ ہے۔

حضرت خواجہ حسن نظامی دہلویؒ نے ۲ ذوالحجہ ۱۳۵۹ھ کو لکھنا شروع کیا تھا۔ کتاب مکمل ہو گئی تو اسے ۱۳۶۴ھ میں پہلی بار شائع کیا۔ یہ چوتھا ایڈیشن ہے۔

اِس میں نظامیہ سلسلے کے مجدّد کے عنوان سے صفحات ۵۰۰ - ۵۰۱ پر حضرت قبلۂ عالم رض کے مختصر مناقب درج ہیں۔ لکھتے ہیں:

"مغل حکومت کے آخری دور میں حضرت مولانا نظام الدّین اورنگ آبادی رح کے فرزند حضرت مولانا فخر الدّین رض اورنگ آباد سے دہلی میں تشریف لائے اور وہ نظامیہ سلسلے کے مجدّد ثابت ہوئے۔ اُن کے زمانے تک نظامیہ سلسلہ تمام ہندوستان میں عالمگیر نہیں ہُوا تھا۔ صرف دکن میں حضرت بندہ نواز سیّد محمّد گیسو دراز رض سے سلسلہ پھیلا تھا اور گجرات میں حضرت شیخ کمال الدّین علاّمہ رض کے ذریعے سلسلے کی اشاعت ہوئی تھی۔

لیکن حضرت مولانا فخر صاحب رض نے دہلی میں بیٹھ کر اس سلسلے کی اشاعت کا بہت بڑا کام کیا۔ حضرت مولانا فخر صاحب رض کی روحانی تعلیم ایسی عجیب و غریب تھی کہ ان کے خلفاء جہاں بھی گئے نظامیہ سلسلے کو چار چاند لگا کر روشن کر دیا۔

چنانچہ پنجاب میں حضرت مولانا نور محمّد صاحب مہاروی رض کو بھیجا جن سے سارا پنجاب منوّر ہو گیا۔ اور آج تونسہ شریف اور چاچڑاں شریف اور سیال شریف اور گولڑہ شریف اور جلال پور شریف وغیرہ خانقاہیں حضرت مولانا نور محمّد صاحب مہاروی رض کے فیض سے روشن ہیں۔"

---

**1. Chishti saints.**—Among the saints of whom there are ample historical records there are certain outstanding figures whose influence upon the religious history of Muslim India has been considerable, especially those belonging to religious orders, such as the Chishti, the Suhrawardi, the Qādirī, the Shaṭṭārī, and the Naqshbandī. Each of these religious orders originated outside India, but enjoyed a considerable vogue in that country: the first was introduced by Khwājah Mu'in al-Dīn Chishti, a native of Sīstān, who migrated to India and reached Dihlī in the year (1193) in which the troops of Muhammad Ghōrī captured that city; later he settled in Ajmēr, where he attracted to himself a large number of disciples; he died at Ajmēr in 1236, and his tomb still attracts thousands of pilgrims. In the same year died another saint of the Chishti order, Khwājah Quṭb al-Dīn Bakhtiyār Kākī, who was born in Farghāna and spent a wandering life visiting holy men in Baghdād and other places; when he came to India, Iltutmish wished to make him *shaikh al-Islām*, but the saint refused this high office: he spent the last years of his life in intimate friendship with Mu'in al-Dīn Chishti, whom he predeceased by a few months; he was buried at Dihlī near the great minaret, the Quṭb Minār, which is called after his name. Among his disciples was Shaikh Farīd al-Dīn Shakarganj, who died in 1265 and was buried at Pākpattan, midway between Multān and Lahore, where his shrine is visited by a large number of devotees and is still in charge of one of the descendants of the saint. He had two famous disciples, each of whom has given his name to a separate branch of the Chishti order, his nephew Shaikh 'Alī Ṣābir († 1291), and Niẓām al-Dīn Awliyā, who was recognized by Farīd al-Dīn as his *khalīfah* ('successor') when he was only twenty years of age; he established a *khānqāh* (convent of dervishes) in the neighbourhood of Dihlī and exercised a great influence over the court and the men of letters who were attracted to the capital; he died in 1325 and his grave has been a place of pilgrimage ever since. One of his disciples, Sayyid Burhān al-Dīn, is one of the most famous saints of the Deccan, and is buried in Rawẓah (in the Ḥaidarābād State), where also is the tomb of his equally famous successor, Zain al-Dīn Dā'ūd († 1370). Niẓām al-Dīn's spiritual successor was Nāsir al-Dīn Maḥmūd († 1356), known as Chirāgh-i-Dihlī ('the lamp of Dihlī'), whose tomb is also visited by many of the faithful. One of his disciples, Muḥammad Gīsūdārāz (i.e. 'with long curls'), migrated to the Deccan, where he and his descendants enjoyed the liberal patronage of the Bahmanī Sultans, and a magnificent tomb was erected in Gulbarga over his remains when he died in 1422; for persons who are unable to undertake the journey to Arabia a pilgrimage to his tomb is said to be attended with the same benefit as performing the pilgrimage to Mecca. The renown of these saints gave a great impulse to the spread of the Chishti order, which in succeeding centuries produced a large number of saints, among whom two are of special importance—Shaikh Salīm Chishti († 1572), in whose house the emperor Jahāngīr was born, an event which prompted his father, Akbar, to build the wonderful city of Fatḥpūr-Sīkrī in the vicinity of the saint's hermitage; and Khwājah Nūr Muḥammad, known as Qibla-i-'Ālam († 1791), whose influence led to a wide extension of the Chishti order in the Panjāb and Sindh.


Encyclopædia of Religion and Ethics

EDITED BY

JAMES HASTINGS

WITH THE ASSISTANCE OF

JOHN A. SELBIE, M.A., D.D.

[illegible]

AND

LOUIS H. GRAY, M.A., PH.D.

[illegible]

VOLUME XI

SACRIFICE–SUDRA

EDINBURGH: T. & T. CLARK, 38 GEORGE STREET

NEW YORK: CHARLES SCRIBNER'S SONS, 597 FIFTH AVENUE


خط کشیدہ سطروں کا اردو ترجمہ :

سلسلہ چشتیہ کی وسعت کا سہرا دراصل ان اولیاء اللہ کی شہرت کا مرہونِ منت ہے جن کی بدولت آنے والی صدیوں میں بہت سے ولی اللہ دیکھنے میں آئے۔ ان ہی میں سے دو خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔

پہلے شیخ سلیم چشتیؒ (م ۱۵۷۲ء) ہیں، جن کے ہاں جہانگیر بادشاہ کی پیدائش ہوئی اور اسی واقعے نے ان کے والد شہنشاہ اکبر کو شیخ کی خانقاہ کے قریب فتح پور سیکری جیسا عظیم الشان شہر تعمیر کرنے پر اکسایا۔

دوسرے خواجہ نور محمدؒ ہیں جو قبلۂ عالم (م ۱۷۹۱ء) کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی کوششوں سے سلسلۂ چشتیہ پنجاب اور سندھ میں متعارف ہوا۔

ČISHTIYYA, one of the most popular and influential mystic orders of India. It derives its name from Čisht, a village near Harat (marked as Khwādja Čisht on some maps), where the real founder of the order, Khwādja Abū Isḥāḳ of Syria (Mīr Khurd, *Siyar al-Awliyā'*, Delhi 1302, 39-40; Djāmī, *Nafaḥāt al-Uns*, Nawal Kishore 1915, 296) settled at the instance of his spiritual mentor, Khwādja Mamshād ʿUlw of Dinawar (a place in Ḳuhistān, between Hamadān and Baghdād). The *silsila* is traced back to the Prophet as follows: Abū Isḥāḳ, Mamshād ʿUlw Dinawarī, Amīn al-Dīn Abū Hubayrat al-Baṣrī, Sadīd al-Dīn Huẓayfat al-Marʿashī, Ibrāhīm Adham al-Balkhī, Abu 'l-Fayḍ Fuḍayl b. ʿIyāḍ, Abu 'l-Faḍl ʿAbd al-Wāḥid b. Zayd, Ḥasan al-Baṣrī, ʿAlī b. Abī Ṭālib, the Prophet Muḥammad. Shāh Walī Allāh (d. 1763) has doubted the validity of the tradition which makes Ḥasan al-Baṣrī a spiritual successor of ʿAlī (*Al-Intibāh fī Salāsil-i Awliyā' Allāh*, Delhi 1311, 18), but his views have been criticised by Shāh Fakhr al-Dīn Dihlawī (d. 1784) in his *Fakhr al-Ḥasan* (commentary on this, by Mawlānā Aḥsan al-Zamān, *Al-Ḳawl al-Mustaḥsin fī Fakhr al-Ḥasan*, Ḥaydarābād 1312). The pre-Indian history of the Čishtī order cannot be reconstructed on the basis of any authentic historical data. Khwādja Muʿīn al-Dīn Sidjzī Čishtī [see preceding article] brought the *silsila* to India in the 12th century and established a Čishtī mystic centre at Adjmēr, whence the order spread far and wide in India and became a force in the spiritual life of the Indian Muslims. Khwādja Muʿīn al-Dīn was connected with the founder of the *silsila* by the following chain of spiritual ancestors: Muʿīn al-Dīn Ḥasan, ʿUthmān Harvanī, Ḥādjī Sharīf Zindānī, Mawdūd Čishtī, Abī Yūsuf, Abī Muḥammad b. Aḥmad, Abī Aḥmad b. Farasnafa, Abū Isḥāḳ. (The earliest lists of the great Čishtī saints in the order of their spiritual succession are given in *Futūḥ al-Salāṭīn*, Madras, 7-8; *Khayr al-Madjālis*, Aligarh, 7-8; *Siyar al-Awliyā'*, Delhi, 32-45; *Aḥsan al-Aḳwāl*, MS personal collection).

THE ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM

NEW EDITION

EDITED BY

B. LEWIS, CH. PELLAT AND J. SCHACHT

ASSISTED BY J. BURTON PAGE, C. DUMONT AND V. L. MÉNAGE AS EDITORIAL SECRETARIES

VOLUME II

C—G



LEIDEN E. J. BRILL

LONDON LUZAC & CO.

1965



The Niẓāmiyya branch of the Čishtiyya *silsila* was revitalised by Shāh Kalīm Allāh Djahānābādī. He belonged to that famous family of architects which had built the Tādj Maḥall of Agra and the Djāmiʿ Masdjid of Dihlī, but he dedicated himself to spiritual work and infused new life into the almost defunct Čishtī organization. After Shaykh Naṣīr al-Dīn Čirāgh, he was the greatest Čishtī saint who revived the old traditions and strove to build up a central organization of the *silsila*. His disciples spread in the distant south also. His chief *khalīfa*, Shaykh Niẓām al-Dīn, worked in Awrangābād. The latter's son, Shāh Fakhr al-Dīn, came to Dihlī and set up a mystic centre there. It was through his two *khalīfas*, Shāh Nūr Muḥammad of Mahārān and Shāh Niyāz Aḥmad of Bareilly, that the *silsila* spread in the Pandjāb, N.W. Frontier, and U.P. Shāh Nūr Muḥammad's disciples set up *khānaḳāhs* at the following places in the Pandjāb: Taunsa, Čačrān, Kōṭ Mithan, Aḥmadpur, Multān, Siyāl, Gulra, and Djalālpur. Shāh Niyāz Aḥmad worked mainly in Dihlī and U.P.



*Bibliography*: Besides works cited in the article, see: ʿAbd al-Ḥaḳḳ Muḥaddith, *Akhbār al-Akhyār*, Delhi 1309; Ghulām Sarwar, *Khazīnat al-Aṣfiyā'*, Lucknow 1873; Mushtāḳ Aḥmad, *Anwār al-ʿĀshiḳīn*, Ḥaydarābād 1332. ʿĀshiḳ Ilāhī, *Tadhkirat al-Khalīl* (Meerut); Sayyid ʿAbd al-Ḥayy, *Nuzhat al-Khawāṭir*, Ḥaydarābād; Ashraf ʿAlī Thanawī, *Al-Sunnat al-Djiliyya fi 'l-Čishtiyya al-ʿUliyya*, Delhi 1351; Muḥ. Ḥabīb: *Shaykh Naṣīr al-Dīn Čirāgh as a Great Historical Personality*, in *Islamic Culture*, April 1946; idem, *Čishtī Mystic Records of the Sultanate Period*, in *Medieval India Quarterly*, Vol. I, no. 2; K. A. Niẓāmī; *Ta'rīkh-i Mashā'ikh-i Čisht*, Delhi 1953; idem, *The Life and Times of Shaykh Farīd al-Dīn Gandj-i Shakar*, Aligarh 1955; idem, *Early Indo-Muslim Mystics and Their Attitude towards the State*, in *Islamic Culture*, October 1948-January 1950.

(K. A. NIZAMI)

صفحہ نمبر ۵۵ سے لئے گئے پیرا کا اُردو ترجمہ:

سلسلۂ چشتیہ کی نظامیہ شاخ کی نشاۃ ثانی کا سہرا شاہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ کے سر ہے۔ جن کا تعلق معماروں کے اس مشہور گھرانے سے ہے جس نے تاج محل آگرہ اور جامع مسجد دہلی جیسی عمارات تعمیر کیں لیکن آپ نے اپنے آپ کو روحانیت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ یوں تقریباً معدوم چشتی تنظیم میں نئی روح پھونکنے کا کام شیخ نصیر الدین چراغؒ کے بعد آپ ہی نے سرانجام دیا۔ آپ نے پرانی روایات پھر سے زندہ کیں اور سلسلہ کا مرکزی نظام دوبارہ استوار کیا۔ آپ کے خلفاء ایک بار پھر جنوب تک گئے اور آپ کے خلیفہ شیخ نظام الدین نے اورنگ آباد کو اپنا مسکن بنایا۔ موخر الذکر کے بیٹے شاہ فخر الدینؒ نے دہلی میں خانقاہ تعمیر کی اور آپ کے دو خلفاء، مہاراں کے شاہ نور محمدؒ اور بریلی کے شاہ نیاز احمدؒ کے ذریعے سلسلہ پھر پنجاب اور صوبہ سرحد (پاکستان) اور اُتر پردیش (بھارت) تک جا پہنچا۔ شاہ نور محمدؒ کے خلفاء نے پنجاب میں تونسہ، چاچڑاں، کوٹ مٹھن، احمد پور، ملتان، سیال، گڑھ اور جلال پور میں ذیل خانقاہیں تعمیر کیں جبکہ شاہ نیاز احمدؒ زیادہ تر دہلی اور اتر پردیش میں سرگرم عمل رہے۔

**ČISHTĪYA,** Indian Order or Caste of faķīrs, founded according to some by one Abū Isḥāķ, descended in the ninth generation from ʿAlī, who migrating from Asia Minor, settled at Čisht, a village of Khurāsān, or, in another account, settled in Syria and was buried at Acre; according to others by Banda Nawāz, who is buried at Kalbarga; according to others by Khʷādjā Aḥmad Abdāl of Čisht (d. 355/965—6) brought to India by Muʿīn al-Dīn Čishtī [q.v.]. His *khalīfa* was Khʷādjā Ķuṭb al-Dīn Bakhtiyār Kākī (d. 633/1235—6), buried near the Ķuṭb Manār in Dehli, and his *khalīfa* Bābā Farīd Shakargandj (d. 668/1268—9), whose shrine is at Pak Pattan in Montgomery (Pandjāb). "The descendants of his relations and children, whether carnal or spiritual, have developed into a caste which is found in the lower Satluj and chiefly in the Montgomery district" (Ibbetson, *Panjab Castes*, 1916, p. 224).

Bābā Farīd had two disciples, ʿAlī Aḥmad Ṣābir, whose shrine is at Piran Kaliar near Rurki, and whose followers are known as Ṣābir Čishtī; the other Niẓām al-Dīn Awliyāʾ (636—725/1238—1324), whose followers are called Niẓāmī. His tomb at Dehli is described in the Urdu work *Āthār Dehli* (Dehli 1911).

The ancestors of the Montgomery Čishtīs are supposed to have come from Kābul to Lahore in the thirteenth century, and then to have moved to Montgomery; they were till lately nomad and claimed Ķurashī origin. They intermarry with Radjput women. Ibbetson quotes a saying (of which he does not know the origin); "you can tell a Čishtī by his squint eye".

**Practices of the Order.** They lay special stress on the words *illa ʾllāh*, use vocal music in their religious services, and wear coloured clothes, dyed with ochre or the bark of the acacia tree. The *murīd* (neophyte) after a prayer of two *rakʿas* is given certain instructions, e.g. that he should observe the sense of the word *faķir, fāķa* (poverty), *ķanāʿa* (content), *yād Allāh* (mention of Allāh), *riyāḍa* (austerity). Presently some *ism* (divine name) is disclosed to him, and he is told to go to a shrine and there fast forty days, called *čilla kashī*; finally the spiritual pedigree of the order is communicated to him; after this he should see visions.

Drugs such as *bang*, *čaras*, tobacco, and liquors are strictly forbidden.

**History of the Order.** According to Crooke (iv. 302; see below), it produced a personage of importance and fresh founder in the Shaikh Salīm, by whose intercession a son of the same name was born to the emperor Akbar; but the *Akbar nāma* (transl. Beveridge, ii. 502), which dilates on this event, does not call this Shaikh Čishtī, nor does its author mention him in his list of Čishtī saints (*Āʾīn-i Akbarī*, transl. Jarrett, iii. 361). It at one time displayed great vitality in Bahawalpur (N. Radjputana), where a village Čishtian was founded by descendants of Tādj al-Dīn Čishtī, grandson of Shakar-gandj. After the movement had become moribund it was revived by Khʷādjā Nūr Muḥammad Ķibla-i ʿĀlam, a Punwar Radjput of the Karral tribe. Five suborders are enumerated: Zaidī (named after Khʷādjā ʿAbd al-Aḥad b. Zaid), Iyāḍī (after Khʷādjā Fuḍail b. Iyāḍ), Adhamī (after Ibrāhīm b. Adham), Hubairī and Čishtī (simply).

SHORTER ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM

EDITED ON BEHALF OF THE ROYAL NETHERLANDS ACADEMY

BY

H. A. R. GIBB AND J. H. KRAMERS



LEIDEN
E. J. BRILL
1953

خط کشیدہ سطروں کا اُردو ترجمہ :

ایک وقت تھا جب راجپوتانہ کے شمال میں واقع بہاولپور کے علاقہ میں چشتی
سلسلہ کا خوب زور تھا۔ جہاں حضرت گنج شکرؒ کے پوتے تاج الدین چشتیؒ نے چشتیاں
نامی قصبے کی داغ بیل ڈالی۔ لیکن جب یہ تحریک نیم جان ہو گئی تو پنوار راجپوتوں کے جس
کھرل نے اس میں زندگی کی نئی روح پھونکی اس کا نام نامی قبلۂ عالم خواجہ نور محمدؒ ہے۔

# تذکرۂ صوفیائے پنجاب


تالیف ـــــ اعجاز الحق قدوسی

زبان ـــــ اردو

صفحات ـــــ ۷۰۹

ناشر ـــــ سلمان اکیڈیمی کراچی

سنِ طباعت ـــــ ۱۹۶۲ء

مطبع ـــــ ایجوکیشنل پریس کراچی


اس کتاب میں ترانوے (۹۳) صوفیائے پنجاب کا تذکرہ ہے۔ سب سے پہلا نام شیخ صفی الدین گازرونیؒ کا ہے اور آخری سید یعقوب دیوان زنجانیؒ کا ہے۔ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کا صفحہ ۶۷۶ سے صفحہ ۶۹۷ تک ہے۔ لکھتے ہیں کہ

"مہار شریف میں تشریف لانے کے بعد حضرت خواجہ نور محمدؒ نے ارشاد و ہدایت کی وہ شمع روشن کی کہ تمام پنجاب اس کی روشنی سے جگمگا اٹھا اور دور دور سے طالبانِ حق آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔"

حاشیہ میں حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ اور شاہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ کے مختصر حالات بھی درج کئے گئے۔

۱۔ حضرت شیخ نور محمد نارووالہ صاحبؒ صفحہ ۷۰۰ سے ۷۰۳ تک

۲۔ حضرت حافظ محمد جمال ملتانیؒ صفحہ ۶۰۰ سے ۶۱۰ تک

۳۔ حضرت خواجہ محمد عاقلؒ (کوٹ مٹھن شریف) صفحہ ۶۱۱ سے صفحہ ۶۲۵ تک

۴۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ صفحہ ۶۲۷ سے صفحہ ۶۶۶ تک
حضرت حافظ محمد جمال ملتانیؒ کے خلیفۂ مجاز و قائم مقام حضرت خواجہ
خُدا بخش کا تذکرہ بھی صفحات ۲۵۶ - ۲۵۷ - ۲۵۸ پر موجود ہے۔

---

# اشاراتِ فریدیؒ
# مقابیس المجالسؒ

نام کتاب ـــــ مقابیس المجالس

جمع و ترتیب ـــــ مولانا رکن الدینؒ

تحقیق و ترجمہ ـــــ کپتان واحد بخش سیال

صفحات ـــــ ۱۱۱۲

سالِ طباعت ـــــ ۱۳۹۹ھ (۱۹۷۹ء)

ناشرین ـــــ اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور،
صوفی فاؤنڈیشن بہاول پور

طابع ـــــ بختیار پرنٹرز۔ گنج بخش روڈ لاہور

---

پانچ جلدوں میں یہ تالیفِ لطیف حضرت خواجہ غلام فرید چشتیؒ (چاچڑاں شریف) کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے مرید و خلیفہ مولانا رکن الدینؒ نے فارسی میں جمع کیا تھا۔ برسوں بعد اس کا مکمل اردو ترجمہ جناب کپتان واحد بخش صاحب سیال نے کیا ہے، جو سلسلۂ چشتیہ کے صوفیانہ ادب میں گرانقدر اضافہ ہے۔

اِس اردو ترجمہ میں حضرت قبلۂ عالمؒ اور آپ کے خلفائے عظام کے مناقب مختلف مقابیس میں موجود ہیں۔ شریعت و طریقت کے بیشتر اہم مسائل پر قیمتی گفتگو بھی ہے۔ ابتدا میں جناب سیال صاحب نے مقدمہ لکھا ہے اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ اور آپ کے خاندان کے احوال بھی تحریر کئے ہیں۔

حضرت قبلۂ عالمؒ کے مناقب کا ذکر مندرجہ ذیل صفحات میں موجود ہے

۲۶۴ - ۲۸۳ - ۵۵۷ - ۷۵۵ - ۹۹۱

---

# اولیائے بہاول پور

تصنیف : ________ مسعود حسن شہاب

سالِ اشاعت : ________ ۱۹۸۴ء (بارِ دوم)

ناشر : ________ اردو اکیڈیمی بہاول پور

طابع : ________ مکتبہ جدید پریس لاہور

اس کتاب میں ایک سو سے زائد بزرگانِ کرام کے حالات قلمبند کیے گئے ہیں۔ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے حالات و مناقب صفحہ ۱۰۲ سے صفحہ ۱۲۹ تک ہیں۔ آپ کے خلفا میں سے حضرت قاضی محمد عاقلؒ (کوٹ مٹھن شریف) اور ان کے خاندان و خلفاء کے حالات صفحہ ۱۳۱ سے صفحہ ۱۴۸ تک ہیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کے ایک اور خلیفۂ مجاز حضرت حافظ غلام حسن بھٹیؒ (چیلا واہن) کے حالات صفحہ ۱۸۱ سے صفحہ ۱۸۴ تک ہیں۔ مصنّف، کتاب حضرت قبلۂ عالمؒ کے احوال و مناقب کے آغاز میں لکھتے ہیں :

"بہاول پور میں خانوادہ چشتیہ کے فروغ کا باعث حضرت خواجہ بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی اولاد اور اُن کے منتسبین رہے ہیں۔ البتہ بارھویں صدی ہجری میں ایک بار پھر چشتی بزرگوں کی روحانی عظمت کا یہاں غلغلہ بلند ہوا۔

اس دور میں خانوادۂ چشتیہ کے جس بزرگ نے چار سو سالہ پرانی روایات کو از سرِ نو زندہ کیا اور اپنے فیوض و برکات سے نہ صرف اس سرزمین بلکہ پورے پنجاب کو نوازا وہ حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ کی ذاتِ بابرکات تھی۔ حقیقت میں حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ کے بعد اس خطّے کی ولایت آپ کے ہی سپرد تھی۔ اس وقت پنجاب میں (پاکستان میں)

جتنی چشتی خانقاہیں ہیں، ان کے رشتۂ ارادت کی ڈور آپ کے توسط سے ہی اپنے مرکزی سرے تک پہنچتی ہے۔"

---

تذکرہ
# مشائخِ تونسہ شریف

فارسی تصنیف : ــــــ حضرت مولانا خواجہ الٰہی بخشؒ
و
حضرت مولانا خواجہ عبد الحلیمؒ

اردو ترجمہ : ــــــ حضرت صاحبزادہ احمد صاحب چشتی نظامی
و
حضرت مولانا احمد دین صاحب تونسوی

سالِ اشاعت : ــــــ ۱۴۰۶ھ (۱۹۸۵ء)

صفحات : ــــــ ۴۶۴

ناشر : انجمن فخریہ تونسویہ، تونسہ شریف تحصیل و ضلع بہاول نگر

---

یہ کتاب فارسی قلمی نسخہ جات "احوال الشیخ" اور "انوار الاسرار" (اسرار الاولیاء) کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ حافظ عظمت اللہ تونسویؒ اور ان کے خاندان و خلفاء کے حالات و مناقب ہیں۔

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے احوال و مناقب صفحہ ۳۵ سے صفحہ ۴۱ تک مرقوم ہیں۔ کتاب کے دیگر صفحات میں بھی کہیں کہیں حضرت قبلۂ عالمؒ کے بارے میں چند سطور موجود ہیں۔ حالات کے آغاز میں صفحہ ۳۵ پر آپ کا اسمِ گرامی یوں لکھا ہے:

## تذکرہ

قطبِ زماں، قبلۂ عالم و عالیاں، امام العاشقین
مظہرِ فیضانِ فخرِ جہاںؒ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ

# انسائیکلوپیڈیا آف اسلام

(دائرہ معارفِ اسلامیہ)

زیرِ اہتمام ـــــــ دانش گاہِ پنجاب لاہور (پنجاب یونیورسٹی)

مقالہ نگار ـــــــ ڈاکٹر عبدالغنی (مرحوم)

سالِ طباعت ـــــــ ۱۴۰۹ھ (۱۹۸۹ء)

جلد ـــــــ ۲۲

---

مذکورہ بالا جلد کے صفحات ۵۰۷ - ۵۰۸ پر قبلۂ عالم حضرت خواجہ نُور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ پر ایک مختصر مگر بسوط مقالۂ تحقیقی موجود ہے۔ ایسے مقالہ کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ اسے یہاں پُورا درج کر دیا جاتا مگر اس طرح ضابطہ کی خلاف ورزی ہو جاتی۔ البتہ تبرکاً چند سطور درج کی جاتی ہیں:

"خواجہ صاحبؒ اور ان کے مریدوں کے مساعی سے انیسویں صدی عیسوی میں اسلام نے پنجاب میں نئے سرے سے فروغ پایا، لوگوں کا جذبۂ ایمان پختہ ہُوا، شریعت کی پابندی کا اہتمام بڑھا، علمِ دین کی تحصیل کا شوق زیادہ ہُوا اور تصوفِ اسلامی کو فروغ ہُوا جس سے معاشرے میں ایک نئی حیات پرور حرکت پیدا ہو گئی۔"

---

# نقدِ ملفوظات

[تصوفِ اسلامی اور برِّ صغیر کے صوفیائے کرام کے حالات و ملفوظات پر چند تنقیدی و تحقیقی مضامین]


نام کتاب ـــــــ نقدِ ملفوظات

مصنّف ـــــــ پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد فاروقی
شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی،

زبان ـــــــ اردو

صفحات ـــــــ ۲۷۰

سالِ اشاعت ـــــــ ۱۹۸۹ء

ناشر ـــــــ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ
۲ کلب روڈ۔ لاہور

مطبع ـــــــ کمبائن پرنٹرز، لاہور


---

جناب پروفیسر نثار احمد صاحب فاروقی کا سلسلۂ نسب حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ سے ملتا ہے۔ وہ ۱۹۵۰ء سے تصنیف و تالیف میں مشغول ہیں۔ اس وقت تک ان کی بائیس (۲۲) سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ نقدِ ملفوظات ڈاکٹر صاحب موصوف کے چند تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے جس میں انہوں نے برِّصغیر کے صوفیائے کرام بالخصوص مشائخ چشت کے ملفوظات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ نیز تصوفِ اسلامیہ پر بھی اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار کیا ہے جو ہمارے لئے غور و فکر کے قابل ہے۔

نقدِ ملفوظات میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے اہم ترین ملفوظ خلاصۃ الفوائد کا تنقیدی جائزہ بھی صفحہ ۷۵ سے صفحہ ۷۹ تک موجود ہے۔ چنانچہ صاحب نقدِ ملفوظات تحریر فرماتے ہیں :

"حضرت شیخ فخرالدین نظامی محب النبی رحمتہ اللہ علیہ (۲۷ جمادی الآخر ۱۱۹۹ھ) کے زمانے میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ اپنے عروج کو پہنچ گیا تھا۔ اُن کے خلفاء میں حضرت میاں نور محمد مہارویؒ رحمتہ اللہ علیہ نے سلسلہ کی توسیع و تبلیغ پنجاب میں کی۔

میاں نور محمد مہارویؒ کے ملفوظات قاضی محمد عمر حکیم نے خلاصۃ الفوائد کے نام سے جمع کئے تھے۔ چنانچہ خواجہ گل محمد احمد پوریؒ نے تکملۂ سیر الاولیاء میں لکھا ہے :

"قاضی محمد عمر حکیم مرحوم چند ملفوظ آں حضرت آوردہ کہ دل را نظارت (نضارت ؟) ودیدہ را بصارت ازاں حاصل مے شود"

مگر جہاں تک مجھے علم ہے خلاصۃ الفوائد ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے دو قلمی نسخے پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ذخیرۂ محمود شیرانی میں پائے جاتے ہیں"

نقدِ ملفوظات کے ان مذکورہ بالا صفحات میں حضرت قبلۂ عالمؒ کے ارشادات موجود ہیں۔ اُن میں سے چند ارشادات تبرکاً حضور قبلۂ عالمؓ احوال و مناقب کے باب "ارشاداتِ قدسیہ" میں درج کئے گئے ہیں۔

---

# تاجُ العارفین

تصنیف ــــــ پیر محمد اجمل چشتی فاروقی،

زبان ــــــ اردو

صفحات ــــــ ۲۲۴

سالِ اشاعت ــــــ ۱۴۱۱ھ (۱۹۹۱ء)

ناشر ــــــ مرکزِ تعلیمات فریدیہ، فرید منزل

ــــــ چشتیاں شریف، ضلع بہاول نگر

یہ تصنیف حضرت بابا تاج الدین سرور شہیدؒ کے ذکرِ خیر میں اوّلین تصنیف ہے، جسے پیر صاحب موصوف نے کئی سالوں کی تحقیق کے بعد ترتیب دے کر شائع کیا ہے۔

اِس میں قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کا ذکرِ مبارک صفحہ ۱۶۱ سے صفحہ ۱۹۶ تک ہے۔ ابتدا میں یوں خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

"غیاث العاشقین، سند الواصلین، قبلۂ عالم، حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کو سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی ترقی و ترویج میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ انہوں نے احیائے دین و ملت، سلسلۂ چشتیہ کی توسیع و اشاعت اور معاشرہ کی اصلاح و تربیت کے لئے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ تونسہ شریف، کوٹ مٹھن شریف، حاجی پور شریف، سیال شریف، جلال پور شریف، مکھڈ شریف اور گولڑہ شریف کی خانقاہوں کے چراغ آپ کے فیضان و عرفان سے ہی روشن ہوئے ہیں۔ آپ کا

مزار فیض آثار شمعِ خانوادۂ فریدیہ و سراجِ دودۂ بدریہ، حضرت شیخ
بابا تاج الدین سرور شہیدؒ کے قبرستان چشتیاں شریف میں
واقع ہے۔ ؎
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم"

---

# حضور قبلۂ عالمؒ

## کے احوال و مناقب کے بارے میں

### ملفوظات، تالیفات اور تصنیفات

۱۔ تکملۂ سیر الاولیاء

۲۔ مخزنِ چشت

۳۔ خلاصۃ الفوائد

۴۔ خیر الاذکار

۵۔ مناقب المحبوبین

۶۔ گلشنِ ابرار

۷۔ خزینۃ الاصفیاء

۸۔ شجرۃ الانوار

۹۔ قصرِ عارفاں

۱۰۔ شعاعِ نور

۱۱۔ اولیائے بہاولپور

۱۲۔ ذکرِ کرام

۱۳۔ تذکرہ صوفیائے پنجاب

۱۴۔ نافع السالکین

۱۵۔ تذکرۃ المشائخ

۱۶۔ فخر الطالبین

۱۷۔ مناقب [illegible]

۱۸۔ نقدِ ملفوظات
۱۹۔ اسرار الکمالیہ
۲۰۔ مناقبِ فریدی
۲۱۔ مثنوی فخریتہ النظام
۲۲۔ رقعاتِ مرشدی
۲۳۔ فوائد فریدی
۲۴۔ انوار العارفین
۲۵۔ انوار المنسوب
۲۶۔ ہفت اقطاب
۲۷۔ مقابیس المجالس
۲۸۔ سُبل السلام
۲۹۔ گنجینۂ حبیبیہ
۳۰۔ تذکرہ اکابر اہلِ سنّت
۳۱۔ مرآۃ السالکین
۳۲۔ خواجۂ خواجگان
۳۳۔ تذکرہ اولیائے چشت
۳۴۔ تذکرہ مشائخ تونسہ شریف
۳۵۔ تاریخِ مشائخ چشت
۳۶۔ حدیقۃ الاولیاء
۳۷۔ صحیفۂ تاریخ
۳۸۔ تذکرہ فخر جہاں دہلویؒ
۳۹۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ اور ان کے خلفاء
۴۰۔ تاج العارفین

۴۱۔۔۔۔ سیارہ ڈائجسٹ، اولیاء کرام نمبر
۴۲۔۔۔۔ دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی
۴۳۔۔۔۔ بہاول پور گزٹیئر
۴۴۔۔۔۔ شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام
۴۵۔۔۔۔ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس
۴۶۔۔۔۔ شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا
۴۷۔۔۔۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ نیا ایڈیشن
۴۸۔۔۔۔ نظامی بنسری

---

# اختتامیہ

ان کا کہنا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا
یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں۔ آپ فرمائیے اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل لاؤ۔
برعکس اس کے، جس کسی نے اللہ کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دیا
اور وہ مخلص بھی ہو تو اس کے لئے اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔
نہ کوئی خوف ہے انہیں اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

( البقرۃ ۲ : ۱۱۱ تا ۱۱۲)

# آئینۂ ایام ـــــ ماہ و سال

محبوبِ محبّ النبی قبلۂ عالم، قطبِ زماں حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی حیاتِ ظاہری کے ایام ولادتِ مبارک سے یومِ وصال تک جس طرح گزرے ان پر مختصر اور سادہ انداز میں گذشتہ اوراق میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضور قبلۂ عالمؒ کے بارے میں تمام ملفوظات، تالیفات اور تصنیفات میں بعض تاریخوں پر اتفاق ہے مگر بعض تاریخوں پر اختلاف ہے۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ کے اہم واقعات مہ و سال کے آئینہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔

## تاریخِ ولادت:

تکملۂ سیر الاولیاء، خلاصۃ الفوائد، مخزنِ چشت اور گلشنِ ابرار بنیادی، مستند اور اہم ملفوظات ہیں۔ ان سب میں آپ کی تاریخِ ولادت ایک ہی دی گئی ہے۔ کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۱) تاریخِ ولادت ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ

(مطابق ۲ اپریل ۱۷۳۰ء)

## حصولِ تعلیم:

پانچ سال (چار سال چار ماہ) کی عمر میں تعلیم کا آغاز حفظِ قرآن پاک سے کیا۔ سب سے پہلے استادِ محترم حافظ محمد مسعود مہاری تھے، جو اس زمانہ کے صالح اور متقی علماء و اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ مسجدِ مہاراں[1] آپ کا پہلا مدرسہ تھا۔ تعلیم کا آغاز اس حساب سے ۱۱۴۷ھ سے ہوا۔ اس کے بعد موضع بدھیراں[2] میں چند کتابیں پڑھیں۔ استادِ محترم کا نام نہیں ملتا۔ بعد ازاں پاکپتن شریف کے قریب موضع بلانہ[3] میں کچھ علم حاصل کیا یہاں

آپ کے اُستادِ محترم شیخ احمد کھوکھر تھے(۴)۔ یہاں سے فارغ ہو کر ڈیرہ غازی خان کی طرف چلے گئے اور وہاں شرحِ مُلّا تک پڑھا۔ اُستادِ محترم کا نام نہیں ملتا۔ وہاں سے لاہور تشریف لے گئے(۵) اور بہت مشکلات و مصائب برداشت کر کے مزید علوم حاصل کئے۔ یہاں کن مدارس میں پڑھے یا کن اساتذہ سے تعلیم پائی یا کون سی کتب پڑھیں۔ اس کی تفصیل کسی ملفوظِ مبارک سے دستیاب نہیں ہو سکی۔ لاہور سے آپ تکمیلِ علم کی خاطر دہلی(۶) کی طرف روانہ ہو گئے۔

## ② تعلیم کے مقامات:۔

۱۔ قصبہ مہاراں

۲۔ موضع بڈھیراں

۳۔ موضع ببلانہ

۴۔ مضافاتِ ڈیرہ غازی خان

۵۔ لاہور

۶۔ دہلی

دہلی شریف میں آپ نے نواب غازی الدّین خاں کے مدرسہ میں مزید تعلیم کا آغاز کیا۔ یہاں پہلے اُستاد حافظ میاں برخوردار جی تھے اور دوسرے محبّ النبی حضرت مولانا محمد فخر الدّین دہلوی رضہ۔

## ③ اساتذۂ کرام:۔

۱۔ حافظ محمد مسعود مہار صاحب

۲۔ شیخ احمد کھوکھر صاحب

۳۔ حافظ میاں برخوردار جی صاحب

۴۔ حضرت مولانا محمد فخر الدّین دہلوی رضہ

حافظ میاں برخوردار جی سے کافیہ تک پڑھا اور پھر قطبی کا درس شروع کیا۔ قطبی کا بقیہ درس حضرت مولانا صاحبؓ سے لیا۔ قطبی تک پڑھا یا حدیث کی سند بھی لی اِس کا ذکر مختلف کتابوں میں موجود ہے۔

**④ شیخ و مرشد:-** حضرت مولانا صاحبؓ نے علومِ ظاہری سے علومِ باطنی کی طرف راہ نمائی کرتے ہوئے فرمایا "اب اُس علم میں مشغول ہو جاؤ جس کے تم لائق ہو۔" چنانچہ آپ نے حضرت مولانا صاحبؓ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور یوں تعلیم علومِ ظاہری کا دور، جس کا آغاز ۱۱۴۷ھ میں پانچ سال کی عمر میں ہوا تھا، ختم ہو گیا۔ آپ نے کس سال تعلیم ختم کی۔ کب بیعت ہوئے۔ کتنا عرصہ اپنے شیخ و مرشد کی خدمتِ اقدس میں گزارا۔ کب پاکپتن شریف حاضری دی۔ اور اجازت سے مشرف ہوتے۔ کب عرصہ دراز کے بعد مہار شریف تشریف لائے۔ کب خلافت ملی۔ کب مہار شریف میں خانقاہ قائم کی۔ کتنا عرصہ فیض رسانی فرمائی۔ اِن سب واقعات کے مہ و سال کے بارے میں کسی نتیجہ پہ پہنچنے سے قبل یہ فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ حضرت مولانا صاحبؓ کب دہلی تشریف لائے۔

## حضرت مولانا صاحبؓ کی دہلی میں تشریف آوری

مناقبِ فخریہ میں ہے کہ "حضرت مولانا صاحبؓ نماز میں تھے کہ آپ کے کان میں یہ آواز آئی ؎ بند بگسل باش آزاد اے پسر (تعلقات چھوڑ کر آزاد ہو جاؤ) اور حضرت خواجہ اجمیریؒ سے دہلی جانے کا حکم مل گیا۔ آپ صرف دو آدمیوں (رشیدی قاسم حبشی غلام اور محمد حیات ملازم) کو ساتھ لے کر پیدل دہلی چل دیئے۔ ۱۱۶۰ھ میں حضرت مولانا صاحبؓ شاہ جہاں آباد دہلی میں تشریف لائے۔ اس کے بعد شاید سال بھر رہے ہوں گے کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی زیارت کے لئے پیدل تشریف لے گئے۔ اِس سفر میں مولانا نور محمدؒ اور ایک غلام کے سوا حضرت

مولانا صاحبؒ کے ساتھ اور کوئی نہ تھا۔"

مثنوی فخریۃ النظام میں ہے کہ حضرت مولانا صاحبؓ جب اورنگ آباد سے روانہ ہوئے تو پہلے اجمیر شریف حاضر ہوئے۔ نواب صاحبؒ لکھتے ہیں:

از دکن رخصت ببست با دو غلام

سوئے اجمیر زد یکایک گام!

دہلی شریف میں ورود کے بارے میں مثنوی مذکورہ میں مرقوم ہے:

بود سالے کہ فرخ و میموں

شصت و دو بر ہزار صد افزوں

۱۱۶۲ھ

دیگر ملفوظات میں مثنوی مذکورہ کے حوالے سے لکھا ہے:

بود سالے کہ فرخ و میموں

شصت و پنج بر ہزار صد افزوں

۱۱۶۵ھ

رقعات مرشدی، مناقب المحبوبین اور تاریخ مشائخ چشت کے مطابق حضرت مولانا صاحبؓ ۱۱۶۵ھ (مطابق ۱۷۵۱ء) میں اورنگ آباد سے ہجرت کر کے دہلی میں قیام کے لئے تشریف لائے۔

(۱) "رقعات مرشدی میں ہے کہ "حضرت مولانا صاحبؓ نے ۱۱۶۵ھ میں دہلی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے روشن اور منور فرمایا۔ نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ اپنی مثنوی میں ارقام فرماتے ہیں ؎

بود سالے کہ فرخ و میموں شصت و پنج و ہزار صد افزوں

فخر دیں با قدوم سعد و سعید دہلی کہنہ را نوا بخشید؟

اس وقت دہلی میں محمد شاہ بادشاہ کا عہد تھا۔"

"اسی سال چھ ماہ کے بعد آپ جناب فرید الملت والدینؒ کی زیارت کے

واسطے پاکپتن شریف روانہ ہوئے۔ یہ سفر حضرتؒ نے پیادہ پا گوارا فرمایا ـــــــ حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ اس سفر میں حضرتؒ کے ہمرکاب تھے ـــــــ یہ زمانہ حضرت دیوان شیخ محمد یوسف سجادہ نشین رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔"

(ب) مناقب المحبوبین میں لکھا ہے کہ "آپ (حضرت قبلۂ عالمؒ) خود فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا صاحبؒ ۱۱۶۵ھ میں ہجرت کر کے دہلی میں قیام کے لیے تشریف لائے۔"

(ج) تاریخ مشائخ چشت میں مرقوم ہے کہ "آپ (حضرت مولانا صاحبؒ) اپنے دو ملازم قاسم اور حیات کے ساتھ اورنگ آباد سے پیادہ پا چل کھڑے ہوئے۔ مناقب فخریہ میں آپ کی روانگی کا سن ۱۱۶۰ھ درج ہے اور مناقب المحبوبین میں ۱۱۶۵ھ لکھا ہے۔"

## ⑤ ورودِ دہلی

ورودِ دہلی:۔ حضرت مولانا صاحبؒ کی دہلی میں تشریف آوری کے مختلف سن درج ذیل ہیں:

۱۔ ۱۱۶۰ھ
۲۔ ۱۱۶۲ھ
۳۔ ۱۱۶۵ھ

اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ جب حضرت مولانا صاحبؒ اور حضرت قبلۂ عالمؒ پاکپتن شریف حاضر ہوئے تو اس وقت حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی درگاہ عالیہ کے سجادہ نشین دیوان شیخ محمد یوسفؒ تھے۔ تاج العارفین میں لکھا ہے کہ دیوان شیخ محمد یوسفؒ کا وصال ۱۰ جمادی الثانی ۱۱۶۵ھ کو ہوا۔ لہٰذا پاکپتن شریف کی حاضری یکم محرم ۱۱۶۵ھ کی ہو سکتی ہے کہ اس وقت دیوان شیخ محمد یوسفؒ موجود تھے۔ اس حساب سے حضرت مولانا صاحبؒ کی دہلی میں تشریف آوری ۱۱۶۵ھ سے قبل کی بنتی ہے۔ تحقیق و عقیدت اور عقل و عشق کا اپنا اپنا

جُداگانہ مقام ہے۔ ورودِ دہلی کے بارے میں اہلِ تحقیق مزید تحقیق فرمائیں۔ اُن کا حق ہے اور اُن کا مقام ہے۔ یہ خاکپائے درویشاں ہرگز ہرگز اِس تحقیق کا اہل نہیں ہے۔

رُقعاتِ مرشدی حضرت مولانا صاحب رضؓ کے مکتوبات کا مجموعہ ہے" جسے حضرت میاں محمد عبدالصمد فخری فریدی سلیمی دہلوی رحؒ نے ترتیب دیا تھا۔ میاں عبدالصمد دہلوی رحؒ حضرت مولانا فخر جہاں دہلوی رحؒ کے پوتے حضرت میاں کالے صاحب دہلوی رحؒ کے نواسے ہیں، حضرت بابا فریدُ الدین گنج شکر رحؒ اور حضرت شیخ سلیم چشتی رحؒ کی اولادِ عالی مقام سے ہیں اور کریم ابنِ کریم حضرتِ ثانی شاہ اللہ بخش تونسوی رحؒ کے خلیفۂ اعظم ہیں۔ یہ تالیفِ لطیف ۱۳۲۵ھ کی ہے، جو حضرت مولانا صاحب رضؓ کے خاندانِ عالیہ کے ایک ایسے فردِ فرید نے لکھی ہے، جن کا حضرت مولانا صاحب رضؓ سے جسمانی رشتہ بھی ہے اور روحانی بھی۔

عقل و عشق اور تحقیق و عقیدت کا اپنا اپنا مقام ہے۔ علم، عقل اور عشق بقول حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رضؓ جب یکجا ہوتے ہیں تو ایک ایسا مثالی فرد بنتا ہے، جس کی تعریف یہ ہے کہ ــــ خُدا بندے سے خود پُوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟ اور یہاں نہ علم نہ عقل نہ عشق۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اِن آسمانِ شریعت و طریقت کے آفتاب و ماہتاب کے قدموں کی خاک بننے کے لئے کوشاں ہوں۔ لہٰذا میرے لئے وُہی تاریخ یعنی ۱۱۶۵ھ ممتاز بھی ہے اور مُستند بھی جو میرے شیخ و مُرشد حضرت میاں محمد عبدالصمد دہلوی رحؒ نے رقعاتِ مرشدی میں تحریر کی ہے۔

کہ میری نگاہ میں اپنے مُرشدِ پاک رحؒ کا مقام کچھ اِس طرح ہے:

شہ عبدُالصمد رحؒ آں قبلۂ من؛
بنامِ پاکِ اُو جانم فداست
نمے دانم کہ در وصفش چہ گویم
کہ نصفش بندہ و نصفش خداست

# بیعتِ ارادت

مناقب فخریہ میں مرقوم ہے کہ "حضرت مولانا صاحبؒ نے کٹڑہ پھلیل میں ایک حویلی کرائے پر لے لی۔ وُہ مکان آپ کے قدموں کی برکت سے رشکِ چمن بن گیا۔ آپ نے وہاں درس دینے کا سلسلہ شروع فرمایا اور بیعت کا سلسلہ بھی جاری کر دیا۔ ہمارے مخدوم، مظہر اللہ الصمد، حضرت نور محمد سلمہ اللہ الاحد اِسی مقام پر بیعت سے مشرف ہوئے"

۱۔ خزینۃ الاصفیاء میں مرقوم ہے:

"صاحب شجرۃ الانوار در احوالِ خواجہ نور محمدؒ مے فرماید کہ وے خلیفۂ اعظم مولانا فخر الدین فخرِ جہاںؒ است و در مبادیِ احوال بعد حفظِ قرآن شریف بہ مقصدِ تحصیلِ علم از ملکِ پنجاب در دہلی تشریف برد۔ بخدمت علمائے دہلی بہ تحصیل علم پرداخت۔ بعد چندے بشرفِ ملازمتِ مولانا فخر الدینؒ مشرف گشت و تکمیل علمِ ظاہری نمودہ بہ سال یک ہزار و یک صد و پنجاہ ہجری بشرفِ بیعت مشرف گردید"

(ا) خزینۃ الاصفیاء اور شجرۃ الانوار کے مطابق بیعت کا سال ۱۱۵۰ھ بنتا ہے۔

۲۔ خلاصۃ الفوائد میں ہے کہ "ایک روز کسی شخص نے قبلۂ عالمؒ کے حضور میں عرض کیا کہ آپ دہلی میں حضرت مولانا صاحبؓ کی خدمت میں کس وقت مشرف ہوئے آپ نے فرمایا:

"جب پہلے پہل مولانا صاحبؓ دہلی میں تشریف فرما ہوئے۔ تقریباً چھ ماہ کا عرصہ ان کے قیام پر گزرا ہوگا۔ دو ماہ رمضان شریف سے قبل حضرت سلطان التارکین کے عرس کے دن میں خدمتِ عالیہ

میں حاضر ہُوا اور شرفِ بیعت حاصل کیا۔"

"حضور (حضرت مولانا صاحبؒ) کے دہلی میں ورودِ مسعود کے وقت پہلے میں ہی بیعت ہوا ہوں۔ اُس وقت حضرت حافظ محمد جمال مُلتانیؒ نے عرض کیا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کی بیعت کئے ہُوئے آپ کو کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ فرمایا پینتیس (۳۵) برس اور یہ سخن قبلۂ عالمؒ سے ۱۱۹۹ھ میں سُنا گیا"

۳۔ مگر گلشنِ ابرار میں لکھا ہے کہ "آپ نے فرمایا تھا کہ چونتیس (۳۴) سال ہوئے ہیں۔

(ب) پہلے حساب سے سالِ بیعت ۱۱۶۴ھ بنتا ہے اور دوسرے حساب سے ۱۱۶۵ھ۔

۴۔ مخزنِ چشت میں حضرت خواجہ امام بخش مہارویؒ نے تحریر کیا ہے کہ:
"(حضرت مولانا صاحبؒ سے) تین ماہ کی مسلسل پڑھائی کے بعد آپ نے عرض کیا کہ حضرت مجھے بیعت کر لیجئے۔ چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار شریف کے قریب بیٹھ کر ۱۱۶۲ھ میں آپ کو اپنے دستِ مبارک پر بیعت فرما لیا"

(ج) مخزنِ چشت کے مطابق سنِ بیعت ۱۱۶۲ھ ہے۔

۵۔ حدیقۃ الاولیاء میں مرقوم ہے کہ "خواجہ نور محمد مہارویؒ ۱۱۶۵ھ میں حضرت شاہ فخر صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔

۶۔ مناقب المحبوبین میں مرقوم ہے کہ آپ (حضرت قبلۂ عالمؒ) خود فرماتے ہیں کہ "حضرت مولانا صاحبؒ ۱۱۶۵ھ میں اورنگ آباد سے ہجرت کر کے دہلی میں قیام کے لئے تشریف لائے تو سب سے پہلے بندہ ہی نے آپ سے بیعت کی"
یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ دہلی میں تشریف آوری کے چھ ماہ بعد حضرت قبلۂ عالمؒ بیعت ہوئے۔ یہ واقعہ مبارک پاکپتن شریف روانہ ہونے سے قبل ماہِ ربیع الآخر میں حضرت

خواجہ نظام الدین اولیاء اللہ محبوبِ الٰہیؒ کے یوم عُرس مُبارک کا ہے۔

۷۔ تاریخ مشائخ چشت میں پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں کہ "شاہ نُور محمدؒ نے ۱۱۶۵ھ میں شاہ فخر صاحبؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ شاہ فخر صاحبؒ کے دہلی تشریف لانے کے بعد وُہ پہلے شخص تھے جس نے اُن سے بیعت کی حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے عُرس کے دِن حضرت قُطب صاحبؒ کے مزارِ مُبارک پر لے جاکر اُن کو مرید کیا"۔

۸۔ تاج العارفین میں مرقوم ہے کہ "محبّ النبی حضرت مولانا فخر جہاںؒ نے محرّم ۱۱۶۵ھ میں پاکپتن شریف کے سجّادہ نشین حضرت دیوان محمّد یُوسفؒ سے ان کی علالت کے دوران ملاقات کی تھی اور ان کی خدمت میں سیب خراسانی نذر کئے تھے۔ اِس مُلاقات کے چار ماہ بعد دس جمادی الاوّل ۱۱۶۵ھ کو حضرت دیوان صاحبؒ کا وصال ہوگیا۔ لہٰذا ایسی معتبر روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ نے ۱۱۶۴ھ میں دہلی سے پاکپتن شریف کا اختیار کیا۔ حضرت خواجہ نُور محمّد مہارویؒ (ماہِ ذیقعدہ) اسی سال یعنی ۱۱۶۴ھ میں ان کی بیعت سے مشرف ہوئے"۔

(د) حدیقۃ الاولیاء، مناقب المحبوبین اور تاریخ مشائخ چشت کے مطابق سنِ بیعت ۱۱۶۵ھ بنتا ہے۔ مگر خلاصۃ الفوائد، گلشنِ ابرار اور تاج العارفین کے مطابق ۱۱۶۴ھ بنتا ہے۔

## بیعت ارادت۔

ان تمام درج شُدہ حوالہ جات کی روشنی میں بیعتِ ارادت کے سنین ۱۱۵۰ھ، ۱۱۶۲ھ، ۱۱۶۴ھ اور ۱۱۶۵ھ بنتے ہیں۔ اِن میں ۱۱۶۴ھ اور ۱۱۶۵ھ زیادہ درست معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ۱۱۶۴ھ زیادہ مستند و معتبر نظر آتا ہے۔ اگر حضرت مولانا صاحبؒ کے دستِ مُبارک پر ۱۱۶۴ھ یا ۱۱۶۵ھ میں بیعت کی تو آپ کے اِن اہم مہ و سال کا نقشہ یُوں پیش کیا جاسکتا ہے:

۱۔ بیعتِ ارادت : ۱۱۶۴ھ یا ۱۱۶۵ھ

۲۔ تاریخ : ۱۷-۱۸ ربیع الثانی ——— یومِ عرسِ مبارک حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رضی اللہ عنہ

۳۔ مقام : دربارِ گہر بار حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ خصوصیت : ۱۔ حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ کے دہلی میں ورودِ مسعود کے بعد سب سے پہلے آپ بیعت ہوئے۔

۲۔ جب حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ ابھی حویلی کٹڑہ پھلیل میں قیام پذیر تھے۔ اُس زمانہ میں آپ بیعت ہوئے۔

۵۔ عمر : بیعت کے وقت کی عمر تقریباً ۲۳ برس تھی۔

۶۔ مدتِ تعلیم ظاہری : تقریباً ۲۰ - ۲۱ برس۔

۷۔ پیر و مرشد کی رفاقت میں پہلی بار پاکپتن شریف کی زیارت و حاضری : ۱۱۶۵ھ میں

۸۔ لوگوں کو بیعت کرنے کی اجازت : ۱۱۶۵ھ میں

۹۔ ہجرت کے بعد مہار شریف میں پہلی بار تشریف آوری : محرم ۱۱۶۵ھ میں، ۱۶ یا ۱۸ سال بعد

۱۰۔ عطائے خرقۂ خلافت اور مہار شریف میں قیامِ خانقاہ : تقریباً ۱۱۸۳ھ میں

۱۱۔ حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدت : تقریباً تیس (۳۰) برس

۱۲ وصال : ۳ ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ (مطابق ۳ اگست ۱۷۹۱ء)

گلشنِ ابرار میں ہے کہ بیس (۲۰) سال کے تھے کہ حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ چونتیس (۳۴) سال تک شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں فیضیاب ہوتے رہے۔ چھ سال پانچ ماہ چھ دن حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد

زندہ رہے۔ تین ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ پنجشنبہ کی رات سورج نکلنے سے ایک گھنٹہ قبل وصال فرمایا۔

صاحب اولیائے بہاولپور نے آپ کی عمر مبارک کے ترسیٹھ (۶۳) سالوں کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا دور حصول تعلیم کا، جس میں بیس (۲۰) سال برس ہوئے دوسرا دور کسب کمالات باطنی کا، جو پنتیس، چھتیس (۳۵ - ۳۶) سالوں پر محیط رہا۔ اس میں اکیس (۲۱) سال وہ بھی شامل ہیں، جو حصول خلافت کے بعد افاضۂ خلق کے سلسلہ میں بسر کئے۔ آخری دور حضرت مولانا صاحبؓ کے وصال (۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ) کے بعد کا ہے، جو کرب، بے چینی، استغراق اور محویت میں گزرا۔

شعاع نور میں لکھا ہے کہ بیس (۲۰) سال کی عمر میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ بیس (۲۰) برس تک کتابی تعلیم حاصل کی۔ چونتیس برس (۳۴) تک شیخ کی خدمت میں کمالات باطنی حاصل کئے، اکتالیس (۴۱) برس کی عمر میں خرقۂ خلافت حاصل کر کے اکیس (۲۱) سال تک ہدایت خلق میں مصروف عمل رہے۔

بہاولپور سٹیٹ گزیٹیر ۱۹۰۴ء میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کو بیالیس (۴۲) سال کی عمر میں خلافت ملی۔ اکیس (۲۱) سال تک تبلیغ کرنے کے بعد ترسیٹھ (۶۳) برس کی عمر میں پیر کے روز (۳) ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ کو وصال ہوا۔

آپ کا وصال ترسیٹھ برس (۶۳) کی عمر میں ۳ ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ کو ہوا۔ آپ کا مادۂ تاریخ وصال یہ ہے:

حیف واویلا جہاں بے نور گشت

آپ کی مہر مبارک میں یہ لکھا ہوا تھا:

ز نور محمد جہاں روشن است

۷۸۶

# قطعہ و مادہ ہائے تاریخ وفات

## حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد چشتی مہاروی قدس سرہ

ولادت :- ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ مطابق ۲ اپریل ۱۷۳۰ء شب سوموار

وفات :- ۳ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ مطابق ۳ اگست ۱۷۹۱ء

بروز بدھ (شب خمیس میں سے ایک ساعت باقی تھی)۔

(مدفون در مہاراں شریف چشتیاں منڈی۔ ضلع بہاولنگر)

"قبلۂ خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ"

۱۷۹۱ء

"عارف نہاں خواجۂ عالم"

۱۲۰۵ھ

"ولیٔ ولائیت نور محمد نور حق"

۱۲۰۵ھ

"قدوۃ السالکین ولیٔ ولائیت"

۱۲۰۵ھ

"تنا ہیاز طریقت قطب جہاں"

۱۲۰۵ھ

"پیر ارباب طریقت آپ ہیں"

۱۲۰۵ھ

قطب ولایت عارف رہنما

۱۲۰۵ھ

سالار حقیقت امام الاصفیاء"

۱۲۰۵ھ

سیّد عارفاں قطب حقیقت

۱۲۰۵ھ

"غوث عالم ولیٔ زماں"

۱۷۹۱ء

"پیر کامل سیّد اہل طریقت زندہ باد"

۱۲۰۵ھ

## قطعہ

رشد و ہدایت پائے زمانہ
"قلب و نظر کی روشن دنیا

پیر طریقت نور محمدؐ
شمع ولایت نور محمدؐ"

۱۲۰۵ھ

[illegible]

# اظہارِ تشکر

پروفیسر ڈاکٹر عبد المجید چشتی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک دفعہ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے جان نثاروں سے پوچھا کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے مالک کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ پاکیزہ تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا، سونے چاندی کے خرچ کرنے سے بھی افضل، اور اس بات سے بھی بہتر ہو کہ تم اپنے دشمن سے مقابلہ کرو، پھر تم ان کی گردنیں کاٹو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں۔ عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ضرور بتایئے۔ تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"ایسا عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔"

کسی نے کیا خوب کہا تھا کہ جب کبھی ربِّ کریم مجھے یاد فرماتے ہیں تو مجھے اس بات کا پتہ چل جاتا ہے۔ پوچھا وہ کیسے؟ جواب دیا ارشادِ ربانی ہے "فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ" ۲/۱۵۲ جب تم مجھے یاد کرتے ہو تو میں تمہیں یاد کرتا ہوں۔ اس لئے میرا انہیں یاد کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ذاتِ باری مجھ عاجز و مسکین کی طرف متوجہ ہیں۔ ایک حدیثِ قدسی میں درج وضاحت کا مفہوم بھی ملاحظہ ہو۔ جب تم مجھے اکیلے یاد کرتے ہو تو میں بھی تمہیں اکیلا یاد کرتا ہوں اور جب تم مجھے باہم مل کر اکٹھے یاد کرتے ہو تو میں تمہیں ان سے بہتر کی معیت میں یاد کرتا ہوں۔ شائد اسی لئے کہا گیا ہے۔

| | |
|---|---|
| یادِ او سرمایۂ ایماں بود | ہر گدا از یادِ او سلطاں بود |
| بس بزرگی ہاست اندر یادِ او | یادِ او کن یادِ او کن یادِ او |

کائنات کا ایک ایک ذرہ ہمہ وقت اپنے خالق و مالک کی نظرِ کرم کا محتاج ہے۔ لیکن ایک بندۂ ناچیز کو اپنی یاد کی توفیق بخشنا ایسا کرمِ خاص ہے جس کی بدولت تمام آقاؤں کے آقا اپنے ادنیٰ ترین غلام کی طرف نظرِ التفات فرماتے ہیں۔ کیا شانِ کریمی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی اس سُنّت کا اطلاق رب العزت کے دوستوں پر بھی ہوتا ہے؟

بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر تھا تو اُنہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہے تو اس پر اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے اور حیرت اور دہشت کی سرائے میں اسے جگہ دیتا ہے جو اس کی عظمت و جلال کا محل ہے۔ یوں وہ حق تعالیٰ کی حفاظت اور حمایت میں آجاتا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ محبت اور ذکر کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انسان جس کسی سے محبت کرتا ہے اس کی تعریف کرتا کبھی نہیں تھکتا۔ محبت ایک ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے کہ جس سے طاعت اور اتباع نہ صرف سہل بلکہ خوشگوار بھی بن جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ فَاتَّبِعُونِي یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع بالآخر "يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" ۳:۳۱ کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچا دیتی ہے۔ وہ تو ہماری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن ذکرِ الٰہی بندے کو اپنے خالق و مالک کے قریب لے جاتا ہے۔ جس سے آقا اپنے بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ باہم محبت تو ہو مگر سوچ اور پسند میں یگانگت اور مماثلت نہ ہو۔

پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی دامت برکاتہٗ کہا کرتے ہیں کہ ہمارا تو دین ہی دینِ محبت ہے۔ کیونکہ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۲:۱۶۵ ایمان تو ہے ہی اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کے ساتھ مربوط و مشروط۔ اس لئے محبوب کے محبوب سے محبت بھی فطری امر ہے جو ان کی صحبت میں منتج ہوتی

ہے اور بالآخر نجات کا باعث بنتی ہے۔ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی "یا رسول اللہ! ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں جو ایک قوم سے محبت تو کرتا ہو مگر عمل اور تقوی میں ان جیسا نہ ہو۔" نبیٔ مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہر شخص کی سنگت اس کے ساتھ ہوگی جس سے وہ محبت کرتا ہوگا" لہٰذا جس کسی نے اللہ کے دوستوں کی محبت کو اپنا شعار بنایا، اس نے گویا ان کی سنگت کا سامان کر لیا۔ اور جسے یہ رفاقتِ عظمیٰ مل گئی اسے دونو جہانوں کی بادشاہی مل گئی۔ ایسے لگتا ہے جیسے پروفیسر چشتی صاحب نے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ کتاب لکھ کے اس قابلِ رشک ساتھ کا اہتمام کر لیا ہے۔

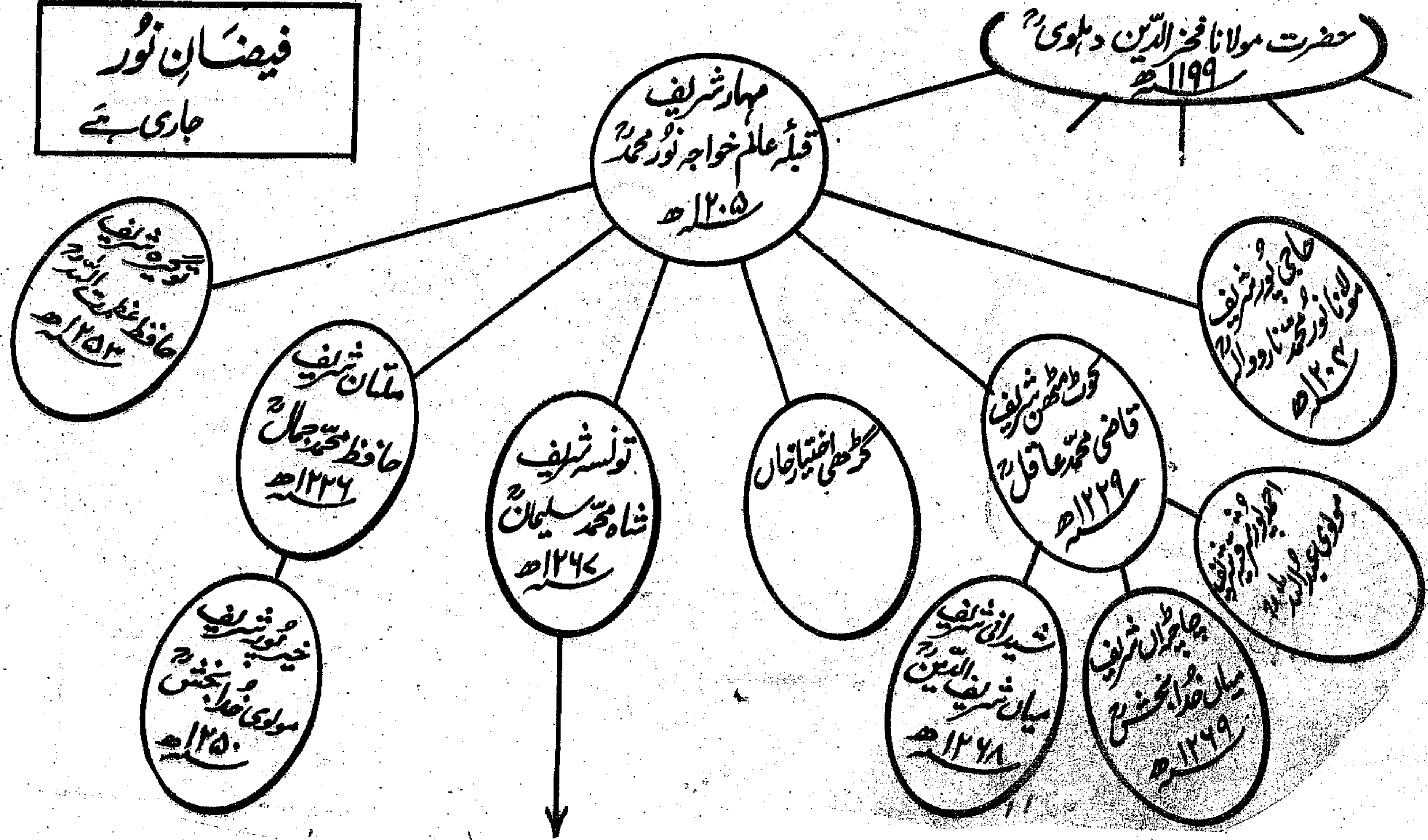
حضرت قبلۂ عالمؒ کے حالاتِ زندگی، ارشادات اور مناقب جمع کرنے کا ارمان تو فاضل مصنف کے دل میں نہ جانے کب سے مچل رہا تھا۔ ایک مختصر رسالہ ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء میں شائع کیا اور اسے چند اضافوں کے ساتھ ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء میں دوسری بار طبع کروایا لیکن تشنگی میں اضافہ ہی ہوا۔ عربی اور فارسی کی قلمی اور مطبوعہ کتابیں اور رسائل، اصل یا نقل جیسے بھی ممکن ہوا، سالہا سال سے اس مقصد کے لئے جمع ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ "مناقب المحبوبین" اور "مخزنِ چشت" جیسی ضخیم قلمی کتابوں کو ایک سو تیس (۱۳۰) سالہ گمنامی سے نکال کر ان کے پہلے تراجم، ملخص اور مکمل ہر دو صورتوں میں، شائع بھی شائد اسی لئے کروائے گئے۔ ہر ممکنہ ماخذ کو ٹٹولا اور کھنگالا گیا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں خطوط کا تبادلہ ہوا۔ ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء میں شائع ہونے والے "تذکرہ خواجگان تونسوی" حصہ اول میں درج "زیرِ ترتیب تالیفات" میں تو اس اشتیاق کا باقاعدہ ذکر بھی ملتا ہے۔ لیکن صاحبِ تذکرہ کی روحانی بلندی، اخلاقی بالیدگی اور وسعتِ فیضان کے پیشِ نظر قلم اٹھانے کی ہر کوشش آج تک تشنہ گام رہی۔ شائد ابھی مزید پختگی درکار تھی۔

حضرت قبلۂ عالمؒ کی شان اور مقام کو تو میں کیا جانوں لیکن ایک بات بالکل

واضح ہے کہ چونکہ پاکستان کا جواز مسلمان اکثریت والے علاقے ٹھہرا اس لئے اس ملک کی بنیاد کی پہلی اینٹ دراصل بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ، حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ، خواجہ نور محمد مہارویؒ اور ان کے جیّد خلفاء نے رکھی جن کی بے لوث اور انتھک کوششوں سے انگریزی ہندوستان کے شمال مغربی صوبوں اور ریاستوں میں اسلام نہ صرف متعارف بلکہ راسخ ہوا۔ اس طرح جوں جوں دیئے سے دیا جلتا چلا گیا ظلمت کے بادل بتدریج چھٹتے چلے گئے اور نور پھیلتا ہی گیا۔ اگلے صفحوں پر پیش کردہ نقشہ ظاہر کرتا ہے کہ کیسے خانقاہ سے خانقاہ جنم لیتی رہی اور بہاولپور، ملتان، خیرپور، بیکانیر سے ہوتا ہوا یہ نور پاکستان کے گوشہ گوشہ کو منور کر گیا اور کر رہا ہے۔

گلستانِ مہاروی کے خدوخال اس کتاب کے اسی نام کے باب سے بخوبی عیاں ہیں۔ اولادِ امجاد کی فہرست تو کسی حد تک مکمل ہے لیکن ان کے مشائخِ عظام کے اسماء تو بس تبرکاً ہی شامل کئے گئے ہیں۔ صرف اکابرینِ سلسلہ کے مریدانِ مجاز کی تعداد یقیناً ہزاروں سے متجاوز کر چکی ہے۔ چند معتبر کتابوں کو دیکھا جائے تو اعلیٰ حضرت مہارویؒ کے کم از کم اکتالیس[۴۱]، پیر پٹھانؒ کے ترسٹھ[۶۳] حضرت نارووالہ صاحبؒ کے پانچ[۵]، حافظ محمد جمال صاحبؒ اور قاضی محمد عاقلؒ کے آٹھ، آٹھ[۸]، مولوی محمد علی خیرآبادیؒ کے تین[۳]، حاجی نجم الدین صاحبؒ کے چھبیس[۲۶] اور پیر سیال صاحبؒ کے پینتیس[۳۵] خلفاء کے اسماء گرامی تو ملتے ہیں۔ خدا معلوم ان ایک سو نواسی[۱۸۹] کاملین نے آگے کتنوں کو خلافت کے مقام تک پہنچایا۔ ان کا تو ہر ہر خلیفہ اپنے قدوقامت کے لحاظ سے علیحدہ تذکرے کا متقاضی ہے اور ان کے احوال و کمالات پر چھوٹی بڑی بیسیوں کتابیں لکھی بھی جا چکی ہیں۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی ترتیب و تالیف کے لئے باقاعدہ مشورے ہوئے۔ ماہرینِ فن سے آرا لی گئیں۔ باقاعدہ خاکے بنے جو کئی کئی نشستوں میں اصحابِ علم و دانش کے زیرِ غور آئے۔ کمپیوٹر کے



فیضانِ نور
جاری ہے
حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رح
۱۱۹۹ھ
مہار شریف
قبلۂ عالم خواجہ نور محمد رح
۱۲۰۵ھ
حاجی پور شریف
مولانا نور محمد نارووالہ رح
۱۲۰۴ھ
کوٹ مٹھن شریف
قاضی محمد عاقل رح
۱۲۲۹ھ
گڑھی اختیار خان
تونسہ شریف
شاہ محمد سلیمان رح
۱۲۶۷ھ
ملتان شریف
حافظ محمد جمال رح
۱۲۲۶ھ
۱۲۵۳ھ
خیر پور ٹامیوالی شریف
مولوی خدا بخش رح
۱۲۵۰ھ
شیدانی شریف
میاں شریف الدین رح
۱۲۶۸ھ
چاچڑاں شریف
میاں خدا بخش رح
۱۲۶۹ھ

# فیضانِ نور

جاری ہے

تونسہ شریف
حضرت خواجہ محمد سلیمان رح
۱۲۶۷ھ

تونسہ شریف
شاہ اللہ بخش رح
۱۳۱۹ھ

میرا شریف
خواجہ احمد رح
۱۳۰۳ھ

تونسہ شریف
حافظ محمد موسیٰ رح
۱۳۲۳ھ

تونسہ شریف
خواجہ محمد محمود رح
۱۳۲۸ھ

مکھڈ شریف
مولوی محمد علی رح
۱۲۵۳ھ

بھوئی شریف (راولپنڈی)
مولوی محمد علی رح
۱۳۷۶ھ

کلاچی شریف
مولوی محمد باراں رح
۱۲۵۴ھ

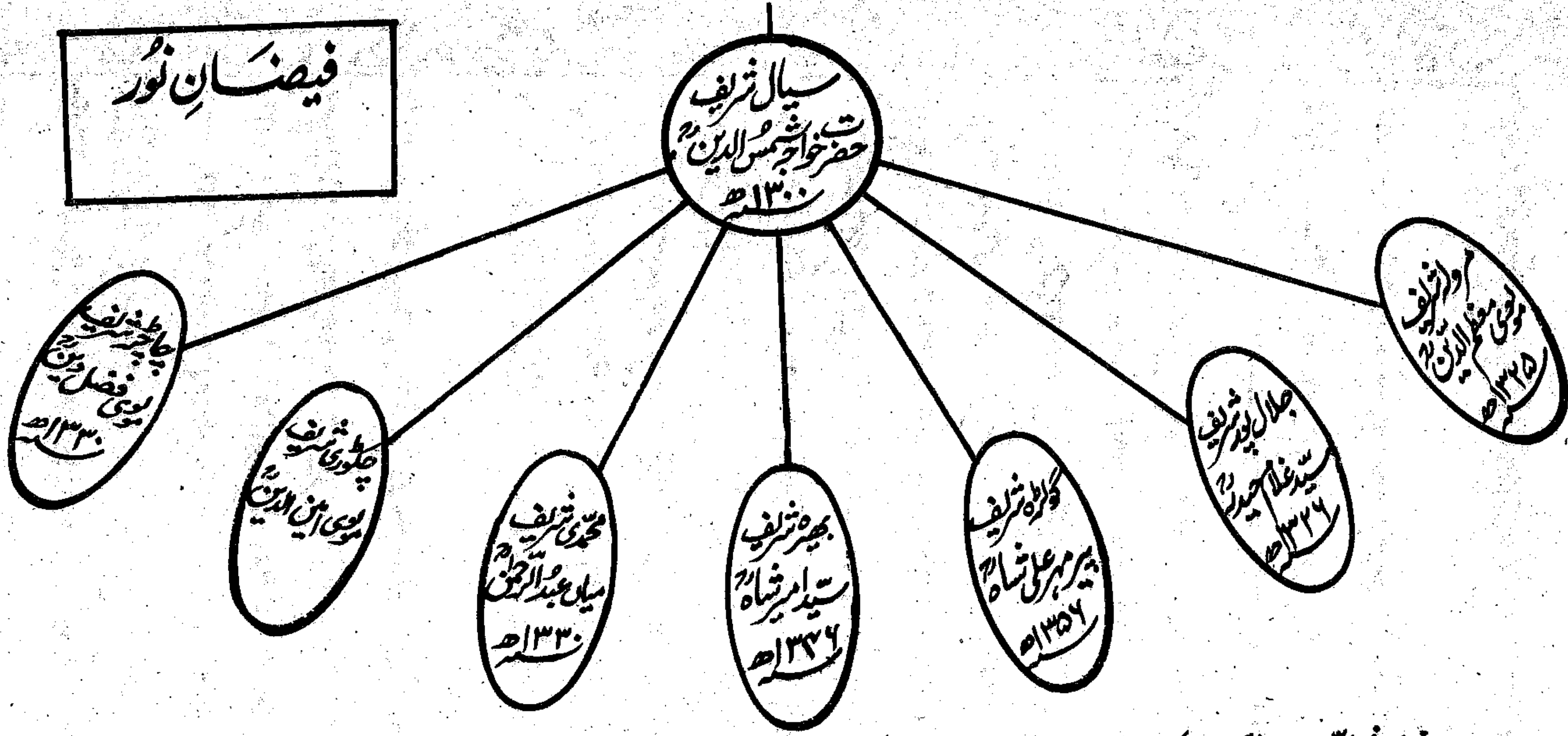
اللہ شریف
خواجہ فیض بخش رح
۱۲۸۲ھ

سیال شریف
خواجہ شمس الدین رح
۱۳۰۰ھ

گڑھی افغاناں
سید فاضل شاہ
۱۲۹۴ھ

شیخا والی
اراجیرہ تانہ
حاجی نجم الدین
۱۲۸۷ھ

# فیضانِ نورؒ




حضرت خواجہ فخر الدین دہلویؒ جب پاکپتن شریف سے روضہ حضرت گنج شکر قدس سرہٗ کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس دہلی تشریف لائے تو ایک دن مجلس میں فقیر لائے پنجاب کا تذکرہ ہُوا تو فرمایا: "پنجاب میں اس وقت دو فقراء ہیں ایک بلھے شاہ اور دوسرے محکم دین سیرانی مگر ان کی ہانڈی اور دیگ جوش کھا رہی ہے، کوئی ڈھکنے والا نہیں۔ کسی نے کہا یا حضرت آپ ان کی سرپرستی نہیں فرما سکتے۔ فرمایا کسی کی بکری کون ڈالے گھاس۔ پھر ارشاد فرمایا "پنجاب میں اب نور جلنے والا ہے۔" اور یہ اشارہ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی طرف تھا۔ (تذکرہ مشائخ تونسہ شریف ص ۲۶۵)

متعلق بھی سوچا گیا۔ احباب اور شاگردوں نے ہر قسم کے تعاون کی پیشکشیں کیں لیکن کبیر سنی اور مختلف عارضوں کی وجہ سے جوں جوں جسم کمزور ہوتا گیا۔ پروفیسر چشتی صاحب کا عزم توانا اور جوان ہوتا گیا۔ آخر جذب اور شوق نے کسی کی نہ سُنی۔ سارے پروگرام دھرے کے دھرے رہ گئے۔ کسی کو کان و کان خبر بھی نہ ہوئی اور عقیدتوں کا ایک سیلِ رواں ٹھاٹھیں مارتا کاتب کے ہاتھ پہنچنا شروع ہوگیا۔ گھر والوں کو بھی اس وقت پتہ چلا جب نصف کام مکمل کر کے آپ تقریباً نڈھال ہو چکے تھے۔

فاضل مؤلف کی تحریر، بقول ان کے، علمی و تحقیقی تو نہیں لیکن جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں عقیدت سے پُر اور محبت سے لبریز ضرور ہے۔ زبان بالکل سادہ مگر مبالغہ کی حد تک محتاط اور مبنی بر حقیقت۔ تمام واقعات روائیت اور درائیت کے تابع اور حوالہ جات سے مزیّن۔ بظاہر حضرت قبلۂ عالم رحؒ کے حالاتِ زندگی کو، جو مختلف کتابوں میں منتشر تھے، یکجا کیا گیا ہے لیکن اس کوشش کے پس پردہ شائد کوئی غیبی ہاتھ بھی کار فرما ہو کیونکہ صاحبِ تذکرہ کی نورانی شخصیت کے چند چھُپے ہوئے پہلو بھی ظاہر ہوتے نظر آرہے ہیں۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی صاحب کے کہنے کے مطابق اِن بے جان الفاظ کے پردے میں صاحبِ تذکرہ کی اپنی آواز بھی سُنی جا سکتی ہے۔ لہٰذا ایسے الفاظِ قدسی کا جمع، محفوظ اور عام کرنا ہی ان بزرگوں سے عقیدت کا سچّا اور بامقصد اظہار ہے۔ کیونکہ اس سے ان کا مشن جاری و ساری رہتا ہے۔ علاوہ ازیں ایسی ثقہ کتابوں کے بین السطور مؤرخین حضرات کو اُس وقت کی بود و باش کے بارے میں نہایت معتبر اور نایاب مواد بھی میسّر آتا ہے۔ تاریخ کے ایسے ماخذ عوام الناس کی کشمکشِ حیات اور ان کی مایوسیوں اور پریشانیوں تک کو آنے والے وقتوں کے لئے محفوظ کر لیتے ہیں۔

فاضل مؤلف کی آنکھ ۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء کو ایک ایسے گھرانے میں کھُلی جہاں

صاحبِ خانہ عالم، فاضل، اُستاد، شاعر، محقق، مبلغ، مؤلف، مولوی، حکیم اور خدا جانے کیا کچھ تھے۔ یا تو وہ اپنے پیرو مرشد کے ہاں جا رہے ہوتے اور یا دہلی سے واپس آ رہے ہوتے۔ ایسے لگتا جیسے انہیں تیسرا کوئی کام ہی نہیں۔ مولوی محمد حسین قیس چشتیؒ (وصال ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء) کہا کرتے تھے کہ میں ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کروں اور کوئی سُنے، یا پھر کوئی اُن کا ذکر کرے اور میں سُنوں۔ لہٰذا گھر ہی میں محافلِ میلاد اور ذکر و فکر کا انعقاد روز کا معمول تھا۔ ختم شریف اور عرائس کا اہتمام بلا تکلّف مگر بالالتزام ہوتا۔ بڑا بیٹا ہونے کے ناطے سے پروفیسر صاحب والدین کا خوب ہاتھ بٹاتے۔ اور یوں آپ کی رُوحانی تربیّت کا آغاز گھر بلکہ آغوشِ مادر سے ہُوا۔ ہوش سنبھالا تو والد صاحب انہیں اپنے ہمراہ دہلی لے گئے جہاں آپ نے شاہ عبد الصمد فریدی سلیمیؒ کے دستِ حق پرست پر ۱۹۳۷ء میں بیعت کی۔ پھر کچھ مہینے پیرو مرشد کی خدمت میں ایسے رہے کہ دِن ہو یا رات، دوسری دفعہ پکارنے کی نوبت نہیں آئی۔ نتیجتاً حضرت صاحبؒ دیگر خدام کے نام تک بھول گئے۔

عملی زندگی کا آغاز پروفیسر چشتی صاحب نے ایک سکول میں بطور ایک اُستاد کیا۔ منشی فاضل اور بی اے دورانِ ملازمت کئے۔ بطور کلرک علامہ اسدؒ کے ماتحت لاہور سیکرٹیریٹ میں کام کیا۔ علامہ علاؤالدین صدیقیؒ اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی جیسے اساتذہ کی زیرِ نگرانی ایم اے اسلامیات کیا اور بطور پروفیسر لگ بھگ تین سال جھنگ اور پھر بیس سال فیصل آباد کے گورنمنٹ کالج میں بھرپور خدمات انجام دیں۔ تعلیم و تدریس تو آپ کا فرضِ منصبی تھا مگر قومی سطح پر حسنِ قرأت اور نعت خوانی کے مقابلوں کا اجرا اور مجلسِ اقبال کے روحِ رواں ہونا بھی انہی کے حصّہ آیا۔ اُستادِ محترم کی ایما پر ساری زندگی بلا معاوضہ مگر نہایت تندہی اور خندہ پیشانی سے جمعہ کی نماز پڑھانے کا اہتمام کیا۔

وسیع و عریض گلستانِ مہاروی میں نہ تو علم، زہد اور تقویٰ کی کوئی کمی ہے، نہ ذوق و شوق کی اور نہ ہی جمال و جلال کی۔ کچھ نے تو اپنے گوش اور ہوش اپنے پیرانِ عظام کے حالات اور ملفوظات کے جمع کرنے میں بھی لگائے اور خوب لگائے۔ لیکن پروفیسر چشتی صاحب کی بلند ہمتی اور خوش بختی کا کیا کہنا، ساری زندگی ان کے احوال اور تعلیمات کے پڑھنے پڑھانے اور عام کرنے میں گزار دی۔ نجی اور نیم سرکاری محافل میں اسلام اور سلسلہ کو متعارف کرانا ان کا روز کا مشغلہ ہے۔ عربی اور فارسی اب کون جانتا ہے۔ صدیوں پرانے مسودوں کے اردو ترجموں کا اہتمام آپ نے کیا۔ دس سے زائد اکابرین کے احوال کو نہایت نامساعد حالات میں جمع کیا اور انہیں ایک سے زائد بار چھپوایا۔ ایک ماہوار رسالہ "روحانی پیغام" عرصہ دس سال سے تن تنہا اور باقاعدگی سے نکالا۔ چند ایک نایاب تصانیف کی اشاعتِ نو کی۔ اور پھر جس کسی نے بھی ان سب میں دلچسپی کا اظہار کیا اس تک انہیں حتی المقدور بلا قیمت پہنچانے کا اہتمام بھی کیا۔ حالانکہ نہ کوئی خانقاہ نہ قابلِ ذکر حلقہ اور ریٹائر ہوتے بھی سترہ سال ہو چکے ہیں۔ جو کچھ تھا وہ والد صاحب کے مزارِ اقدس اور اس سے ملحقہ مسجد وغیرہ پر لگانے کے بعد نہایت پر وقار طریق سے از خود علیحدگی اختیار کر لی۔ لہٰذا یہ بات اور بھی قابلِ صد تحسین اور قابلِ صد شکر ہے کہ اس قادرِ مطلق نے اپنے ایک پر خلوص بندے کی اس طرح پذیرائی کی۔

خوش قسمتی سے پروفیسر چشتی صاحب کو روحانیت کا وافر حصہ ورثے میں ملا۔ آپ کے والدِ محترم مولوی محمد حسین قیس چشتیؒ نے اشارۂ غیبی کے تحت، حضرت قبلۂ عالمؒ کے عرس مبارک منعقدہ ۱۳۲۳ھ کے موقع پر اور آپ کے روضہ اقدس کے سامنے، تونسہ شریف کے دوسرے سجادہ نشین حافظ محمد موسیٰؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور پھر انہی کے حکم کے مطابق شاہ محمد عبدالصمد دہلویؒ کی خدمت میں تیس ۳۰ سال گزارنے کے بعد خلافت کی نعمتِ عظمیٰ پائی۔ حیرانگی اس بات پر ہے کہ ادھر حضرت دہلویؒ نے آپ کو بیعت کیلئے تونسوی سجادہ نشینؒ

کے ہاں اس وقت بھیجا جب مؤخر الذکر کا وصال بالکل قریب تھا اور اُدھر پیر و مُرشد نے مولوی صاحب کو تکمیل کے لئے اسی وقت واپس دھلی انہی کی خدمت میں لوٹا بھی دیا۔

خود پروفیسر چشتی صاحب کی بیعتِ ارادت شاہ اللہ بخش تونسویؒ کے خلیفہ اور مولانا فخر الدین دھلویؒ کے پوتے حضرت کالے میاںؒ کے نواسے شاہ محمد سعید الصمد دہلویؒ سے ہے جبکہ ان دونو خانقاہوں کے سجّادہ نشینانِ اکرام خواجہ خان محمّد صاحب تونسویؒ اور میاں محمّد باقر فریدی دہلویؒ سے خلافت و اجازت کا شرف ملا۔ لہٰذا اگر اس زاویئے سے دیکھا جائے تو صاحبِ تذکرہ پروفیسر چشتی صاحب کے لئے کوئی اجنبی شخصیّت نہیں اور حضرت مولانا صاحب کے اجل خلیفہؒ اور اعلیٰ حضرت تونسویؒ کے پیر و مُرشد کی سوانحیات لکھنے کا منفرد اعزاز پروفیسر چشتی صاحب ہی کا حق اور مقدر تھا، جسے انہوں نے اس کبیر سنی میں نہایت احسن طریق سے نبھایا۔ الحمدُ للہ علیٰ ذالک

پندھرویں صدی ہجری کا آغاز ہے اس لئے مادیت اپنے عروج اور دیدہ دلیری کے باعث علمِ حقیقی کو مغلوب بلکہ ناپید کرنے کے درپے ہے۔ نتیجتًا روحانیّت اتنی دب کے رہ گئی ہے کہ گنتی کے چند اہلِ باطن اگر آج عالمِ تفکر میں نظر آتے بھی ہیں تو وُہ بھی گوشۂ تنہائی ہیں۔ ایسے میں کتنے ہی ہیں جنہیں اپنے مربی اور محسن کی یاد اتنا بے کل کر دے کہ وُہ اس بحرِ ظلمات میں کاغذ کی ناد لئے کُود پڑیں اور اپنے قلم کے چپو سے واقعات کے طلاطم اور افکار کی موجوں کو کنارے لگانے کی سعی کریں۔ میرا اندازہ ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کی یہ سوانحیات دِل بینا رکھنے والے محققین کے لئے عینک سے کم نہیں، کیونکہ اس میں انہیں صاحبِ تذکرہ کے باریک سے باریک ذاتی محاسن اور وہبی کمالات روشن اور درخشاں نظر آئیں گے۔ مبالغہ اور تصنع سے پاک یہ تصنیف عوام کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی کیونکہ دِل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

زیرِ نظر تذکرہ کی طرح اگر ہر تذکرہ بے لاگ اور بے باق ہو تو یہ صاحبِ تذکرہ سے معنوی صحبت کے مترادف ہوتا ہے۔ ایک راسخ العقیدہ عام مسلمان جو تنقید برائے تنقید اور اعتراض برائے اعتراض سے بالعموم بے بہرہ ہوتا ہے۔ عالمِ بے عمل پر اس لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے کہ وہ وساوس اور مشکوک کا شکار نہیں ہوتا۔ اس کی سلیٹ صاف ہوتی ہے اور حق کو قبول کرنے کے لئے وہ بیتاب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے عقیدہ اور عقیدت حجاب بننے کی بجائے ممد ثابت ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر انابتِ الٰہی رکھنے والوں کی رفاقت، صحبت اور خدمت بھی میسّر آجائے تو مردہ قلوب کو اور جلا ملتی ہے اور علم کے گرد و غبار بھی دھل جاتے ہیں۔

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں
آدمی، آدمی بناتے ہیں!

(اکبر الہ آبادی)

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۴۹/۱۳" کی رو سے سیرت و کردار کے مقام کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علم ذریعہ ہے سیرت کے بنانے سنوارنے کا لیکن اگر صرف علم و دانش ہی کافی ہوتے تو پھر ہمارا دور کاملین کا دور ہوتا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ بیسیوں علوم و فنون دریافت ہوئے اور لاکھوں بلکہ کروڑوں کتابوں کے لکھے جانے کے باوجود صدیوں میں وہ بات پیدا نہ ہو سکی جو صاحبِ قرآن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیرت و کردار کے بل بوتے پر صرف تیئس ۲۳ برس کے عرصہ میں پیدا کی مسِ خام کو ایسا کندن بنایا کہ ان میں سے ہر ایک کی پیروی فلاحِ دارین کی ضمانت ٹھہری۔ یہ لوگ نہ کالجوں میں گئے اور نہ ڈگریاں حاصل کیں۔ صرف ایک عقیدہ ان کے دلوں اور دماغوں میں رس بس گیا تھا۔ "وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۲/۲۳۲" یا "ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ

امّ اللہ ۲/۱۴۰" اور ان کا بات بات پر یہ کہنا "ہمارے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتے ہیں"۔ کاش میرے بھی ایمان کا اتنا حصّہ ایسا راسخ ہو جائے اور علم کی روشنی کے ان ستاروں کی طرح میں بھی اچھائی اور برائی میں تمیز کرنے کے لئے اس آفاقی کسوٹی پر اعتماد کرنے لگ جاؤں۔ اسی لئے تو علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر
علم و حکمت از کتب، دیں از نظر

خانقاہ مہاروی کے ۱۲۷۰ھ تک کے کوائف تو خواجہ امام بخش صاحب مہارویؒ نے "مخزنِ چشت" میں خوب جمع کئے اور یہ انہی کا حصّہ تھا جنہیں ان کے پیر و مرشد حالتِ خواب میں تین بار نہ صرف تھپتھپایا بلکہ شاباش، شاباش، شاباش کے الفاظ سے حوصلہ بھی بڑھایا۔ لیکن اس کے بعد یوں لگتا ہے جیسے یہ اہم کام کسی حد تک نظر انداز ہی ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ آج پانچویں سجّادہ نشینِ مہاروی کا سالِ وصال بھی معلوم نہیں ہو سکا رب العزت کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے کہ پاکستان میں چشتیہ خاندان کی اس عظیم اور قدیم خانقاہ کی نشاۃ ثانیہ کا بیڑا اس خانقاہ کے موجودہ سجّادہ نشین حضرت خواجہ میاں نور جہانیاں صاحب محمودی مہاروی دامت برکاتہ، نے روحانی اور مکانی ہر دو لحاظ سے اپنے ذمے رکھا ہے اور دن رات ہر دو محاذ پر کام نہایت مستعدی سے جاری ہے۔ زیرِ نظر تالیف بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس کی خصوصیات میں اس موضوع پر لکھی گئی تصانیف اور دیگر مآخذ کی فہرست، حضرت قبلۂ عالمؒ کی اولادِ نرینہ کا دس پشتوں تک کا احاطہ، آپ کے روحانی فیضان کا مختصر جائزہ اور معیاری انگریزی کتب سے استفادہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں چیدہ چیدہ قرآنی آیات کا مفہوم جن میں خوف اور حزن سے بچنے کے مجرب نسخے یا جن آیات میں خالقِ کائنات نے اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان بیان کی ہے، بھی مناسب جگہوں پر مع حوالہ کے پیش کئے جا رہے ہیں۔ یہ تجربات اس تالیف کی افادیت

میں کہاں تک اضافہ کرتے ہیں، اس بات کا اندازہ قارئینِ اکرام از خود لگا سکتے ہیں
میں نے اپنی معروضات کا آغاز سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۲ "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ" سے کیا تھا۔ اس لئے اب انہیں "وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ" ہی پر ختم کرتا ہوں۔ شکر فی نفسہٖ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کی قدر و منزلت تو وُہ جانیں جو مصیبت اور معصیت کے درمیان فرق جانتے ہیں۔ یہ تو نصیب ہی انہیں ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ مزید عطا فرمانے کا فیصلہ فرما چکے ہوتے ہیں۔ کیونکہ قائدہ کلیہ ہے۔ "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ"[۱]
پروفیسر افتخار احمد چشتی صاحب کی یہ کاوش بلا شبہ آپ کی ان معزز گھرانوں سے عقیدت اور محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے صدقے آپ کی اس بے لوث خدمت کو قبول و مقبول فرمائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے آپ کو دونو جہانوں کی خوشیاں اور کامرانیاں نصیب فرمائے۔ آمین
اس کاروانِ شوق کے پیچھے بلکہ بہت پیچھے اِس حقیر پُر تقصیر کا ہونا بھی آپ ہی کی نظرِ کرم کا کرشمہ ہے۔ میں تو اس عزت افزائی کا شکر قولی بھی ادا کرنے سے عاجز ہوں۔ اس ادنیٰ ترین چیونٹی کو اب مزید کسی پَر پُرزے کی ضرورت نہیں جیسے ایک سُبک رفتار کبوتر ہی نہیں، شاہین کے قدموں کا سہارا بفضلِ تعالیٰ میسّر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں قائم و دائم رکھے، صحت و عافیت سے نوازے اور مجھ ہیچمدان کو ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

---

# تعارفِ مؤلف

نام : افتخار احمد (چشتی، صمدی، سلیمانی)

والدِ گرامی : مولوی محمد حسین قیس چشتی صمدی سلیمانیؒ دیناںگری

[ مرید : حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ تونسویؒ
خلیفہ : حضرت میاں محمد عبدالصمد فخری فریدی سلیمی دہلویؒ ]

تعلیم : ایم اے اسلامیات، ڈپلومہ جرنلزم، پنجاب یونیورسٹی

(سابق صدر شعبۂ اسلامیات گورنمنٹ کالج فیصل آباد)

مرید : حضرت میاں محمد عبدالصمد فخری فریدی سلیمی دہلویؒ

[ نواسہ : میاں کالے صاحب دہلویؒ
خلیفہ : حضرت ثانی شاہ اللہ بخش تونسویؒ ]

تاریخِ ولادت : ۲۲/ جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ (۱۵/ اپریل ۱۹۱۷ء)

موجودہ مصروفیت :-

نگران : ۱- چشتیہ اکادمی فیصل آباد

۲- اسلامک اکیڈیمی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) فیصل آباد

ایڈیٹر : ماہنامہ "روحانی پیغام" فیصل آباد

پتہ : کاشانۂ چشتیہ، فرحت منزل، چنیوٹ بازار،
فیصل آباد- پاکستان (گلی نمبر ۷ وکیلاں والی)
ٹیلی فون :- ۲۸۸۵۵ - ۰۴۱۱

# علمی خدمات

## تصانیف :۔

تذکرہ خواجگانِ تونسویؒ حصّہ اوّل ۱۹۸۵ء

حضورِ قبلۂ عالمؒ احوال و مناقب ۱۹۹۲ء

مختصر تذکرے : صمدی، مہاروی اور تونسوی حضرات کے احوال اور مناقب پر بارہ رسالے۔

اسلامی تعلیمات و تصوّف کا نقیب "روحانی پیغام" کا اجرائے ثانی ۱۹۸۰ء۔

درسی کتب ، تعارفِ قرآن۔

تشریح القرآن ، سورہ آلِ عمران۔

تشریح القرآن ، سورہ محمدؐ، فتح و حجرات۔

تحقیقی کام : پاکستان کے دینی مدارس کا جائزہ۔

علامہ اقبال کا تصورِ مذہب۔

مذاکرات و کانفرنسوں میں مقالے۔

## تراجم، ملخص و مکمل :۔

مناقب المحبوبین از حاجی نجم الدین سلیمانی ۱۲۷۸ھ۔

مخزنِ چشت از خواجہ امام بخش مہاروی ۱۲۸۰ھ۔

## اشاعت نو :۔

رقعاتِ مرشدی از محمد عبدالصمد فخری دہلوی ۱۳۲۳ھ۔

تذکرۂ فریدیہ از مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی ۱۳۳۹ھ۔

چشتیہ اکادمی، فرحت منزل، گلی وکیلاں نمبر ۷، فیصل آباد۔

# حرفِ آخر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مخدومی و مرشدی حضرت میاں نورِ جہانیاں صاحب دامت برکاتہٗ کی دُعاؤں سے مخزنِ چشت کا مکمل اُردو ترجمہ ۱۴۰۹ھ (مطابق ۱۹۸۹ء) میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو اُس تصنیف کے لئے وقف کرنا چاہتا تھا، جو حضرت میاں صاحب قبلہ کی دیرینہ آرزو تھی اور جس کے لئے آپ ہمیشہ دُعا فرمایا کرتے تھے یعنی

"حضور قبلۂ عالمؒ ــــــ احوال و مناقب"

"قبلۂ عالم حضرت خواجہ نورِ محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کے مختصر حالات" کے نام سے چالیس صفحات کا ایک رسالہ ۱۳۹۷ھ (مطابق ۱۹۷۷ء) میں ترتیب دے کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ ۱۴۱۰ھ (مطابق ۱۹۹۰ء) میں اسی رسالہ کا دوسرا ایڈیشن ترمیم و اضافہ کے ساتھ شائع کرنے اور حضرت میاں صاحب قبلہ کی خدمت میں پیش کرنے کی دوبارہ سعادت حاصل کی۔

گذشتہ برس حضرت قبلۂ عالمؒ کے سالانہ عرسِ مبارک (ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ) پر جب "گلہائے عقیدت" کے نام سے ایک رسالہ پیش کیا تو حضرت میاں صاحب قبلہ نے فرمایا کہ حضور قبلۂ عالم کے احوال و مناقب پر ایک مکمل و مفصل تصنیف کب تیار ہو گی؟ جونہی مجھے یہ پیغام ملا، میں نے ارادہ کر لیا کہ انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ سال سالانہ عرسِ مبارک پر یہ کتاب پیش کروں گا۔

اِس تصنیف پر ابتدائی کام کا آغاز چار ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ کو کر دیا گیا۔ بیشتر مواد ذاتی کتب خانہ میں موجود تھا۔ چند اہم کتابیں موجود نہیں تھیں۔ اُن کی تلاش کی گئی۔ حضرات و احباب کو خطوط لکھے۔ دُعاؤں اور قیمتی مشوروں کے لئے بھی لکھا گیا۔

ارادہ یہی تھا کہ جب ضروری سواد اکٹھا ہو جائے گا تو لکھنے بیٹھ جاؤں گا۔ مگر ہُوا یہ کہ صحت خراب ہو گئی اور خراب تر ہوتی چلی گئی۔

صحت کی خرابی کے باوجود ۲۷ جمادی الآخر ۱۴۱۲ھ کو ترتیب کا کام شروع کر دیا۔ مگر ۶ رجب کو بہت زیادہ بیمار ہو گیا اور ستائیس دن صاحب فراش رہا۔ حکیم صاحب، احباب اور بچوں نے مشورہ دیا کہ لکھنے پڑھنے کا کام ملتوی کر دیا جائے کہ یہ صحتِ کُلّی کے لئے ضروری ہے۔ عقل نے کہا ٹھیک ہے۔ مگر دل نے کہا:

اَے دِل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اِک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

اس حال میں بھی کام جاری رہا۔ مگر رفتار انتہائی سُست ہو گئی۔ کئی کئی دِن ایک صفحہ بھی تیار نہ ہو سکا۔ آخر حضرت میاں صاحب قبلہ کی خدمت میں چشتیاں شریف عریضہ لکھا گیا کہ اِن حالات میں کیا حُکم ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ "جو کچھ میسّر آسکا ہے وُہ کافی ہے۔ زیادہ تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے۔ جتنا مواد تیار ہے بس اسے شائع کر دیں"۔ اِس ارشادِ گرامی نے ولولۂ تازہ عطا کیا۔ جتنا مسوّدہ تیار تھا اسے جلدی جلدی کتابت کرالیا گیا، نوک پلک بھی دُرست نہیں کر سکا۔ اور اب اِسے پیش کر رہا ہوں۔

صحت کی خرابی اور اہلیت کی کمی کے باوجود گزشتہ صفحات میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے، یہ حضور قبلۂ عالمؒ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ اس میں یقیناً کئی قسم کی خامیاں ہوں گی۔ حضرت میاں صاحب قبلہ، حضرات مہاروی اور جملہ اہلِ سلسلہ و اہلِ علم سے درخواست ہے کہ غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہُوئے از رہِ لطف و کرم اسے قبول فرمالیں۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ
عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

افتخار احمد چشتی صمدی سُلیمانی

۲۷ رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۲ھ

# حضور قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ

## احوال و مناقب

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ، پہلی عظیم شخصیت ہیں، جنہوں نے حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے بعد اس ملک میں جو آج پاکستان کے نام سے سارے عالمِ اسلام میں نمایاں مقام رکھتا ہے، تبلیغ اسلام اور توسیع سلسلہ عالیہ چشتیہ میں ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو تاریخ میں سُنہری حروف میں رکھے جانے کے قابل ہیں۔

آپ نے جب مہار شریف پہنچ کر اپنی مسندِ ارشاد بچھائی تو چاروں طرف سے خلقت کشاں کشاں مہار شریف حاضر ہونے لگی، سادات، علماء، فقراء اور امراء آپ کے حلقۂ بگوش ہونے لگے۔ آپ کی صحبت کیمیا اثر میں اس قدر کشش اور تعلیم میں اس قدر تاثیر تھی کہ جو آپ کے دستِ مبارک میں اپنا ہاتھ دیتا متقی و پرہیزگار بن جاتا۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں اسلام اور سلسلہ کی پُرخلوص تبلیغ کا سہرا آپ کے سر ہے۔

آپ کے زیادہ تر ملفوظات فارسی زبان میں مرتب کئے گئے۔ بعض خطی صورت میں ہیں اور بعض مطبوعہ صورت میں۔ بعض کے اُردو تراجم بھی ہوئے۔ مگر آپ کی باقاعدہ سوانحِ حیات اُردو زبان میں اب تک مرتب نہیں ہوئی۔

حضرت میاں نور جہانیاں صاحب مہاروی، اَدامَ برکاتہٗ، سجادہ نشین درگاہِ معلّٰی چشتیاں شریف کے ارشادِ گرامی کے مطابق چشتیہ اکادمی کے بانی و نگرانِ اعلیٰ پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی ایم اے سابق صدر شعبۂ اسلامیات گورنمنٹ کالج فیصل آباد نے آپ کے احوال و مناقب پر یہ کتاب مرتب کی ہے۔ "چشتیہ اکادمی" نے اپنے روائتی اہتمام کے ساتھ اسے شائع کیا ہے۔ امید ہے کہ اہلِ علم و عرفان اسے پسند فرمائیں گے۔


میاں ہارون احمد چشتی
ناظم، چشتیہ اکادمی

پتہ: کاشانۂ چشتیہ، فرحت منزل،
چنیوٹ بازار، فیصل آباد، پاکستان،
فون نمبر: ۰۴۱-۲۰۸۵۵